جلد اول

مہر گہوش

بشیر زیب بلوچ

مہر گہوش

(جلد اول)

جملہ حقوق محفوظ

مہر گہوش (جلد اول)
مصنف: بشیر زیب بلوچ
کمپوزنگ: عتیق آسکوہ بلوچ
ٹائٹل: زانت بلوچ
اشاعت: 2022ء
تعداد: 1000

صباء انسٹی ٹیوٹ آف ریسرچ اینڈ پبلیکیشنز

تعارف

زیرِنظر کتاب ان مختصر تحاریر کا مجموعہ ہے جو مارچ 2016 سے مارچ 2017 تک کے انتہائی اہم سیاسی دور میں لکھے گئے۔ یہ ایک ایسا دور تھا جب بلوچ قومی آزادی کی جدوجہد سے منسلک تمام مسلح وغیر مسلح سیاسی جہدکار، ایک ایسی بحث میں الجھے ہوئے تھے، جس کا انجام دِکھائی نہیں دے رہا تھا۔ دوسری طرف بلوچ لبریشن آرمی کے اندر بھی اختلافات نے سر اٹھانا شروع کر دیا تھا، جو بالآخر تنظیمی قیادت کی تبدیلی پر منتج ہوا۔

مذکورہ کتاب ان سیاسی حالات اور ان حالات کے متعلق سیاسی کارکنان کے ردِعمل اور رویوں کا تحلیل نفسی کرتے ہوئے ایک جائزہ ہے اور علم نفسیات کے رو سے ایک حل پیش کرنے کی کوشش ہے۔

تحاریر کا یہ مجموعہ اس لیئے بھی اہمیت رکھتا ہے کہ یہ اس وقت لکھی گئیں، جب سوشل میڈیا پر سیاسی تنقید میں بگاڑ پیدا ہوچکی تھی اور اسکی ہیت مزید تعمیری نا رہی، پھر تنقید کی صورت میں ذاتی حملے جاری ہوئے۔ جہاں جہدکاروں کے نام ومقام افشاں ہونا شروع ہوئے، وہیں سیاسی اختلافات دوریوں کی شکل اختیار کرنے لگے۔ ان تحاریر کا مقصد طریقِ تنقید کو سیاسی اخلاقیات کے قالب میں ڈھالنا اور منفی رویوں کی نشاندہی تھی۔ اس کتاب کو بہتر سمجھنے کیلئے لازم ہے کہ آپ سنہ 2016-17 کے سیاسی حالات کو ذہن میں رکھیں۔

زیرِنظر کتاب نا صرف سیاسی کارکنان ورہبران کے رویوں کا ایک خوبصورت نفسیاتی تجزیہ ہے، بلکہ اسے ایک تاریخی دستاویز کی بھی حیثیت حاصل ہے۔ تحاریر کی ضخامت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے، اسے دو جلدوں میں شائع کی جارہی ہے۔ زیرِنظر کتاب جلد اول ہے۔

فکر اور مقصد

فکر ایک مقصد کیلئے ہوتا ہے اور مقصد کیلئے فکر کا ایک ہونا امر لازم ہے۔ شعور مقصد کا تعین کرتا ہے اور مقصد کو پانے کیلئے سفر کے صحیح سمت کے تعین کے ساتھ ساتھ، مسلسل عمل کا ہونا بھی لازمی ہے۔ ایک ہی فکر کے مختلف الخیال انسانوں کو ایک مقصد کی طرف آگے لے جانے کیلئے ایک مضبوط، دوراندیش، معاملہ فہم، نڈر اور باعمل و باکردار لیڈر کا ہونا ضروری ہے۔ وہیں لیڈر کے ساتھ ایک باصلاحیت ٹیم کا ہونا بھی اہمیت کا حامل ہے۔

منزل یا مقصد کی طرف جانے والے لیڈر سے لیکر تمام مسافر جب ایک سخت اصول اور ضابطہ اخلاق کے پابند ہوں تو شعوری تشکیل کردہ ڈسپلن یا اصول ہی تنظیم یا پارٹی کہلاتے ہیں۔

وقت وحالات کے مطابق عارضی فیصلوں کو تبدیل کرنا اور ازسرنو پالیسی مرتب کر کے فیصلہ لینا یا وقت وحالات کی نزاکت سے باخبر رہ کر سابقہ پالیسیوں سے لاحاصل نتائج یا نقصان وغیرہ کو مدنظر رکھ کر نئے سرے سے پالیسی ترتیب دینا اور ان کو قبول کرنا یا اختیار کرنا باعلم وصحت مند ذہن اور شعور کی علامت ہوتی ہے۔

سابقہ ناکام یا غلط پالیسوں یا رویوں کو برقرار رکھ کر ایک ہی جگہ پہ اٹکے رہنے والے کو باشعور یا مضبوط انسان کا نام نہیں دیا جاسکتا ہے۔ حقائق کو تسلیم کرنا اور وقتی معاملات و چیزوں پر رائے تبدیل کرنے کو عیب تصور کرنا جہالت اور بے شعوری کے زمرے میں آتا ہے۔ فکر و مقصد یا تعین کردہ راستے کو تبدیل کرنا عیب یا بے شعوری ہوسکتا ہے لیکن عارضی پالیسیوں وطریقہ کار کو مقصد سمجھ کر ان سے چمٹ جانا کم عقل ذہن کی عکاسی کرتا ہے۔ اگر کسی چیز کو ذہن قبول نہیں کرے لیکن اس کے باوجود اسی کی نشو ونما پہ توانائی خرچ کی جائے تو اس کو ترک کرنے کا واحد حل کسی بااعتبار پر اعتبار کرنا اگر کسی پر اعتبار نہیں ہے یا نہیں ہوسکتا، تو پھر ایک ہی راہ بچ جاتا ہے اور وہ ہے مایوسی، اور مایوسی کا علاج محض اپنے تئیں ہوتا ہے۔

15 مارچ 2016

مایوس و ناکام انسان

میں مایوس ہوں لیکن میں نہیں جانتا کہ میں مایوس ہوں، میرے ہر عمل، رہن سہن اور اظہار رائے سے مایوسی کے آثار نمودار ہوتے ہیں، لیکن احترامِ جہاں کی خاطر کبھی کبھی یہ اظہار کیا جاتا ہے کہ میں مایوس نہیں ہوں، جب انسان اپنے خود اختیار کردہ نظریہ اور عمل پر تذبذب کا شکار ہو تو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ آپ کا پہلا انتخاب قدم ہی رائیگاں گیا ہے، جب نظریہ و عمل کو روز سو دفعہ صحیح و غلط کے ترازو میں تولا جائے تو مایوسی دماغ پہ کافی آسانی سے اثر انداز ہوگا اور تمہیں معلوم تک نہیں ہوگا۔ جب یہ کیفیت طاری ہو تو پھر ہر چھوٹے یا بڑے مقصد میں ناکامی مقدر بن جاتی ہے۔ صلاحیت و توجہ کی طاقت کمزور ہو کر ختم ہو جاتا ہے، پھر ناکامی کے تصور کو ذہین میں بٹھا کر میں کچھ نہیں کر سکتا ہوں، مجھ میں صلاحیت نہیں ہے، بعض اوقات کچھ کر گزرنے کی تڑپ و چاہ ہوتے ہوئے بھی مایوسی کی مرض کی وجہ سے ہمت ہار جاتا ہے، صرف اس وجہ سے کہ ذہن میں یہ خیال پختہ ہو چکا ہے کہ مجھ میں صلاحیت نہیں حالانکہ وہ اس حقیقت سے واقف نہیں کہ اس کے اندر صلاحیت موجود ہیں۔ جب ہم کسی مقصد کو حاصل کرنے یا کام کو سرانجام دینے کی خاطر اپنی تمام تر توجہ و صلاحیتوں کو ایک دائرے میں مرکوز کریں، تب جا کر منفی سوچ و خیال کے سامنے بند باندھنے میں کامیاب ہوں گے۔

کسی عمل کو تسلسل کے ساتھ سرانجام دینے اور اسے منزل تک پہنچانے کیلئے لازم ہے کہ اپنی پوری توجہ ایک جگہ مرکوز کیا جائے، کیونکہ جب توجہ منتشر ہوگا تو انسان چھوٹے چھوٹے معاملات اور چیزوں و باتوں میں پھنس جاتا ہے آخر کار ناکامی اور مایوسی کی وباء اسے اپنے لپیٹ میں لے لیتا ہے۔ میرا مشاہدہ ہے کہ زندگی کا سب سے بڑا سبق یہی ہے کہ ہم یہ جان لیں کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں وہ کیوں کر رہے ہیں، ہمیں کیا ایسا کرنے پر مجبور کر رہا ہے انسانی رویوں کو کیا چیز بناتی اور بگاڑتی ہے؟ ان سولات کے جوابات سے ہم ان باتوں کو جان سکیں گے کہ کیا ہماری روشن مستقبل کی راہ کا تعین کر سکتا ہے۔

16 مارچ 2016

طویل المدت اور قلیل المدت

جب کسی چیز یا معاملے کے متعلق انسان اپنی انفرادی سوچ، خواہش و جذبات اور خاص طور پر ذاتی نقطہ نظر و خیال کو لیکر اپنی من پسند نتائج کا خواہاں ہو اور پھر ان ہی نتائج پہ مکمل اطمینان کا اظہار بھی کرے تو اس سوچ و ذہنیت سے تشکیل پانے والے پالیسی محدود وقت و مدت کے لئے ہو سکے فائدہ مند ثابت ہوں لیکن یہ مشاہدے و تجربے کی بات ہے کہ محدود ماحول اور جذبات کی رو میں بہہ کر فیصلے طویل المدت نتائج نہیں دے سکتے ہیں، اور پھر ایسی کیفیت میں مبتلا فیصلے کرنے والے مایوسی، بے چینی، ذہنی انتشار کا شکار ہو کر بند گلی میں خود کو پائیں گے۔

اختلاف رائے و مد مقابل کی سوچ کو دشمنی کے زمرے میں لائے بغیر اس کی رائے اور سوچ پہ باریک بینی سے غور کرنا اکثر اوقات انسان کو صحیح و غلط سمت کی تعین کرنے میں مدد دیتی ہے۔ اگر کوئی اپنے دل کو یہ تسلی دے کہ میں کبھی غلط نہیں سوچ سکتا یا غلط پالیسی نہیں بنا سکتا اور دن رات کنویں کے مینڈک کی طرح ایک ہی سمت میں گول سفر جاری رکھے، تو ایسے انسان بلند سوچ و معیار کے بجائے مایوسی کی وادی میں گھر کر اپنی محدود صلاحیتوں کو بھی تباہ و برباد کر دیتے ہیں۔ جب صلاحیت ختم و سوچ محدود ہو اور ساتھ ہی سیکھنے و سمجھنے کا عمل بھی مفلوج ہو تو انسان اپنے اردگرد کے ماحول سے غیر ضروری بحث و مباحثے میں ایسا الجھ جاتا ہے کہ اسے یہ معلوم تک نہیں ہوتا کہ اس کی سوچ اپنے آس پاس کے لوگوں کے لئے ندامت و اذیت کا باعث بنتا جا رہا ہے۔ اگر انسان اپنی انفرادی و محدود ماحول و سوچ سے نکل کر جب باہر کی دنیا پہ نظر ڈالے گا تو اسے وہاں حقیقت کے آئینے میں ایسا جذباتی ماحول بھی ملے گا کہ وہ آئینہ توڑنے کی کوشش بھی کرے گا کیونکہ آئینہ کبھی جھوٹ نہیں دکھاتا اور جب انسان کو حقیقت کے آئینے میں اپنی اصلیت معلوم پڑے، تو وہ پھر انکار و الزام تراشی کی رو میں بہہ کر یہ تکرار کرے گا کہ میں تو باعمل ہوں، باصلاحیت ہوں، بہادر ہوں، مخلص ہوں، قربانی دینے والا ہوں میں کیسے غلط ہو سکتا ہوں، تو پھر یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ایسے ہی رویے و مزاج کے مالک فرد یا تنظیم و جماعت تحریک و قوم کی زوال کے باعث بنیں گے، اور ایسی سوچ کی موجودگی میں کامیابی کی امید رکھنا خود کو دھوکے میں رکھنے کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔

18 مارچ 2016

حقائق، حقیقت اور ذہنی ترقی

جب معاملات و اصطلاحات کی تشریح و تعریف اپنی سوچ و اردگرد کی محدود و مخصوص ماحول و کیفیت میں مبتلا ہو کر کیا جائے اور ساتھ ہی ان پہ مکمل یقین کے ساتھ ڈٹ جایا جائے اور پھر دیگر کو سننے اور سمجھنے کی گنجائش کو ختم کیا جائے تو ایسے انسان کی سوچ و خیال اسے بالآخر تنہائی کی جانب دھکیل کر ایسے فیصلے کرنے پر مجبور کر دیتی ہیں کہ اس کی اپنی غلطی اور غلط سمت کی جانب سفر اسے نظر نہیں آتا بلکہ وہ دیگر کو غلط قرار دیتا ہے، لیکن باشعور اور سوچنے والے ایسے انفرادیت پسند کو خاطر میں لائے بغیر ہی آگے کی جانب بڑھے ہیں اور کامیابی ان کے قدم چومے گی۔ بعض اوقات انفرادیت کی قید میں مبتلا لوگ سقراط و افلاطون کے سنہرے خیالات اور اقوال کا سہارا لے کر اُن کی اُس وقت کی معاشرتی خدوخال، سوچ و شعور کے پیمانے اور معاملات کو نظر انداز کر کے صرف چند خوبصورت اور اپنے من پسند جملے ڈھونڈ کر ان ہی کو اپنے سماج اور سیاسی معاملات اور تضادات سے موازنہ کر کے ذہنی اور دلی تسکین حاصل کرنے کی سوچتے ہیں حالانکہ انہیں یہ معلوم بھی نہیں کہ وہ ذہنی دباؤ کے شکار ہو کر تاریکی کی جانب رواں دواں ہیں، اور ان کا ہر قدم اور منفی سوچ انہیں غلط سمت میں بڑی تیزی کی جانب لے جا رہا ہے۔ انہیں یہ بھی معلوم نہیں ہو پاتا کہ ان کی سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت کب کا فوت ہو چکا ہے، اور عہد گذشتہ کے خیالات و کلمات میں خود کو زندہ رکھنے کی ناکام کوششوں میں مصروف ہیں۔ تمام مختلف الخیال لوگوں اور مختلف سماج سے تعلق رکھنے والے لکھنے والوں کی ہزاروں کتابوں میں ہر انسان کی من پسند اور سوچ کے مطابق کچھ نا کچھ مواد موجود ہوتا ہے، تو پھر کیا انسان کو صرف اپنی ہی خواہش اور سوچ کو سامنے رکھ کر ان کلمات سے متاثر ہو کر بغیر اردگرد کے مشاہدے و تجزیے، ان پہ عمل کرنا حقیقت کے زمرے میں آتا ہے؟ جب انسان اپنی ہی پسند و خواہش کے حقائق کے حصول میں سرگرداں ہوں تو وہ بجائے حقیقت پانے کے مزید ذہنی پیچیدگیوں کا شکار ہو جاتا ہے اور صحیح و غلط کی پہچان کو کھو دیتا ہے۔

20 مارچ 2016

غلط فہمی

زندگی میں سب سے زیادہ اگر مجھے کسی چیز کا خوف ہے تو وہ ہے غلط فہمی، کیونکہ یہ انسان کے اپنے قابو و بساط میں نہیں ہے، یہ آپ کے مدمقابل کی ہاتھ میں ہے کہ وہ کب اور کہاں آپ کے بارے میں غلط فہمی کا شکار ہو۔

غلط فہمی وہ بے آواز و بے خبر تلوار ہے جو مضبوط سے مضبوط رشتوں کو منٹوں میں کاٹ دیتی ہے، اگر وقت اور حالات یا کسی موقع پر بھی رشتے بحال ہو جائیں تو پھر بھی وہ پرانے رشتے کی نوعیت باقی نہیں رہتی اور غلط فہمی کی عمر جتنی طویل ہوگی اتنی ہی غلط فہمی کی وباء میں مبتلا ہونے والے انسانوں میں نفرت و دوری زیادہ اثر کرتا رہے گا۔ کسی بھی مسئلے یا معاملے پہ اگر آپ مثبت رویہ اپنانے کے بجائے اپنے ہی دل و دماغ میں فیصلہ یا حتمی رائے قائم کر کے خاموشی اختیار کریں تب آپ کا دماغ ایک ہی پہلو یا رُخ میں پھنس جائے گا، تو پھر آپ مزید پیچیدگیوں کا شکار ہونگے، نتیجہ یہ ہوگا کہ مختلف نفسیاتی امراض انسان کی ذہن کو لپیٹ میں لیکر زندگی کو کرب و مشکلات سے دوچار کر دیں گے، پھر انسان کی اصل صلاحیت اور قوت عمل خود اس کی اپنی ہی ذہنی امراض دیمک کی طرح چاٹ چاٹ کر مفلوج کر دیں گے۔

ہر معاملہ و مسئلہ چاہے وہ آپ کے سامنے رونما ہوا ہو، لیکن اس کے باوجود یہ ایک مثبت انسانی خاصہ ہوگا کہ اس پہ مزید سوچ و بچار اور تحقیق کر کے اور اپنی ذاتی خواہش کے برعکس تمام دیگر پہلوؤں کو مدنظر رکھ کر پھر رائے قائم کرے اور وہ بھی حتمی رائے نہ ہو۔

22 مارچ 2016

امید و یقین

تحریکوں سے لیکر معمولاتِ زندگی کے کسی بھی چھوٹے بڑے ہدف کے حصول پر امید و پختہ یقین نہ ہو تو انسان کو ہر قدم پہ اور ہر مقصد پر ناکامی سے دوچار ہونا پڑے گا۔ عمل کیلئے ہر لمحہ متحرک رہنا ہی کسی منصوبہ وحکمت عملی کو پایہ تکمیل تک لے جا سکتا ہے۔

باعمل اور متحرک زندگی کی پہلی سیڑھی ہی اُمید پر قائم ہے اگر پہلی سیڑھی پہ پہلا قدم ہی ناامیدی و تذبذب کی حالت میں رکھا جائے تو پھر عمل بندگلی میں جا کر دم توڑ دے گا، اُمید اور نا اُمیدی کی پرورش خود آپ کے ذہنی سوچ پہ منحصر ہے کہ کون سا عنصر آپ کے دل و دماغ پہ زیادہ اثر کرے گا۔ اس لئے ہر ایسی خیال وسوچ سے مکمل پرہیز کرنا چاہیے جو خود آپ اور دوسروں کے لیے ناامیدی کا سبب بنے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بعض اوقات ہم اپنے خیال کے مطابق صحیح سوچ یا نیت سے گفتگو کرتے ہیں لیکن ہمیں محسوس تک نہیں ہوتا کہ ہم اپنی باتوں سے دوسرے انسانوں کی امیدوں کے محل کو مسمار کر رہے ہیں کیونکہ دوسرے کے مثبت امیدوں کو توڑنا اس کے کردار، عمل اور متحرک زندگی کو مکمل مفلوج رکھنے کے مترادف ہے۔ مفلوج زندگی سے ایک مثبت کردار وعمل کی توقع رکھنا بے معنی ہے۔

ہمیشہ پُر امید رہنا ناممکن تصور کو ممکن بنا دیتا ہے، سائنسی نقطہ نظر سے لیکر ذاتی تجربہ اور مشاہدے سے بھی یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ہر انسان میں چھپے ہوئے بے شمار صلاحیت موجود ہوتے ہیں، انہیں بیدار کر کے استعمال میں لانا ہے اور چھپے ہوئے صلاحیت اس وقت آشکارا ہوں گے جب آپ امید کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیں اور دلچسپی وتوجہ کے ساتھ ساتھ اپنے اردگرد کے ماحول ومزاج سے مکمل صحیح زانت کے ساتھ ہمیشہ ذہن میں یہ رکھیں کہ میں سب کچھ کر سکتا ہوں اور مجھ میں کرنے کی صلاحیت ہے۔ ضرور ہر ایک انسان کے صلاحیت دوسرے سے مختلف، کم اور زیادہ ہوتے ہیں لیکن ناامیدی اور اپنی صلاحیتوں سے عدم آگاہی انسانی سوچ کی توہین کے زمرے میں آتا ہے۔

23مارچ2016

غلامانہ سماج وغلامانہ رویئے

کسی بھی مخصوص واچانک رونما ہونے والے حالت وکیفیت سے متاثر ہوکر جلد ہی حتمی رائے قائم کر کے فیصلے کرنا کبھی بھی دیرپا ثابت نہیں ہوسکتے، کیونکہ ایسی رائے اور فیصلے انسانی ذہن کو علم، سوچ و بچار کی قوت سے محروم کر کے ہر قدم پر جذباتی لہروں کی جانب لے جا کر اسے اصلیت وحقیقت کی پہچان سے دور کر دیتے ہیں، ایسے منفی اور مضر ذہنی امراض غلامانہ سماج کی بدولت پرورش پاتے ہیں، اور پھر انسان کو علم کے حصول اور عمل کی جانب حرکت کرنے سے روک دیتے ہیں۔

وقتی حالت وکیفیت سے متاثر ہوکر رائے قائم کرنے اور جذباتی فیصلوں سے بچاؤ کا حقیقی طریقہ یہی ہے کہ ہر سمت کا بغور مشاہدہ وتجزیہ کر کے اور ساتھ علمی وعملی رجحان کی جانب متوجہ ہوں تب جا کر انسان غلامانہ سماج کی پیدا کردہ منفی امراض سے اپنے آپ کو محفوظ رکھ سکتا ہے۔ دعوے یا گفتار کی حد تک یا ازخود فیصلوں سے ہٹ کر باعلم وباعمل انسان ہی غلامانہ سماج میں فکری طور پر آزاد ہوتے ہیں اور جب تک کوئی انسان ذہنی وفکری طور پر آزاد نہیں ہوگا، وہ کبھی بھی غلامی کے خلاف اور آزاد سماج کے حصول کیلئے کوئی بھی موثر کردار ادا نہیں کر سکے گا۔ غلامانہ سماج دراصل مختلف ذہنی امراض کی فیکٹری ہوتی ہے اور ان ذہنی یا بالفاظِ دیگر نفسیاتی امراض کا علاج یا احتیاطی تدابیر علم وعمل پہ منحصر ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے سماج کی نبض پہ ہاتھ رکھ کر موثر و دیرپا حکمت عملی تشکیل دینا ہے، بصورت دیگر سماج آہستہ آہستہ غلامانہ امراض کی وباء میں ایسا مبتلا ہوگا کہ پھر سماجی تبدیلی وترقی صرف ایک خواب ہی ہوگا۔

24مارچ2016

تحقیق اور سنی سنائی باتیں

تحقیق، وہ سائنسی طریقہ کار ہے، جس کی اہمیت وافادیت سے ہر ذی شعور انسان اپنی بساط کے مطابق واقفیت رکھتا ہے لیکن تحقیقی عمل اور رجحان سے زیادہ تر لوگ بیگانہ ہیں۔ لفاظی اور اظہار کی حد تک ہمیشہ لفظ تحقیق بے دھڑک استعمال ہوتا ہے، لیکن حقیقی میدان میں زندگی کا سفر اس سائنسی عمل کے بغیر جاری وساری رہتا ہے۔ ہر طرف سنی سنائی باتوں کا راج ہے۔ کسی ایک پیغام یا معاملے کو ایک جگہ سے دوسرے جگہ پر منتقل کرتے کرتے اس کی اصل حقیقت تبدیل ہو جاتا ہے۔ کسی بھی نوعیت کے مسئلے کو قبل از تحقیق کسی خاص ذاتی سوچ وخواہش کے منظر، نتیجہ یا فیصلہ کو اپنے ذہن میں لیکر پھر تحقیقات شروع کرنا بھی خود تحقیقی سوچ اور عمل کی بے حرمتی ہے۔ جب یہ غیر سائنسی یعنی عدم تحقیق کا رویہ وسوچ کسی بھی فرد، قوم، تحریک، تنظیم یا پارٹی میں موجود ہو تو ردعمل میں انتشار، بگاڑ اور نفرت جنم لیکر ہم آہنگی اور مضبوط دوستی کے رشتے دشمنی میں بدل جاتے ہیں۔ گفتار اور اظہار سے ہٹ کر اگر ہم عملاً حقیقی تحقیق سے مکمل باعلم ہو کر اپنے نقطہ نظر کو تحقیق کا جامہ پہنا کر ہر چھوٹے بڑے معاملے اور کیفیت میں تحقیقی عینک سے چیزوں اور معاملوں کے منفی اور مثبت پہلوؤں پر نظر ڈالیں تو انسان کبھی بھی غلط فیصلوں کا شکار نہیں ہوگا۔

26مارچ2016

تصور کو حقیقت میں بدلنا

بعض اوقات انسان اپنے ذہن میں اپنی من پسند و مخصوص سوچ کو لیکر اس لیے اس پر مکمل ڈٹ جاتا ہے کیونکہ وہ اس کو اہم قرار دے چکا ہوتا ہے اور دوسرے کی مثبت اور وسیع سوچ کو غلط و ناقص سمجھ کر اسے تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہوتا کیونکہ وہ زندگی کا ایک طویل عرصہ ایک ہی مخصوص ماحول میں گذار چکا ہوتا ہے اور معاملات زندگی کو اپنے خیال کے مطابق سمجھ بوجھ کر اپنا ذہن بنا چکا ہوتا ہے۔ ایک ہی ڈگر پر چلنے کا عادی ہو چکا ہوتا ہے۔

ایسے لوگ ذہنی ترقی و تبدیلی سے خوف زدہ ہوتے ہیں، کہ کہیں ایسا نہ ہو دیگر ترقی اور تبدیلی کو تسلیم کرنے سے میری سوچ اور زندگی متنازعہ نا ہو جائے، یہی سوچ یا بالفاظ دیگر خوف ہمیشہ انسان کی پوشیدہ صلاحیتوں کو قتل کر کے ہمیشہ کیلئے اسے فضول اور بے معنی قید خانے میں مقید کر دیتا ہے اور پھر انسان سکون اور چین کی زندگی نہ پاتے ہوئے خود اپنے لیے ایک بوجھ بن کر مختلف ذہنی و نفسیاتی امراض کا شکار ہو جاتا ہے۔ آہستہ آہستہ یہی ذہنی امراض وسعت پا کر برائے راست انسانی جسم پر اثر انداز ہو کر انسان کو مختلف جسمانی امراض میں بھی مبتلا کر دیتے ہیں۔ عرب یا یورپی باشندوں کے ماضی کی فرسودہ روایتی پسماندہ خیالات کو ذہن میں لیکر اور آج ان کی ذہنی ترقی کو مدنظر رکھ کر اگر موازنہ کریں تو آسانی کے ساتھ اس نتیجے پر پہنچا جا سکتا ہے کہ پہلے سوچ کی ترقی و تبدیلی اس کے بعد توجہ دلچسپی ایک فرد سے لیکر پورے قوم کی زندگی کو بہتر بنا سکتا ہے۔ کیا آپ کے باپ دادا کی سوچ آپ کی سوچ سے مختلف نہیں تھی؟ اگر ہاں، تو پھر اس ذہنی ترقی کو آپ کیا نام دینگے؟ وقت اور حالات کے اثرات ہاں واقعی حالات کی مہربانی ہوتی ہے، اس لیئے وقت کے اثرات کے ذریعے ترقی کا عمل بہت سست رفتاری سے نازل ہوتا ہے۔ تقاضہ یہی ہے کہ وقت و حالات کی رحم و کرم والی سوچ سے نکل کر از خود ذہنی ترقی کی تمام کھڑکیاں کھول کر آج سے یہ فیصلہ کرنا ہوگا کہ مجھے سمجھنے اور سیکھنے کے عمل

کا حصہ بن کر اپنی سابقہ محدود خیالی دنیا سے نکل کر حقیقت کی وسیع دنیا میں قدم رکھنا ہے اور پھر کامیابی کی ناممکن تصور خود ممکن کی صورت میں نمودار ہوگا۔

ضرور، یہ اتنا آسان نہیں جتنے آسانی سے ذہنی ترقی وتبدیلی بیان ہوتی ہے، لیکن یہ مشکل صحیح، ناممکن نہیں ہوتی۔ سماج کی تبدیلی وترقی کی خاطر ایک مثالی کردار نبھانے کیلئے اپنی سابقہ محدود سوچ وخیالات سے مکمل دستبردار ہونا ہوگا، نہیں تو صرف اپنے مخصوص سوچ، مخصوص ماحول، ایک مخصوص گروپ کی نظر میں آپ سب کچھ ہو اور سب کچھ کر رہے ہو لیکن حقیقت کے آئینے میں دیکھا جائے تو آپ کو کچھ دکھائی نہیں دیتا۔

27مارچ2016

اعتبار پہ بے اعتباری

بھروسہ جب ختم ہوجائے تو عمل یا تو سست پڑ جائے گا یا پھر مکمل رُک جائے گا، بے اعتباری و بد اعتمادی کی فضاء میں انسان کو ہمیشہ چیزوں کا منفی پہلو ہی نظر آئے گا یا خود ہی منفی نظر اپنا کر منفی نتائج اخذ کرے گا اور مثبت سوچ و نظر ختم ہوجائے گا اور پھر بدگمانی کی صحرا میں ہر عمل، سوچ، محنت، فکر، قربانی، سچائی، مخلصی، دلیل، نیت، ارادے، عزم اور تمام کے تمام مضبوط رشتے ریت کی دیوار کی طرح ڈھیر ہوجائیں گے۔ اگر پھر بھی ایسی صورتحال میں رشتے قائم بھی رہیں تو ان کی حیثیت کسی جگہ رکھے مجسمے سے زیادہ نہیں ہوگا، جو صرف ظاہر تو رہتے ہیں لیکن حرکت و عمل سے خالی۔

ایسی نوعیت کے قائم رشتوں سے موثر عمل کی امید رکھنا بے وقوفی کے زمرے میں آتا ہے۔ اگر کوئی اس دلیل و جواز سے اپنے دل کو تسلی دے کہ شک کرنا انقلابی عمل کا جُز ہے یا مکمل اعتبار کرنا اندھی تقلید کے زمرے میں آتا ہے تو شاید ایسے انسانوں نے معاملات اور چیزوں میں ملاوٹ کر کے زمان و مقام، حد و پیمانوں کو نظر انداز کر کے اپنی پسند و خواہش کی تعریف ذہن میں رکھ کر فیصلہ کیا ہے۔ مسلسل عمل کی سوچ و نیت کا بنیادی اصول و فرض اور اہم شرط مکمل بھروسہ ہے، مکمل بھروسے کے بغیر صرف خاطر داری، ذاتی سنگتی، سماجی آداب، شخصی احترام اور خوف و مجبوری کے بنیاد پہ قائم رشتے اگر آج نہیں تو کل ضرور نفرت، انتشار کی شکل میں نمودار ہونگے۔ اول مکمل بھروسہ، بعد میں عمل۔

ہاں! اگر دوران سفر کسی مقام پہ شک و بدگمانی کی صورتحال پیدا ہوتی ہے تو پھر مثبت طریقے سے کھل کر اس وقت تک متعلقہ مقام پہ اپنا اظہار کرتے رہو اور اپنے ذہن میں جنم لینے والی بدگمانی و شک کے تمام تر پہلوؤں پہ کھل کر بات کرو۔

28مارچ2016

بہانہ اور دلیل میں فرق

ایک محدود مدت تک ہو سکے جھوٹ کا طوفان سچائی کے چہرے کو دھندلا سکے لیکن جھوٹ کی عمر کبھی بھی طویل نہیں ہوتی۔ دنیا کا سب سے آسان کام اپنی کمزوریوں اور کوتاہیوں کو دوسروں کے کھاتے میں ڈالنا اور اپنی من گھڑت و ناجائز اعمال کو اطمینان بخش قرار دینا ہے، لیکن وقت بڑا بے رحم ہے اور ایسے انسان کو اپنے ان منفی اعمال کا بہت بڑا قیمت چکانا پڑتا ہے اور بلآخر پستی و زوال کے صحرا میں در بدر ہو جاتا۔

جھوٹ اور بہانے وقتی طور پر طاقتور ہو کر دلیل پہ حاوی ہو سکتے ہیں لیکن فتح کا سورج ہمیشہ دلیل و سچائی کی صورت میں طلوع ہوگا۔ یہ انسانی فطرت ہے کہ اپنی غلطیوں کو نہ مان کر اور پھر دوسروں کو غلط ثابت کرنے کیلئے انسان غلطی پہ غلطی کرتا جاتا ہے اور پھر آخر کار یہ تمام غلطیاں اس کے گلے کا طوق بن جاتی ہیں، جس سے پھر چھٹکارا بھی ممکن نہیں ہوتا۔ یہ دنیا مختلف الخیال لوگوں سے بھرا پڑا ہے اور ایسے لوگ کثیر تعداد میں ملیں گی جو پُر جوش حمایت، حوصلہ افزائی اور صفت و ثناء میں دن رات ایک کرتے ہیں لیکن یہ انسانی عقل و سوچ کا تقاضہ ہے کہ یہ دیکھا جائے حمایت اور صفت و ثناء کرنے والے کی سوچ، علم و عمل اور نیت و تجربہ کہاں پہ کھڑا ہے۔ اگر اسی سائنسی طریق پہ انسان کاربند ہو کر سوچ و بچار کے ساتھ آگے بڑھے تو غلطی کی گنجائش بہت کم رہ جاتی ہے۔

31 مارچ 2016

ظاہر و باطن کی کشمکش

فریب، دھوکہ، نفرت اور بگاڑ کے بنیادی اسباب میں سے ایک اہم سبب یہ ہے کہ انسان دورخی ہو، بعض اوقات انسان ظاہری طور پہ مصنوعی صورت بنا کر خود کو حقیقت کی سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کرتا ہے لیکن اکثر اوقات ہم سے یہ بھول ہو جاتی ہے کہ باطن و ظاہر کی کشمکش میں باطن طاقت ور ہوتا ہے، انسان لاکھ کوشش کرے باطن کو پوشیدہ رکھنے کیلئے لیکن ایک موقع ایسا آتا ہے کہ اس کا باطن عیاں ہو جاتا ہے۔ اس لئے یہ لازمی ہے کہ انسان جیسا ہے اپنے آپ کو ویسا ہی پیش کرے۔ کم از کم یہ کوشش کرنا چاہیئے کہ اپنے قابل بھروسہ و قابل یقین دوستوں کے سامنے انسان مصنوعیت کے خول سے نکل کر اپنا ظاہر و باطن کو ایک ہی رنگ میں پیش کرے کیونکہ مصنوعی رشتے ایک مقام پہ آکر نفرت و خطرناک دشمنی کی صورت اختیار کر لیتے ہیں، اس لئے اپنے اصل کو ظاہر کر کے مدمقابل کی اصلیت سے واقف ہونا کامیاب مستقبل کی علامت ہے۔

باصلاحیت انسانوں کا ہمیشہ یہ خاصہ رہتا ہے کہ وہ مصنوعیت و فریب کی خول سے نکل کر بلا جھجک اپنے باطن کو تسلیم کرتے ہیں، جبکہ بعض انسان صرف اظہار کی حد تک یہ کہتے نہیں تھکتے کہ میں جیسا ہوں ویسا ہی ہوں لیکن بار بار کی تکرار کے دوران باطن خود ظاہر ہو جاتا ہے اور پھر اسی مصنوعی اظہار سے فریب و دھوکہ دہی کی روایت جنم لے لیتی ہے، کیونکہ مصنوعیت اکثر دھوکہ دینے کی نیت سے ہوتا ہے اور یہ یاد رکھنا لازمی ہے کہ مصنوعی عمل انسان کے کردار کو داغدار کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے عمل کرنے کی صلاحیت کو مفلوج بھی کر دیتا ہے۔

01اپریل2016

برتر اور کمتر والی سوچ

نفرت کی زنجیریں اس وقت مضبوطی اختیار کر لیتے ہیں جب خود کو برتر اور دوسروں کو کمتر اور نیچا دکھانے کا رواج عام ہو جائے، اکثر اوقات لوگ ہنسی مذاق میں دوسروں کی بے عزتی، تذلیل اور کردار کشی کا حربہ استعمال کرتے ہیں اور ایسے فرد کو صحیح معنوں میں اندازہ بھی نہیں ہوتا کہ مدمقابل بیٹھے انسان پہ کیا گزر رہی ہے اور پھر ایسی پست ذہنیت کے حامل لوگ ہمیشہ خود اپنی زبان و رویے سے اپنی بچی کچھی قدر و عزت کو خاک میں ملا دیتے ہیں۔ اپنی تعریف کے غرض سے دوسروں کو ناچیز اور کم تر دکھا کر یہ پیغام بلواسطہ یا بلاواسطہ دے رہا ہوتا ہے کہ میرے سوا کوئی نہیں یعنی سب کچھ ''میں'' والی سوچ، جو فرد سے لیکر تنظیم و قوم تک کو زوال سے دوچار کر سکتا ہے۔ انسانی تاریخ کے اوراق کو پلٹ کر دیکھا جائے تو ہمیں بہت سے ایسی سچائیاں ملیں گی جو آج عبرت کے نشان بنے ہوئے ہیں۔

01اپریل2016

خوف سے خوفزدہ

خوف کی دنیا اندھیرے پہ مشتمل ہے، خوف ہر لمحہ انسان کی سوچ، اس کی صلاحیت اور قوت فیصلہ کو دیمک کی طرح چاٹ لیتا ہے، نفسیاتی حوالے سے خوف کے دو اقسام ہیں، ایک خوف برائے احتیاط، دوسرا خوف برائے بزدلی، جب احتیاط انتہا کو پہنچ جائے تو پھر بزدلی کی شکل اختیار کر لیتا ہے، اور انسان کی تمام تر ہنر و صلاحیت ماند پڑ جاتے ہیں، پھر انسان صرف ایک زندہ لاش کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ جس سے کوئی بھی شخص ایک ایسی کیفیت میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ ہر وقت دوسروں کو غلط قرار دینے میں لگ جاتا ہے اور کمال ہنر مندی سے اپنے خوف و بزدلی کو عقل مندی و ہوشیاری کے پردے میں چھپانے کی کوشش کرتا ہے، ایسے کردار کے مالک راہ فرار کی خاطر کچھ وقت کے لئے حقیقت کے چہرے کو مسخ کر کے چند ایک لوگوں کو بے وقوف و گمراہ تو کر سکتے ہیں لیکن وقت کی بے رحم حقیقت اور انصاف کے سامنے آخر کار تمام بے بنیاد جواز اور بہانے دم توڑ دیتے ہیں۔ پھر خوف کی دنیا میں جینے والا فرد خود اپنے لئے نفرت قائم کرنے کی بنیاد ڈال دیتا ہے اور ساتھ خود بھی دوسروں سے نفرت کرنے لگتا ہے۔

خوف زدہ انسان پھر تمام اچھے اعمال کو اپنی خواہش و پسند کے مطابق غلط تشریح کر کے ذہنی تسکین حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ انسان لاکھ کوشش کرے، اپنے دل و دماغ کو تسلی دے، حقیقت و سچائی تو ابدی ہوتی ہے، انہیں جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ اس لئے یہ لازمی امر ہے کہ اپنے خوف و بزدلی کو خوبصورت بہانوں اور دلیلوں کے ساتھ پیش کرنے کے بجائے براہ راست یہ تسلیم کیا جائے کہ میں خوف کے مرض میں مبتلا ہوں۔

04 اپریل 2016

بند دروازے

غلام سماج کی آزادی کی جہد اس وقت موثر ثابت ہوسکتی ہے، جب مسلسل جہد وعمل اور متحرک رہنے کے ساتھ ساتھ ایک واضح ہدف اور حکمت عملی بھی انسان کے سامنے ہو کہ مجھے کیا کرنا ہے اور کس طرح کرنا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ وقت وحالات کے سبب کبھی کبھار حکمت عملی میں تبدیلی لانی پڑتی ہے۔ بغیر واضح ہدف وحکمت عملی کے ہاتھ پاؤں مارنا تاریکی میں سفر کرنے کے مترادف ہے۔ اگر حکمت عملی کے ساتھ عمل کیا جائے تو انسان کبھی نہ حوصلہ ہارتا ہے اور نہ ہی ناامیدی کے مرض میں مبتلا ہوتا ہے۔

بغیر حکمت عملی ومنصوبہ بندی کے سرگرم رہنا ایک ہی گول دائرے میں چکر لگانے کے مصداق ہے، جہاں پہ حرکت تو ہوتی ہے لیکن فاصلے نہیں کٹتے۔ یہ سوچنا اور سمجھنا ہوگا کہ انفرادی مثبت سوچ، صلاحیت، حکمت عملی اور توانائی ملکر ایک مضبوط ڈسپلن کی تشکیل میں مدد دیتے ہیں، جو ایک تنظیم کی شکل اختیار کر کے جدوجہد کو کامیابی سے ہمکنار کر دیتا ہے۔ تسلسل کیلئے ایک عادت ڈال دی جائے کہ ہر رات سونے سے قبل یہ سوچیں کہ میں نے آج قوم، تحریک اور تنظیم کیلئے کیا کیا؟ جو ذمہ داری آپ کے ذمے تھا، انہیں کہاں تک نبھایا، اگر سوچنے کے بعد آپ کے سامنے جواب نفی میں آیا ہو تو یاد رکھنا چاہیے کہ یہ کسی المیے سے کم نہیں۔ اگر کوئی اپنی غیر ذمہ داری پہ بے چین ہونے کے بجائے خوشی محسوس کرے تو یہ انسان کے کردار کی زوال کی علامت ہے۔

جب تک آپ کی اپنی دلچسپی اور توجہ ختم نہ ہو اس وقت تک دنیا کی کوئی طاقت آپ کی صلاحیت، ہمت اور عمل کے سامنے بند نہیں باندھ سکے گا۔ معاشرے میں ہر انسان کو اپنا موثر کردار ادا کرنے کا موقع ملتا ہے بشرطیکہ کہ اس کے پاس کردار ادا کرنے کی توجہ، خواہش اور ارادہ ہو۔ مضبوط ارادے اور توجہ ودلچسپی وہ ہتھیار ہیں جو عملی زندگی کی تمام پیچیدہ، سخت اور بند دروازوں کو کھول کر آگے بڑھنے کا حوصلہ دیتے ہیں۔ تاریخ کے ناقابل تردید حقیقت سے لیکر ذاتی تجربے تک یہ سائنسی طریقہ سو فیصد کارگر ہے، صرف عمل کی تڑپ باقی ہو۔

05اپریل2016

کچھ نہیں ہوا ہے

انسانی نفسیات کے اس پہلو پہ اگر غور کیا جائے کہ انسان ہر اس معاملے اور چیز کو بھول جاتا ہے جس میں اس کی توجہ اور دلچسپی کم ہو۔ یہ پہلو چیزوں کے بارے میں عدم دلچسپی کے علاوہ عدم اہمیت کے رجحان کو بھی پروان چڑھاتا ہے۔

عدم دلچسپی وہ نفسیاتی مرض ہے جو انسان کو اپنے اردگرد کے ماحول اور چیزوں سے بے خبر کر کے ہر کام کو یا تو فراموش کر دیتا ہے یا پھر بگاڑ دیتا ہے۔ دنیا میں رونما ہونے والے واقعات و معاملات بلاوجہ نہیں ہوتے، ان کے پیچھے چند ایک وجوہات کارفرما ہوتے ہیں، ہر معاملے کو فراموش کرنے سے مسائل و معاملے وقتی طور پہ دب تو ضرور جائیں گے لیکن ان کا مستقل حل سامنے نہیں آئے گا۔ جب تک ہر معاملے اور مسئلے کے تمام سائنسی اور نفسیاتی پہلوؤں پہ غور کر کے باریک بینی سے سوچ بچار کے بعد کوئی طریقہ سامنے نہیں آئے، تب تک مسائل کا حقیقی معنوں میں حل بھی ناممکن ہے۔

چھوٹے بڑے کام کی بابت عدم دلچسپی کے مرض کو جب انسان اپنے اندر محسوس کریں، تو بجائے خاموشی اختیار کرنے کے اس مرض کے وجوہات کو اپنے قابل بھروسہ اور متعلقہ سرکل میں کھل کر بیان کریں تاکہ اس مرض کا علاج ممکن ہو بصورت دیگر عدم اہمیت یا عدم دلچسپی کا رجحان انسان کے ذہن کو منتشر کر کے اسے مایوسی میں مبتلا کر دے گا۔

06اپریل2016

انسان کی خود پرست حیوانی فطرت

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کوئی آپ کے سامنے بیٹھ کر دوسروں کی خامیاں بڑے خوبصورت انداز میں بیان کرنا شروع کر دے تو آپ کو بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ یہ دوسرے کی خامیاں نہیں بلکہ اپنے اندر کی کمزوریوں کو بیان کر رہا ہے کیونکہ انسان ہمیشہ اس تلخ حقیقت سے لاعلم ہوتا ہے کہ وہ تمام خامیاں و کمزوریاں جو وہ دوسروں کے بارے میں جانتا ہے یا بیان کرتا ہے وہ مختلف شکل وصورت میں خود اسی میں موجود ہیں، اور بعض جگہوں پر تو رنگ وصورت بھی یکساں ہوتے ہیں لیکن اس کے باوجود انسان خود نہیں جان پاتا، کیونکہ جب انسان خود پرست وخود پسند حیوانی عادت اپنا لیتا ہے تو اسے ہر قدم پہ صرف اپنے ذاتی فائدے ومقصد کے علاوہ دیگر کے متعلق احساس اور جذبات محسوس نہیں ہوتے۔

ایک ایسا انسان اپنی خامیوں پہ نظر ڈالنے کے بجائے خود کو صحیح ثابت کرنے کیلئے شب وروز اپنی تعریف اور صفت وثناء میں لگا رہتا ہے، ایسی خوش فہمی وخام خیالی میں مبتلا انسان جب تک اپنے منفی عادتوں سے چھٹکارہ نہیں پائے گا، اس کا اظہار وگفتار چاہے کتنی بھی حقیقت پہ مبنی ہو، اثر نہیں رکھے گا۔ ایسے رویوں وخامیوں کے مالک انسان جب تک اس مرض سے شفایاب نہیں ہوتا، تب تک وہ کبھی بھی اپنے قرب وجوار کے انسانوں کو مطمئن نہیں کر سکے گا۔

07اپریل2016

خود کا جائزہ لو

اس حقیقت سے کوئی باشعور انکار نہیں کرسکتا کہ ہر اجتماعی عمل اور جہد مسلسل کی بنیاد اور کامیابی کی ضمانت اور اولین شرط، اپنے ہم فکر و ہم خیال ہمسفروں کی نیک نیتی اور خلوص پہ منحصر ہوتا ہے، اور انا پرستی وہ قینچی ہے جو ہمیشہ ہم خیال اور فکری رشتوں کو بے دردی سے کاٹ دیتا ہے، پھر انسان تنہائی کا شکار ہو جاتا ہے۔ انا پرست جو بھی ہو، جیسا بھی ہو اس کی فطرت ہوتی ہے کہ میں ہی سب سے اعلیٰ اور سب سے دانا ہوں کیونکہ انا پرستی نے اس کا مزاج ہی ایسا بنا دیا ہوتا ہے کہ وہ خود کا جائزہ نہیں لے سکتا، اور جو انسان خود کا جائزہ لے گا اسے اپنی صلاحیت اور کردار کا صحیح معنوں میں علم و اندازہ ہوگا اور کبھی بھی اپنے حوالے سے خام خیالی و خوش فہمی میں بھی مبتلا نہیں ہوگا۔

08اپریل2016

انقلاب اور کاروبار

روزمرہ زندگی یا عام انسانوں کی سوچ، کردار، رہن سہن اور رویئے کو لیکر اگر کوئی انقلابی بھی اُسی سوچ پہ کاربند ہو تو نیم انقلابی ہوسکتا ہے لیکن اسے مکمل یا پختہ انقلابی کہنا لفظ انقلاب کی توہین ہوگی۔ انقلابی انسان عام معاشرتی سوچ وخصلات سے بالاتر ہوکر انقلابی عمل کا حصہ ہوتا ہے، اگر انقلابی کی سوچ، رویہ اور عادتیں کسی عام انسان کی سوچ، رویے اور خصلت سے مشابہت رکھتا ہو تو وہ کسی بھی صورت عوام کی سوچ وذہن پہ اثر انداز نہیں ہوسکے گا کیونکہ جب فرق باقی نہیں رہے گا تو بھروسہ اور اثر بھی نہیں رہے گا۔

انسانی تاریخ میں کئی بار ایسا ہوا ہے کہ انقلابی عمل یا انقلابی تحریک انقلابی سوچ سے ہٹ کر آخر کار کاروبار کی شکل اختیار کر گیا ہے کیونکہ جب انقلابی عمل سے منسلک انسانوں کی سوچ مکمل شعوری یا پختہ نہ ہو تو متچتا انقلاب کے کاروباری زندوگزراں کی صورت اختیار کر کے زوال کی جانب بڑھے گا۔ پسماندہ وفرسودہ غلامانہ سماج کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے انسان، عام انسانی سوچ سے الگ ہوکر انقلابی عمل کا حصہ بن کر انقلابی سوچ پر مسلسل عمل پیرا ہوں تا کہ عام انسان انقلابی رویوں اور انقلابی اقدامات سے متاثر ہوکر انقلابی عمل کا حصہ بنیں۔ اکثر لوگ انقلابی عمل کا حصہ بنتے وقت ایک مکمل انقلابی سوچ کو لیکر میدان میں قدم رکھتے ہیں لیکن بعد میں نیم انقلابی بن جاتے ہیں اور اس کا ذمہ دار واقعات وحالات کو ٹھہراتے ہیں یا مختلف بے بنیاد جواز اور وجوہات بیان کرتے ہیں لیکن یہ بے شعوری کے علاوہ کچھ بھی نہیں، اور المیہ اس وقت جنم لیتا ہے جب پختہ انقلابی، نیم پختہ انقلابیوں کی سوچ وخصلت سے متاثر ہوکر وہی سوچ اپنا لیتا ہے اور دلیل یہ پیش کرتا ہے کہ اکثریت تو اسی نیم پختہ سوچ پہ گامزن ہیں میں کیوں مکمل انقلابی بن جاؤں، اور یہ ایسی دلیل ہے کہ میں منفی سوچ اور تنگ نظر، روایتی اور خودغرض سوچ کو اپنے صاف شفاف عمل سے کاؤنٹر کرنے کے بجائے خود ہی اسی رُخ پہ گامزن ہو جاؤں۔ ایسی صورتحال میں تبدیلی کا عمل مکمل رُک جائے گا اور ہمیں خود ہی سوچنا پڑیگا کہ کیا یہ منفی سوچ کی حوصلہ شکنی کے بجائے مکمل حوصلہ افزائی کے زمرے میں تو نہیں آتا؟

09اپریل2016

پست معیار کا خاتمہ، لیکن کرے گا کون؟

جذبات وتصورات یا خوشگوار ماحول سے متاثر ہوکر یا پھر جبر کی زد میں آنے کے بعد بعض لوگ تحریکِ آزادی کا حصہ تو بن جاتے ہیں لیکن جب تحریک کی کوکھ سے جنم لینے والے مصائب ومشکلات، تکالیف وآزمائش اور دشمن کی ظلم وبربریت کھل کر سامنے آتا ہے تو ذہن غلط وصحیح کی تسبیح پڑھنا شروع کر دیتا ہے کہ میں جس راستے پہ گامزن ہوں، آیا وہ کس حد تک صحیح یا غلط ہے؟ یہیں سے انسان کی سوچ، علم، شعور، صلاحیت اور عمل تذبذب کا شکار ہوگئے تو قدموں میں تھکاوٹ اور ذہن پر خوف حاوی ہوجاتا ہے۔ اصل سچائی اور حقیقت یہی ہے لیکن انسان اس حقیقت سے انکاری ہوکر بے بنیاد اور من گھڑت بہانوں اور جواز کی بیساکھی کا سہارا لیکر اپنی کمزوری وکوتاہیوں کو دوسروں کے سر انتہائی آسانی کے ساتھ ڈالنا شروع کر دیتا ہے۔ پھر مسلسل دوسروں کو غلط ثابت کرنے کی خاطر اور خود کو صحیح ثابت کرنے کیلئے حقائق کو پاؤں تلے روند کر جھوٹ پہ جھوٹ والا منفی حربہ استعمال کرتا ہے اور اُن لوگوں سے اپنا تعلق استوار کر کے مہر ومحبت کا اظہار کرتا رہتا ہے جو راہ فرار کی گندی ندی میں نہاتے ہیں۔ ایسے لوگ ایک دوسرے کیلئے ہمدردیاں جتانے کے ساتھ ساتھ ایک دوسرے کی بھرپور حوصلہ افزائی اور صفت وثناء بھی کرتے ہیں تاکہ اپنے دل کو جھوٹی تسلی دیں کہ ہم کل بھی اچھے تھے اور آج بھی اچھے ہیں اور آنے والے کل کو بھی اچھے ہی ہوں گے۔ راہ فرار اختیار کرنے والے اپنے آپ کو سب سے زیادہ غمخوار، مخلص، سچا اور حقیقت پسند ظاہر کر کے کبھی کبھار مگرمچھ کے آنسو بہانے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ اگر مایوس وناامید انسان ٹھنڈے دماغ سے اس حقیقت کو تسلیم کریں کہ میں غلط، میری سوچ غلط لیکن دھرتی کے فرزندوں کی لہو سے آبیاری پانے والا راستہ اور منزل اور اس کے مسافر غلط نہیں جو بلاغرض ولالچ قومی جذبے سے سرشار ہوکر آج بھی قربانی دے کر میدان عمل میں دشمن کے خلاف برسرپیکار ہیں۔

اگر انسان اپنے خوف اور کمزوریوں کو تسلیم کر کے دوسروں کے ذہنوں میں منفی تاثر ابھارنے کے بجائے صرف یہ اخلاقی جرات کرے کہ میں تو تھک گیا ہوں، مایوس ہوں، اور خوف کے مرض میں مبتلا ہوں لیکن جو راستہ میں چھوڑ کے آیا ہوں وہ سچ اور حقیقت کا راستہ ہے، اور ایسا کرنا فرسودہ وبے معیار روایت کو مسمار کرنے کا آغاز ہوگا۔ لیکن ایسا کرے گا کون؟

10اپریل2016

خاموشی کا پیغام

علم نفسیات کے تناظر میں خاموش رہنا یا خاموشی اختیار کرنا کبھی بھی بلا وجہ نہیں ہوتا، خاموشی کے پس منظر میں ضرور کوئی نہ کوئی اہم وجہ کارفرما ہوتا ہے۔ نفرت، عزت، شرمندگی، شک، بدگمانی، ناراضگی، غصہ، لحاظ داری، الجھن، احتیاط، عدم اطمینان، پاگل پن، عقل مندی، دوراندیشی، غلط فہمی، صبر و برداشت، غرور، تکبر، انا، ضد، ہٹ دھرمی، بے بسی، خوف، لالچ سے لیکر خود کو اعلیٰ تصور کرنے والا رویہ ضرور انسانی سوچ پہ حاوی ہوتے ہیں۔

اگر کوئی اپنی خاموشی کی وجہ جملہ ''کچھ بھی نہیں'' والے فارمولے پہ بضد ہے تو یہ جان لینا چاہیئے کہ وہ آپ پہ بھروسہ نہیں کر رہا، یا بھروسے کے لائق نہیں سمجھتا کہ اپنے دل کی بات یا حقیقت حال آپ کے سامنے کھل کر رکھ دے اور یہ قابل غور نقطہ ہے کہ خاموشی والا رویہ جتنا طویل ہوگا، غلط فہمیاں بھی اتنی ہی زیادہ جنم لیں گی اور تعلقات میں بہتری کے بجائے کشیدگی پیدا ہوگی اور ساتھ ہی پھر نفرت کا ماحول بڑی تیزی سے نشوونما پائے گا۔ ایک وقت پھر ایسا آئے گا مضبوط دوستی کے رشتے دشمنی کی شکل اختیار کر لیں گے۔ اس لئے یہ کوشش ہونا چاہیے کہ بجائے خاموشی اختیار کرنے کے مناسب جگہ اور مناسب انداز میں جذباتی پن سے گریز کرتے ہوئے مدلل انداز میں اپنی بات اور حقیقتِ حال کو سامنے لائیں تاکہ جو خیال، الجھن یا سوال آپ کے دل و دماغ کو بے چین کر رہے ہیں، وہ سامنے آئیں اور اس کا منطقی اور شعوری حل بھی ملے۔ ایسی صورت میں قوی امکان ہے کہ سماجی، سیاسی، فکری، نظریاتی وہم خیال رشتے بہتر انداز میں بحال ہوں۔

14 اپریل 2016

اعتماد اور اندھا اعتماد

ہر انسان زندگی میں اگر زیادہ نہیں کم از کم اپنے ایک دوست پر مکمل اندھا اعتماد کرتا ہے اور اپنی حقیقت سامنے کھل کر رکھ دیتا ہے، ویسے ایک شخص بہت سے لوگوں پر اعتماد کر سکتا ہے، لیکن صرف ایک ہی پر اندھا اعتماد کیوں؟ پیمانہ کیا ہے اور کس بنیاد پہ یہ فیصلہ لیتا ہے؟ اور کن کن امتحانوں سے گزر کر یہ فیصلہ کرتا ہے؟ اہم وجہ نیک نیتی، رازداری اور راز کو آخر زندتک راز رکھنے کی توقع وامید۔ صبر و برداشت، خود غرضی سے پاک، درد کو محسوس کرنے، مثبت رویہ اور مستقل مزاجی کو لیکر سب سے زیادہ خیالات کی مکمل ہم آہنگی کے پیش نظر اندھے اعتماد کی بنیادیں رکھتا ہے، لیکن غلط فہمی وہ بے درد اور بے آواز مرض ہے، جو کسی بھی وقت انسان کو لاحق ہو کر مضبوط دیواروں کو ہلا کر کمزور کر دیتا ہے۔ بااعتبار رشتوں کے درمیان خدشات، تحفظات، شک اور بدگمانی کے بارے میں دل کھول کر اظہار کرنا، وہ واحد ہتھیار ہے جو غلط فہمی کو پیدا ہوتے ہی موت کی گھاٹ اتار دیتی ہے۔ کسی کے بھروسے سے ناجائز فائدہ اٹھانا کم فہم، تنگ نظر اور خود غرض انسان کی واضح علامت ہے۔ کوئی اگر یہ سمجھے کہ وہ بے عقل، بے وقوف اور سادہ مزاج تھا اور میں نے عقل مند، ہوشیار اور دانا ہو کر فائدہ اٹھایا تو یاد رکھیں نہ دھوکہ دینے والا ہوشیار، قابل اور چالاک ہے، نہ دھوکہ کھانے والا بے وقوف نالائق وسادہ ہے بلکہ وہ وجہ اعتبار ہی ہے جو رشتوں میں کسی کو عقلمند اور دوسرے کو بیوقوف ثابت کر دیتی ہے۔

17اپریل2016

سیکھنا ہے تو بولنا چاہیئے

بعض انسانوں کیلئے اپنا رویہ اس وقت باعث نفرت و باعث تکلیف بن جاتا ہے، جب وہ اپنی اصل سوچ و ذہن میں بننے والے خاکے مدمقابل کو نہ سمجھا سکیں، اسکے باعث انسان بے بس ہوکر مزید الجھن اور پریشانی کا شکار ہوجاتا ہے اور اپنی ہی ذات کو ناکام و نالائق تصور کر کے خاموش رہتا ہے اور مکمل ہمت ہار کر پھر دوبارہ اظہار کرنیکی کوشش اور جسارت بھی نہیں کرتا۔ اس صورتحال میں اول انسان کو کبھی ہمت ہارنا نہیں چاہیئے، وہ مسلسل اور بار بار کوشش کرے تاکہ اپنی اصل بات کو اپنے مدمقابل کو سمجھا دے اور اس سوچ کو وہ اپنے ذہن سے نکال دے کہ میں اگر جو الفاظ اپنے زبان سے ادا کر رہا ہوں، وہ شاید غلط ہونگے یا باعث طنز، مذاق اور ناراضگی کی شکل اختیار کرینگے اور دوسرا مدمقابل کو بھی چاہیے وہ دھیان اور دلچسپی کے ساتھ بے ربط الفاظ کے علاوہ تاثرات کو سمجھے، بلکہ سننے والا اگر چاہے تو وہ بولنے والے کی مدد بھی کرسکتا ہے، اس کی اصل رائے کو اپنے انداز میں سن کر اس کی باتوں کے مرکزی خیال کو سمجھے۔

یہ ایک انسانی انفرادی رویئے کے بجائے مجموعی رویہ ہے، بجائے اسے ہر ایک اپنی انفرادی ناکامی قرار دیکر مایوس ہو۔ اس کا واحد حل توجہ، دلچسپی اور ساتھ ساتھ مسلسل بولنے کے عمل اور سیکھنے پر منحصر ہے۔

18 اپریل 2016

احساس کمتری

بد نیتی، تنگ نظری، سازش، منفی پروپیگنڈہ اور جھوٹ سے لیکر حسد یہ تمام رویے احساس کمتری کی خمیر سے نکل کر انسان پر اثر انداز ہوتے ہیں اور پھر انسان ہمیشہ دھوکہ، فریب، اور ناجائز طریقہ کار کا سہارا لیکر اپنے وجود کو قائم رکھنے کی تگ و دو کرتا ہے، اور دن بدن یہ نفسیاتی مرض شدت اختیار کر لیتا ہے اور پھر مریض کو اس بات کا اندازہ بھی نہیں ہوتا کہ وہ غلطی پہ غلطی کر رہا ہے۔ احساس کمتری میں مبتلا شخص ہمیشہ شک و بدگمانی کا شکار ہو کر منفی سوچ و خیال میں پھنس جاتا ہے، اور اگر کوئی مذاق و مسخرے میں بھی کوئی بات کہہ دے تو اسے اپنی بے عزتی سمجھ کر فوراً جذباتی رویہ اختیار کر کے ناراض ہو جاتا ہے، جبکہ خود مسلسل دوسروں پر طنز و مذاق کرتا رہتا ہے لیکن جب خود کی باری آئے تو چہرہ سرخ ہو جاتا ہے۔ یہ یاد رکھنے والی بات ہے کہ ہر انسان میں بے پناہ پوشیدہ صلاحیتیں موجود ہوتی ہیں، اس لئے بجائے احساس کمتری میں مبتلا ہونے کے محنت، توجہ، دلچسپی اور مستقل مزاجی کو اپنا شیوہ بنایا جائے کیونکہ تاریخ عالم گواہ ہے کہ صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کا واحد حل نیک نیتی، دلچسپی اور محنت ہے۔

19اپریل2016

ضائع انقلابی

فرد و تنظیم سے لیکر تحریک تک، سب اس وقت زوال کی جانب سفر کریں گے، جب فکر و عمل اور مقصد ثانوی حیثیت اختیار کرے اور جہد کار معمول کی زندگی کی معمولی چیزوں میں اپنی خوشی و ناراضگی کا معیار قائم کر لیں۔ جہاں فکر کمزور ہو، وہاں پہ فکر و مقصد کے بجائے ضروریات زندگی اہم اور اولین ترجیح بن جاتے ہیں، اور یہی منفی رویہ رفتہ رفتہ انسان کی سوچ کو محدود کر کے اسے انتہائی سطحی پیمانے پہ لا کھڑا کر کے اسے قربانی کے جذبے سے لیکر انقلابی سرگرمیوں اور صفات سے مکمل بیگانہ و لاتعلق کر دیگا اور پھر انسان انقلابی کی کھال میں ایک کاروباری بن کر ہر نقطہ و فیصلہ اسی سوچ اور نقطہ نگاہ سے دیکھے گا۔ جہد سے منسلک ہو کر بھی غیر فعال اور سکون و آرام کی متلاشی ہو کر مطمئین ہونا خود اپنے آپ کو پستی کی جانب لے جانے کی نشانی ہے۔ اول ذمہ داری نہ لینا، اگر لے بھی تو لاپرواہی، کاہلی، سستی، لالچ اور غیر ذمہ دارانہ رویوں میں مبتلا ہونا، ضائع شدہ انقلابیوں کی علامات ہیں، اور ضائع شدہ انقلابی کے پاس اپنی کوتاہی و ناکامیوں کو چھپانے کی خاطر ایک نہیں بلکہ درجنوں نپے تلے اور رنگ برنگی من گھڑت جواز و دلائل ہوتے ہیں، جو جھوٹ، دھوکہ و فریب کے سوا کچھ بھی نہیں ہیں، کیونکہ اگر انسان پختہ ارادہ کرے اور اپنے آس پاس مایوسی و محدود سوچ و خیال کو نہ آنے دے اور ہمت، توجہ، دلچسپی کے ساتھ متحرک رہ کر جہد مسلسل کی راہ پہ گامزن ہو تو کوئی بھی منفی رویہ اور رکاوٹ کسی کو بھی غیر فعال اور بیگانہ نہیں کر سکے گا۔

21 اپریل 2016

آؤ اعتراف کریں

دل و دماغ سے مکمل طور پر یہ سمجھنا کہ کسی بحث ومباحثے میں میرا مدمقابل جو رائے دے رہا ہے وہ بالکل صحیح ہے، لیکن اس کے باوجود اظہار اعتراف سے انکاری اور مسلسل ضد میں آکر بے ذائقہ دلائل کا سہارا لے کر کبھی بھی یہ اعتراف نہ کرنا کہ میں غلط اور آپ صحیح ہو۔ حقیقت تسلیم نہیں کرنا، اسے اپنی شکست اور بے عزتی سمجھنا، گر مدتوں بعد بھی ٹھوس ثبوت کے طور پر حقیقت واضح انداز میں سامنے آ بھی جائے، تو پھر بھی یہ اعتراف نہیں کرنا کہ اس دن میں غلط، میری رائے غلط تھا۔ لیکن لیپا پوتی سے کام لیکر یہ کہنا کہ دراصل اس دن میرے بولنے اور نہ ماننے کا مقصد یہ نہیں تھا، کچھ اور تھا پھر جھوٹے دلیل کا ایک اور حربہ استعمال کرنا یا بحث کے دوران جذباتی ہونا یا پھر بحث سے منہ موڑ لینا اور اپنے مدمقابل کو یہ تاثر دینا کہ یہ بحث فضول ہے، اس کی کوئی اہمیت نہیں یا بحث کے دوران اپنی توجہ کسی اور جگہ کرنے کے ساتھ غیر ضروری سرگرمی یا حرکت کرنا تاکہ مدمقابل کو یہ احساس دلانا کہ آپ غلط اور میں مکمل صحیح ہوں۔ ایسے مباحث کی کوئی اہمیت اور فائدہ نہیں ہے۔ یہ دراصل کم علم اور انتہائی نالائق لوگوں کی حقیقت وعلامات ہیں۔

روایتی وفرسودہ سوچ، رویہ اور طریقہ کار جب تک ہمارے دل و دماغ پہ راج کرتے رہیں گے، اس وقت تک ہم باعلم و باشعور انسانوں کے صف میں انسان کے روپ میں حیوان شمار ہونگے۔ گو اپنے دل کو بہلانے و تسلی دینے کیلئے لاکھ جتن کریں لیکن حقیقت تو حقیقت ہوتی ہے، جسے بے بنیاد و بلا جواز جعلی تسلی سے نہ چھپایا جاسکتا ہے نہ دبایا جاسکتا ہے۔

22 اپریل 2016

ناقابل قبول رویئے

تکبر، غرور اور گھمنڈ میں مبتلا ہو کر سینہ تانا ایسے رویے ہیں، جو انسان کو انسانیت کے درجے سے گرا کر، اس کے ہر مثبت ہنر، کمال، صلاحیت، ہمت خلوص اور فکر و نظر یئے کو دیمک کی طرح چاٹ لیتے ہیں اور انسان کو آخر تک اس کا اندازہ بھی نہیں ہوتا کہ وہ کس مقام سے کس مقام کیلئے سفر کر رہا ہے کیونکہ تکبر و غرور میں مدہوش شخص کو اس کا اندازہ نہیں ہوتا ہے کہ وہ جس انسان سے مخاطب ہے وہ کس بے بسی، لاچاری، کرب، تکلیف اور صبر و تحمل کے ساتھ خاموشی و شرمندگی سے اپنے اوپر ایک کوہِ گراں کو سہہ رہا ہے، اور جس خاموشی سے اُسے برداشت کر رہا ہے، اسی تناسب سے اس کے دل و دماغ میں نفرت و انتقام کی چنگاری بھی روشن ہونا شروع ہو جاتا ہے، جو کسی بھی وقت اور کسی بھی مقام پہ ایک شعلے کی شکل اختیار کر کے بھڑک جائے گا۔

کسی کی معنی خیز برداشت و خاموشی کو اس کی کمزوری جان کر اپنے منفی سوچ و رویے پہ مزید ڈٹ جانا، بے حسی کے مرض میں مبتلا شخص کی علامت ہے، یہ ذہن نشین کر لینا چاہیئے کہ نفرت و انتقام کی آگ یکدم و اچانک نہیں لگتی بلکہ اس کے پیچھے منفی رویے و اعمال کی ایک لمبی داستان چھپی ہوتی ہے اور ایسی صورتحال کا سیدھا و آسان حل یہ ہے کہ ہر انسان ہر اس رویئے کو جو اپنے لئے ناقابل قبول و نامناسب سمجھتا ہے اسے اپنانے سے گریز کریں تاکہ وہ دیگر کیلئے بھی ناگواری کا سبب نہ بنے، یعنی جو کچھ خود انسان اپنے لئے برداشت نہیں کرتا اسے دوسروں کیلئے بھی نہ اپنائے۔ یہی اصل انسانیت ہے اور یہی اصل انقلابی سوچ و ذہنیت ہے۔

23 اپریل 2016

خیالی جنت

اپنی خودی میں گم ہوکر سچائی وحقائق سے کوسوں دور اپنی ذاتی سوچ وخواہش کے مطابق آنے والے دنوں کیلئے منظر کشی کر کے جب نتائج خواہش و پسند کے برعکس نمودار ہوجائیں تو دل و دماغ کو جھٹکا لگنا، ایک فطری عمل ہے کیونکہ یہ ناقابل تردید حقیقت ہے کہ ہر انسان ہمیشہ ہر عمل سے حسبِ روایت ذاتی خواہشات کی تکمیل کی توقع رکھتا ہے اور اپنے مزاج و پسند کے عین مطابق نتائج کا حصول چاہتا ہے، جو ایک تصوراتی، ناممکن اور غیر سائنسی اصولوں پر کاربند سوچ کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ دنیا کی تمام کامیاب و ناکام تحریکوں میں اسی سوچ سے منسلک انسان مایوسی میں مبتلا ہوئے ہیں۔ تھکاوٹ، ناامیدی، شک، بدگمانی، افسردگی، پشیمانی سے لیکر غلط فہمی جیسے ناسور امراض میں مبتلا ہونے کا بنیادی سبب یہیں سے شروع ہوتا ہے، جب انسان کے ذہن میں خود کی بنی ہوئی تصوراتی وسرسبز باغ حقیقت کے روپ میں بھڑکتی ہوئی آگ بن کر نمودار ہوتا ہے۔

اب اگر کوئی اپنے دل و دماغ میں یہ سوچ لیکر لاشعوری طور پر سفر جاری رکھے کہ آگے سرسبز باغ ہیں لیکن اچانک باغ کے بجائے دہکتی ہوئی آگ نظر آئے تو پھر انسان پہ جو کیفیت طاری ہوگی اُس کیفیت کی کوکھ سے جنم لینے والی تمام ذہنی امراض مایوسی کی جانب لے جانے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ ہم آج اگر ایمانداری اور حقیقت پسندی سے اپنے خود کا جائزہ لیں اور غور کریں کہ کیا ہم ایک تصوراتی دنیا اپنی سوچ وخیال میں تشکیل تو نہیں دے رہے؟ اور کیا اس کے برعکس نتائج برآمد نہیں ہوئے؟ اگر جواب ہاں میں ہے تو خود کی لاشعوری فیصلوں کا سزا اور گناہ دوسرے کے سر پہ ڈالنا خود ہی ردانقلابی رویوں میں شمار ہوتا ہے۔ اگر کل سوچ تصوراتی تھا، پھر آج سوچ کس مقام پر کھڑا ہے، آنے والے کل کے بارے میں کسی قسم کے نتائج ذہن میں رکھے جائیں، اس بابت سوچنا چاہیئے۔ بصورت دیگر آنے والے کل کو اپنی آج پہ رونے سے بہتر ہے کہ تصوراتی وخیالی دنیا سے نکل کر حقیقت پسند بن کر اور ساتھ ہی زمینی حقائق کو مدنظر رکھ کر توقعات کے برعکس نتائج برآمد ہونے کے لئے خود کو ذہنی طور پر تیار رکھنا چاہیئے یعنی کسی بھی وقت کچھ بھی ہوسکتا ہے، اس سوچ پر قائم رہنے والی سوچ کبھی بھی ذہنی پریشانی وامراض میں مبتلا نہیں ہوگا۔

24اپریل2016

بغض وحسد کا ناسور

جب انسان کے دل و دماغ میں دوسروں کے متعلق حسد و بغض والا رجحان پیدا ہو تو انسان کو خود ہی یہ یقین ہونا چاہیئے کہ وہ خود پرست، علم و شعور سے نابلد اور دور اندیشی کی صفات سے محروم انسانوں کے صف میں آ چکا ہے کیونکہ جب انسان کو خود کی صلاحیتوں پہ بھروسہ نہ ہو اور خود اعتمادی سے محروم ہو تو وہ حسد و بغض جیسے منفی رویوں میں مبتلا ہو کر اپنے پوشیدہ صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کے بجائے دوسروں کی قابلیت و صلاحیت پہ بلواسطہ یا بلاواسطہ من گھڑت نقطے اٹھاتا ہے تاکہ قابل و باصلاحیت انسان کا کردار بھی مشکوک ہو جائے، حالانکہ ایسی سوچ پہ کاربند شخص یہ بھول جاتا ہے کہ اسکے ایسے منفی حرکتوں سے اجتماعی قومی مفادات پہ منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں، اور یہ تجربے سے ثابت ہوا ہے کہ جب کوئی شخص خود پرستی کی مرض میں مبتلا ہو جائے تو اس کی سوچ سے اجتماعی مفادات کے تحفظ کا احساس خود بخود ختم ہو جاتا ہے، پھر ہمیشہ ذاتی ذہنی تسکین کی خاطر دن رات حسد و بغض کی بھٹی میں جلتا رہتا ہے اور ایسے شخص کی پھر فطرت بن جاتی ہے کہ وہ جھوٹ، غلط فہمی و بدگمانی پھیلانے سے ہی لطف اندوز ہوتا ہے۔ اجتماعی سوچ و مفادات کو نقصان پہنچتے دیکھتے وقت بجائے پریشان و افسردہ ہونے کے وہ دوسروں کی غلطیوں اور کمزوریوں پہ خوشی کا اظہار کرتا ہے، علم نفسیات کی رو سے ایسے لوگوں کا شمار جعلی سوچ و فکر والے انسانوں میں ہوتا ہے، مذکورہ بالا تمام موذی امراض سے چھٹکارا پانے کا ایک ہی حل ہے کہ اپنے مثبت تحقیقی و تخلیقی صلاحیتوں پہ توجہ مرکوز کر کے انہیں اجاگر کر کے حسد و بغض جیسے منفی رویوں و عادات سے گریز کر کے اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لایا جائے۔

25 اپریل 2016

اپنے آپ کو جاننے و پہچاننے کا پیمانہ

انفرادی سوچ و نقطہ نظر سے ہمیشہ انفرادی پسند و منشا کے مطابق نتائج سامنے آتے ہیں، جو حقائق کے بالکل برعکس و صرف دل کو بہلانے و تسلی دینے کی حد تک ہوتے ہیں، اگر ہم کسی کو جاہل و بے عقل قرار دیتے ہیں تو وہ اس لئے کہ وہ ہم سے کچھ زیادہ بے عقل دکھائی دیتا ہے۔

اب غور طلب بات یہ ہے کہ ہم کسی دانا و عالم کے نقطہ نظر و پیمانے پر کہاں کھڑے ہیں؟ وہ پیمانہ تو صرف اسی دانا و عالم کے پاس ہوتا ہے لیکن کسی کو دانا و عالم قرار دینا یا سمجھنا، خود سمجھنے والے کی علمی سطح پر منحصر ہے کہ وہ یہ فیصلہ کرے کہ فلاں شخص دانا و عالم ہے، کیونکہ جاہل وہ نہیں جو کچھ بھی نہیں جانتا بلکہ سب سے بڑا جاہل وہ ہے جو سیکھتا نہیں۔ گو کہ اکثر لوگ مصنوعی انداز اپنا کر گفتار کے حد تک یہ اظہار کرتے ہیں کہ وہ کچھ نہیں جانتے لیکن اپنے رویے سے یہ تاثر بھرپور دیتے ہیں کہ ''میں ہی سب کچھ ہوں'' اگر ہر جگہ یہی سوچ پروان چڑھے تو مسائل و معاملات حل کے بجائے مزید بگڑ جائیں گے۔ اگر انسان خود اپنے علم و صلاحیت اور اوقات کا صحیح اندازہ لگا کر انہیں اجتماعیت اور علم و شعور کے ترازو میں ناپ لے تو وہ کبھی بھی نہ خوش فہمی میں مبتلا ہوگا اور نہ ہی غلط فہمی کا شکار ہوگا، اس لئے ضروری ہے کہ معمولی سی علم و عمل پہ مطمعن ہونے کے بجائے مسلسل محنت، ہمت، مستقل مزاجی و دور اندیشی کا دامن تھام لیں۔

26 اپریل 2016

زوال کے اسباب

انسانی سوچ اگر مضبوطی و پختگی کے ساتھ ساتھ نیک نیتی پہ قائم ہو تو اردگرد کے ماحول اور مدمقابل کی بدنیت سوچ اور رویئے کو ضرور متاثر کر کے اسے ایک دن کمزور کر کے مسمار کر دے گا، اگر آپ کو یہ معلوم ہے کہ کوئی شخص بدنیتی کی زندگی جی رہا ہے اور پھر آپ بھی یہ فیصلہ کر لیں کہ اگر وہ بدنیت سوچ و رویے پہ کاربند ہے تو میں اس کے ساتھ بھی بدنیتی سے پیش آؤں، پھر یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ بدنیت شخص سے آپ زیادہ منفی عمل کے مرتکب ہو رہے ہو کیونکہ یہ ہو سکتا ہے کہ بدنیت شخص کے پاس علم و شعور نہ ہو اور اُسے یہ جانکاری نہ ہو کہ وہ بدنیتی کی مرض میں مبتلا ہے لیکن آپ تو خود ہی شعوری فیصلے کے تحت بدنیتی کی مرض میں خود کو مبتلا کر رہے ہو۔ سوچ سمجھ کر یا ضد میں آ کر بدنیتی جیسا منفی عمل اختیار کرنا کم علمی، لاشعوری، تنگ نظری اور محدود سوچ کی عکاسی کرتا ہے، اگر کوئی بدنیتی جیسے عادت و مرض سے نفرت کرتا ہے تو خود کو اس ماحول کا شکار ہونے کے بجائے مکمل پرہیز کرتے ہوئے اپنی نیک نیتی والی سوچ پہ ڈٹ جانا چاہیئے کیونکہ مثبت سوچ و رویے منفی اعمال و رویوں کو ہمیشہ سورج کی کرنوں کی طرح تاریکی کو چیر کر اسے ختم کر دیتا ہے۔

کسی کے خیالات و سوچ سے اختلاف رائے سے ہٹ کر اس کی ذات کو دن رات نشانہ بنانا اور کبھی کبھار جذباتی پن کا شکار ہو کر مسلسل مخالفانہ رویہ اپنانا بدنیت سوچ کی سب سے اہم اور بنیادی علامت ہے۔ بدنیت شخص کی یہ فطرت ہوتی ہے کہ وہ ہمیشہ دعوے کی حد تک مسلسل یہ اظہار کرتا ہے کہ میں جو کچھ بھی کہہ رہا ہوں مکمل نیک نیتی کے ساتھ کہہ رہا ہوں، دراصل یہی لفاظی ہی بذات خود بدنیتی والے رویئے اور سوچ کو ظاہر کرتا ہے، بدنیتی وہ مرض ہے جو ہمیشہ اپنے زہریلی اثرات کو آج نہیں تو کل ضرور خطرناک شکل میں ظاہر کر دے گا اور بدنیتی انسان کے اعتبار سے لیکر اس کے کردار و عمل کو ایسے خاک میں ملا دیتی ہے کہ خود انسان کو محسوس بھی نہیں ہوتا کہ وہ ایک گہری کھائی میں گرنے والا ہے اور یہ کہنا غیر مناسب نہیں ہوگا کہ دنیا میں سو فیصد لوگوں کی زوال کی جانب گامزن ہونے میں یہی بدنیتی والا منفی عمل ہی کارفرما ہے، اس لئے یہ ضروری ہے کہ ہمیشہ مثبت سوچ پہ قائم رہو، نیک نیتی والا رویہ اپنا لو، آج نہیں تو کل ضرور اس کے مثبت نتائج کھل کر سامنے آئیں گے۔

27 اپریل 2016

سماجی ترقی، ذہنی ترقی سے ہی وابستہ ہے

مخصوص ومحدود سوچ، ماحول اور کیفیت سے نکل کر تحقیق وتخلیق سے لیکر علم وشعور، سوچ وبچار کر کے اور روایتی لفاظی سے پرہیز کرتے ہوئے حقیقی سائنسی نقطہ نظر اور زمینی حقائق کے مطابق معاملات، مسائل اور چیزوں کے بارے میں مکمل آگاہی رکھنا، نئے تجربات وخیالات کو تسلیم کرنا ہی ذہنی ترقی وتبدیلی کے زمرے میں آتا ہے، اور ساتھ ہی اپنے ناکام تجربات کو مدنظر رکھ کر ان کا از سرنو جائزہ لینا، غور کرنا، نئے جوش وعزم اور شعور کے ساتھ نئی حکمت عملی اور پختہ ارادوں کے ہمراہ عمل کے لئے مستقل مزاجی کے ساتھ متحرک رہنا ہی شعور کی علامت ہے۔ اپنی ماضی کے ناکام تجربات پہ پشیمانی وافسوس کا اظہار کر کے غیر فعال، بے عمل و ناامید و مایوس ہونا غیر مستقل مزاجی کی پہچان ہے، اور اپنے فکر وعمل اور مقصد پہ مضبوطی کے ساتھ ڈٹے رہنا اور ایک ہی محدود دائرے میں چکر لگانے کے بجائے مسلسل نئی علم کی تلاش میں رہنا اور نئے خیالات کے سفر کو جاری رکھنے سے ہی سماج میں تبدیلی کے آثار نمودار ہو کر لوگوں کی سوچ ورائے پہ اثر ڈالتا ہے۔

28اپریل2016

خاموشی، اظہار کا ذریعہ

زبان اظہار کا وہ سادہ ذریعہ ہے، جس سے آپ اپنی بات، مسائل اور احساسات کو دوسروں کو سمجھایا پہنچا سکتے ہیں، لیکن بعض اوقات بغیر اظہار کے دوسروں کے احساسات و تاثرات کو سمجھنا ہوتا ہے۔ علم نفسیات کی رو سے چہرہ شناسی اور جسمانی ساخت و حرکت کے ذریعے خاموشی کو سمجھا جا سکتا ہے، اسی لیئے دنیا کے دیگر علوم کے مقابلے میں علم نفسیات کو واحد و منفرد علم کہا جاتا ہے، جو انسانی دل و دماغ میں گہرائی تک جھانک کر تمام تر ذہنی پیچیدگیوں کو سمجھ کر انہیں حل کرنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔

اب واپس آتے ہیں موضوع کی طرف کہ بعض اوقات انسان بغیر کچھ کہے یعنی خاموشی کے ذریعے اپنا سوچ، درد، تکلیف، خوشی، ناراضگی، پشیمانی، نفرت، غصہ، محبت، ہمدردی اور ہر طرح کے احساس کا اظہار کرتا ہے اور وہ سب کچھ بتا دیتا ہے، جو وہ اظہار نہیں کرتا لیکن خاموش اظہار کو سمجھنا ناممکن نہیں لیکن مشکل ضرور ہے جو علم نفسیات پہ مکمل عبور حاصل کئے بغیر ناممکن ہے۔ یہ عام طور پر دیکھنے میں آیا ہے کہ اکثر لوگ ماحول کی نزاکت سمجھے بغیر ہی بے دھڑک اظہار کرتے ہیں، جو پورے ماحول میں بدنظمی اور انتشار کا سبب بن جاتا ہے اور جب تک اردگرد کے ماحول کی نزاکت اور حقیقت کو نہیں سمجھا جاتا اس وقت تک اظہار اور پیش کردہ موقف کبھی بھی متاثر کن نہیں ہوگا کیونکہ جب تک کوئی آس پاس کے لوگوں کو نہیں سمجھتا، اس وقت انہیں سمجھانے کی کوشش دیواروں سے مخاطب ہونے کے مترادف ہے۔ اس لئے کہتے ہیں کہ انسانی زندگی میں شامل علوم علم نفسیات کے بغیر نامکمل ہیں، جانکاری و علم کی تڑپ رکھنے والے اگر اس جانب توجہ دیں تو ضرور کچھ نہ کچھ حاصل کر لیں گے کیونکہ انسانی ذہن سے نکلنے والے فیصلوں کی کامیابی و ناکامی کا بنیادی انحصار علم نفسیات سے آگاہی و عدم آگاہی پہ منحصر ہے۔

29 اپریل 2016

توصیف وتعریف کے بھوکے

انسان کی بہت ساری کمزوریوں میں سے ایک کمزوری یا بدبختی یہ ہے کہ اگر آپ حوصلہ افزائی کی نیت سے کسی کی تعریف کریں کہ اپنے ذمے کے کام کو آپ بہتر انداز میں آگے لے جا رہے ہو، تو وہ بجائے اپنے اندر مزید حوصلہ و ہمت پیدا کرنے اور اپنے کام پہ مزید توجہ دینے کے، خود کو سب سے اعلیٰ سمجھ کر غرور و تکبر میں مبتلا ہو جاتا ہے اور سوچنے لگتا ہے کہ میرے علاوہ دنیا میں اور کوئی شخص نہیں۔ وہ واحد بندہ میں ہی ہوں جو قابل، لائق اور قابل تعریف ہے، اسی گھمنڈ میں مبتلا ہونے کے بعد انسان اپنی صلاحیتوں پہ بھی پانی پھیر دیتا ہے، پھر ہمیشہ تعریفی کلمات کا منتظر رہتا ہے اور ہر شخص سے، ہر دیوان میں اپنی ہی صفت وثناء کی خواہش اور توقع رکھتا ہے۔ اگر کسی جگہ یہ خواہش پورا نہ ہوا تو وہ بے چینی میں مبتلا ہو جاتا ہے، دوسرے لوگوں سے نفرت کرنے لگتا ہے کہ یہ لوگ غیر ذمہ دار، لاپرواہ اور بے حس ہیں جو میرے کام کے بارے میں کچھ نہیں کہتے اور خاموش ہیں۔ ہر باہمت و باعمل انسان کو یاد رکھنا چاہیے کہ اپنی ذات کی صفت وثناء کی خواہش و توقع رکھنے والا خود ہی اپنی ہاتھوں اور گفتار و اظہار سے ہی اپنے محنت و عمل کو ضائع کر دیتا ہے۔

دوسری بدنصیبی و بدبختی یہ کہ اگر کسی کے کام کو مزید بہتر بنانے کی خاطر آپ اس کے کام کے کمزوریوں اور خامیوں کا اس نقطہ نظر سے ذکر کریں یا نشاندہی کریں تا کہ انہیں نکال کر اپنے کام میں مزید بہتری لا سکے، لیکن بعض لوگ اس مثبت و حوصلہ افزائی کو اپنی حوصلہ شکنی سمجھ کر اپنے آپ کو نالائق و نکما تصور کر کے مایوسی و ناامیدی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ ان سب لوگوں سے نفرت کرنے لگ جاتے ہیں جو اس کی اصلاح و بہتری کی خاطر اس کے کاموں کی کمزوریوں اور خامیوں کا نشاندہی کرتے ہیں۔ جو بھی شخص اپنے بابت تعریفی کلمات اور صفت وثناء سے خوش ہو جائے اور خامیوں و کمزوریوں کے ذکر سے جذباتی ہو کر ناراض ہو جائے تو یہ جان لینا چاہیئے کہ ایسا شخص خود دھوکے کی زندگی جی رہا ہے اور دیگر کو بھی موقع ملتے ہی دھوکہ دے سکتا ہے۔

30 اپریل 2016

سچا کون ____ جھوٹا کون؟

ہر غلطی، کمزوری و گناہ کی کوکھ سے کوئی نہ کوئی دلیل جنم لیتا ہے، اور یہ ضروری نہیں کہ ہر جنم لینے والا دلیل مضبوط، پختہ، وزن دار اور حقیقت پر مبنی ہو لیکن یہ ہمیشہ ہوتا رہا ہے کہ غلطی، کمزوری و گناہ کا مرتکب شخص اس خوش فہمی و خود فریبی میں مبتلا ہوتا ہے کہ اس کا دلیل مضبوط ترین دلائل میں سے ایک موثر دلیل ہے حالانکہ اسے اس کا اندازہ تک نہیں ہو پاتا کہ اس کی ہر دلیل و موقف سے جھوٹ اور دھوکہ دہی کا صاف اظہار ہو رہا ہے اور سننے والے شخص کی سوچ اور رائے اُس کے بابت مزید پختہ ہو جاتا ہے کہ دلیل کے نام پہ دراصل جھوٹ و فریب کی کہانی ہی پوشیدہ ہے، یہ ضرور ہوتا ہے کہ ایک محدود عرصے کیلئے جھوٹ و فریب، حقائق و سچائی پہ حاوی ہوں لیکن مستقل بنیادوں پہ جھوٹ و فریب جیسی منفی اعمال کبھی بھی قدم نہیں جما سکتے اور پھر المیہ اس وقت رونما ہوتا ہے، جب ماضی کے جھوٹ اور دھوکہ والی فطرت حال اور مستقبل کے درجنوں سچائیوں کو بھی مشکوک بنا دیتا ہے۔ اس حقیقت سے کوئی ذی شعور فرد انکار نہیں کر سکتا کہ دلیل، منطق، علمی و سائنسی اصول کے تحت سیاسی عمل کے حصے ہوتے ہیں لیکن دلیل و منطق کے نام پہ بعض جگہوں پہ بعض لوگ جھوٹ، دھوکہ، فریب، من گھڑت جواز اور بہانوں کا سہارا لیتے ہیں، اس حساس معاملے کی تفتیش، جانکاری اور سمجھنے کی صلاحیت ہر باشعور انسان کو اپنے اندر پیدا کرنا چاہیئے، بصورت دیگر کسی بھی جگہ اور کسی بھی مقام پہ وہ ان منفی اعمال کی زد میں آ سکتا ہے، پھر سچائی، عمل اور فکر و عمل قطعاً ان سے محفوظ نہیں رہ سکتے۔

اپنی کوتاہی، کمزوری و غلطیوں پہ تواتر کے ساتھ بے بنیاد لفاظی و جھوٹ کا سہارا لینے کے بجائے کھلے دل و دماغ سے اپنی غلطیوں کو تسلیم کرنا باعلم و باشعور انسان کی علامت ہوتی ہے۔ ماحول اور اردگرد کی صورتحال کے پیش نظر اپنی غلطیوں و کمزوریوں کا اعتراف کرنا اور اس کے بعد دوبارہ اپنی غلطیوں کی دفاع میں مسلسل کمزور

دلائل کا سہارا لینا اور اپنی غلطیوں کو دوسروں کے کھاتے میں ڈالنا دھوکہ باز، فریبی اور جھوٹے انسان کی نشانی ہے۔ سچ سننا، سچ کہنا، سچ لکھنا انسانی کردار کی خوبصورتی کا راز ہیں، بشرطیکہ سچائی کی تعریف وتشریح انفرادی سوچ وخیال اور خواہش کے مطابق نہ ہو، ویسے تو ہر جگہ، ہر کوئی سچائی کا علمبرار بنا ہوا ہے، تو سچا کون اور کون جھوٹا؟ اس لئے جذبات وخواہشات کی دنیا سے نکل کر علم وشعور کے پیمانوں کے تحت گہرائی سے مشاہدہ ومطالعہ کیا جائے تب جا کر سچائی کھل کر سامنے آجاتا ہے۔

01 مئی 2016

رازداری، اجتماعی کامیابی کا ضامن

فرد سے لیکر تنظیم وتحریک کی شعوری پختگی اور مضبوطی و کامیابی کا راز صرف اور صرف رازداری میں پوشیدہ ہے، جہاں تنظیمی وتحریکی راز روزمرہ کی خوش گپیوں اور مجالس کی زینت بن جائیں پھر وہاں سے مضبوط و منظّم کامیابی کی امید کرنا بے فائدہ ہے۔ ایک سوچ عموماً یہ پایا جاتا ہے کہ تنظیمی رازوں کو دیگر کے ساتھ اس لئے شریک کیا جاتا ہے کہ اول، اپنی انفرادی قد وکاٹ کو بڑھوتری اور دوسرا یہ کہ دوست ناراض نہ ہوجائیں۔ اگر سوچ کی سطح یہی ہوئی تو شعور، علم، پختگی، مخلصی صرف نام کی حد تک رہ جاتے ہیں باقی کامیابی تو دور کی بات ہے اور اس طرح کی سوچ سے ایک بات عیاں ہوجاتی ہے کہ ہم ابھی تک تنظیم وتحریک کے اصل مقاصد ومعنی سے ہی نابلد ہیں۔

بعض جگہوں پہ تو یہ انتظار ہوتا ہے کہ کب کوئی راز اس تک پہنچے اور اسے دیگر کے ساتھ شریک کریں اور سوچ یہی ہوتی ہے کہ دوسروں کے ساتھ تعلقات خوشگوار بن جائیں گے اور ناراضی کا بوجھ بھی اس کے کندھوں پہ نہیں آئے گا۔ ایسے سوچ کے مالک شخص سے مستقل بنیادوں پہ ہمسفر رہنے کی توقع رکھنا ہی خود کو دھوکہ دینے کے مترادف ہے کیونکہ اگر تنظیمی راز اور حکمت عملی کو اپنے مجالس کی خوبصورتی کی خاطر طشت از بام کیا جائے تو وہاں سے سیاسی فکر ونظریہ بین کرتا ہوا پرواز کر جائے گا۔ اگر اجتماعی تحریکی مفادات کو پس پشت ڈال کر انفرادی خودنمائی اور نمود نمائش کی خاطر تنظیمی رازوں کو بے دھڑک ہر محفل میں کھل کر بیان کیا جائے تو ایسا شخص قومی راز جو اس کے پاس امانت ہوتے ہیں، ان میں خیانت کرتا ہے۔ ساتھ ہی ایک اور رجحان بھی پایا جاتا ہے کہ لوگ مذاق اور مسخرے میں اپنی مجالس کو خوشگوار بنانے کیلئے تنظیمی رازوں کا ستیاناس کر دیتے ہیں۔ اگر کوئی اس بنیاد پر آپ سے اپنا تعلق ختم کر دے کہ آپ نے اس کے ساتھ تنظیمی راز شریک نہیں کئے تو یاد رکھنا چاہیے کہ ایک طرف جہاں آپ ایک کم علم ومحدود سوچ کے مالک شخص سے چھٹکارا پائیں گے، دوسری یہ کہ آپ کے کردار وعمل کی خوبصورتی بھی ابھر کر سامنے آئے گا اور آپ پہ اعتبار وبھروسہ بھی کیا جاسکتا ہے کیونکہ اعتبار وامید اسی پہ کیا جاتا ہے جو رازداری کی اہمیت سے واقف ہو۔

راز داری رشتوں کی مضبوطی میں بھی اہم کردار ادا کرتا ہے اور ساتھ ہی یہ قابل غور نقطہ ہے، کوئی تنظیم دیگر حوالوں سے جتنی بھی منظّم ہو، اگر اس میں راز داری کا عنصر موجود نہ ہو تو پھر وہ تنظیم و تحریک مستقل بنیادوں پہ خود کو زندہ نہیں رکھ پائے گا۔ اس لئے یہ لازمی امر ہے کہ ہر کوئی اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرتے ہوئے راز کو راز نہ سمجھنے کی ڈگر پہ چلنے کی اپنی روش کو بدل دے، ایسی گفتگو اور اظہار سے ہر ممکن پرہیز کریں جس کا مجموعی حوالے سے کوئی فائدہ ہی نہیں ہے۔

02 مئی 2016

اختلاف ہی سہی۔۔۔سوچو ضرور

تکلیف دہ عمل سے انسان اُس وقت گزرتا ہے، جب کسی کے بارے میں آپ مکمل نیک نیتی اور مثبت سوچ لیکر اس کی مزاج اور خواہش کے مطابق فیصلہ کرتے رہو لیکن اس کے باوجود مدمقابل منفی سوچ اور منفی رویئے کو لیکر شک اور بدگمانی کا شکار رہے اور دوسرے کی ہمدردی کو نظرانداز کر کے اپنی منفی سوچ اور غلط فیصلے پر قائم ودائم رہے۔ کسی بھی نوعیت کے نقطے پر قائل ہونے کے بجائے دل ودماغ میں پہلے سے یہ فیصلہ کر چکا ہو کہ مجھے کسی بھی وقت کسی بھی صورت میں یقین نہیں کرنا ہے، ہر حال میں اپنی اس سوچ پر کاربند رہتا ہے جس کا فیصلہ وہ کر چکا ہے۔

ہمیشہ ہر موضوع اور نقطہ نظر سے لیکر ہر عمل اور فیصلے کی مثبت اور منفی دونوں پہلوؤں کو ضرور اپنے ذہن میں رکھ کر سوچ وبچار کرنا پختگی وشعور کی علامت ہے۔ صرف ایک ہی پہلو پر غور کرنا بذات خود غیر سائنسی وغیر سیاسی عمل ہے، جس کے نتائج ہمیشہ خطرناک اور نقصاندہ ثابت ہو سکتے ہیں۔ شک، بدگمانی سے لیکر منفی ومثبت نیت اور بدنیتی کو جانچنے وسمجھنے کا واحد طریقہ پہلے اعتماد کو بحال کر کے بجائے خاموشی اختیار کرنے کے کھل کر چیزوں اور معاملات پہ سنجیدگی سے غیر متعلقہ جگہوں کے بجائے متعلقہ جگہ پر اظہار کرے، کیونکہ غیر متعلقہ جگہوں پہ مسائل ومعاملات پہ اظہار کرنا حل کے بجائے چیزوں کو مزید بگاڑنے کا سبب بنتے ہیں۔

کبھی کبھار ہم جو کچھ سوچتے ہیں حقیت اس کے بالکل برعکس ہوتا۔ اسی لیئے مسائل اور معاملات محدود وختم ہونے کے بجائے مزید بگڑ جاتے ہیں۔ انسانی فطرت ہے کہ مسائل کا حل جب نظر نہ آئے تو پھر کہتے ہیں کہ بس وقت پر چھوڑ دیتے ہیں، وقت کے ساتھ ضرور چیزوں کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے لیکن وقت آنے تک جو نقصانات اور وقت کے زیاں ہوگا اس سے بہتر نہیں کہ ہر انسان وقت سے پہلے خود سمجھے اور دوسروں کو سمجھائے؟ اگر ایسا نہیں ہو سکتا پھر یہ کمال آپ کا نہیں بلکہ وقت کا ہے کہ وہ چیزوں کے غلط اور صحیح کرنے کا فیصلہ کرتا ہے۔

03 مئی 2016

یہ ذہن نشین کر لینا چاہیئے

خوف و خاطر داری میں مبتلا ہو کر کسی کو عزت و احترام دینا مصنوعی احترام ہوتا ہے، جو کہ ہمیشہ عارضی اور مستقبل میں نفرت کی شکل اختیار کر کے دشمنی میں بدل جاتا ہے۔

جہاں پہ لوگ تحریکوں سے خوف کی بنیاد پہ تعلق قائم کریں یا ہمدردی رکھیں، ایسی تحریک بھی کامیابی کی منزل تک خود کو کبھی نہیں پہنچا سکے گی کیونکہ جس طرح خوف و دہشت کا ماحول پیدا کر کے قبضہ گیر وقتی طور پر اپنے زیر دست لوگوں کے دلوں میں اپنے لئے عزت و احترام پیدا کر دیتا ہے لیکن آگے چل کر ان ہی زیر دست لوگوں کے دلوں میں نفرت و دشمنی کی آگ بھڑک اٹھتا ہے کیونکہ حقیقی ہمدردی، عزت و احترام کا بنیادی تعلق مہر و محبت پہ قائم ہوتا ہے، اس کے علاوہ خود ہی اپنے لیئے مصنوعی عزت و احترام کا حد متعین کرنا بھی خود فریبی کے زمرے میں آتا ہے۔ اس لئے یہ لازمی امر ہے کہ تحریک سے وابستہ لوگ اپنی ذات اور تحریک کیلئے دہشت و خوف کا ماحول پیدا کر کے لوگوں سے ہمدردی حاصل کرنے سے ہر ممکن گریز کریں کیونکہ دہشت کی بنیاد پہ قائم ہمدردی سے کامیابی کی امید کرنا احمقی کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔ ساتھ ہی ہم خود بھی حقیقی معنوں میں جائزہ لیں کہ لوگ کس بنیاد پہ تحریک سے ہمدردی رکھتے ہیں یا تحریکی لوگوں کا عزت و احترام کرتے ہیں یا خود تحریک سے وابستہ لوگ کس بنیاد پہ لوگوں کا عزت و احترام کرتے ہیں۔

اگر ہمدردی، عزت و احترام مصنوعی بنیادوں پہ قائم ہے تو آنے والے کل کیلئے نفرت و دشمنی کیلئے بھی خود کو ذہنی حوالے سے تیار رکھنا چاہیے۔

04 مئی 2016

زوال کے بنیادی اسباب

جب انسان زوال وپستی کی جانب گامزن ہوتا ہے تو اس وقت اس کا عقل جامد ہوکر اپنے اردگرد کی حالت وصورتحال سے بیگانہ ہوجاتا ہے، اسے اپنے زوال کے اسباب کا معلوم تک نہیں ہوتا، بس ایک ہی نقطہ و پہلو اپنے دل و دماغ میں رکھ کر تواتر کے ساتھ غلط اقدام اٹھاتا رہیگا۔ اپنے ہر غلط اقدام و فیصلے کو اپنے دل و دماغ میں صحیح گردان کر اور اپنے آس پاس کے محدود ومخصوص حلقہ احباب سے اپنے غلط اعمال وفیصلوں کی درستگی کی تصدیق کرواتا رہے گا، اپنے محدود ماحول میں ہونے والے غلط فیصلوں اور رائے سے مطمعن ہوکر اسے مجموعی رائے ہی گردانے گا، ایسی صورتحال میں انسان کی مثبت سوچنے کی صلاحیت مکمل طور پہ مفلوج ہوجائے گا اور دوسروں کی جانب سے آنے والے دلائل ورائے کو منفی رخ دے کر انہیں ہر طرح سے غلط ثابت کرنے کی کوشش کرے گا۔ زمینی صورتحال سے بےخبر اور حقائق سے برعکس سوچ، رائے اور فیصلے کے رجحان کا اگر مشاہدہ ومطالعہ کیا جائے، تو انسانی تاریخ میں فرد سے لیکر قوم، تحریک سے لیکر لیڈر، سلطنت سے لیکر بادشاہتوں کی زوال تک میں یہی رجحان کارفرما رہا ہے۔ ایسے کردار آج بھی بطور عبرت کتابوں کی صفحوں میں موجود ہیں، اب سوچنے وسمجھنے والا پہلو یہ ہے کہ کیا کوئی فرد، قوم، تحریک، لیڈر یہ جانتا تھا کہ وہ پستی کی جانب رواں دواں ہے؟ کیا وہ خود اپنا ہی زوال چاہتا تھا؟ زوال کی بنیادی اسباب میں سے چند بنیادی اسباب یہی ہوتے ہیں کہ انسان کے دل و دماغ ہمیشہ اپنی محدود سرکل سے باہر نہیں سوچتا، مخصوص درباریوں کی تعریف وخوشامدی پہ خوشی محسوس کرتا اور ہمیشہ اپنے لئے تعریف وتوصیف کی جستجو میں رہتا ہے۔ پھر ایسی کیفیت جنم لیتا ہے کہ اسے آس پاس کے درباری صرف نمود ونمائش کا استعمال کرکے اسے مصنوعی طاقت کے نشے میں مبتلا کردیتے ہیں۔ وہ اپنی ذات اور اپنے محدود ماحول سے باہر کی صورتحال وحقائق سے بےخبر ہوتا ہے۔

اس لئے فرد ہو یا لیڈر ایسے ماحول سے اسے اپنے آپ کو دور ہی رکھنا چاہیئے۔ جب چند درباری

مسلسل آپ کی تعریف وخوشامدی میں لگے ہوں اور آپ کی کمزوری وغلطیوں کو بھی خوبصورت وخوشنما پیش کر کے آپ کے سامنے سب کچھ اچھا کا تسبیح پڑھتے رہیں تو یاد رکھنا چاہیئے کہ آپ زوال کی جانب پیش قدمی کر رہے ہیں۔ اگر کوئی آپ کی خوبیوں کی حوصلہ افزائی کے ساتھ ساتھ خامیوں کی نشاندہی کر کے انہیں دور کرنے کی کوشش کرے تو وہی انسان ہی آپ کا حقیقی ہمدرد ہے اور ساتھ ہی خود بھی انسان کو ہمیشہ یہ کوشش کرنا چاہیے کہ وہ زمینی صورتحال وحقائق کے بارے میں سنجیدگی و باریک بینی سے غور کرے۔

06 مئی 2016

غلطی یا تجربہ؟

جب کسی چیز یا معاملے کی حقیقت کے متعلق مکمل بے خبر ہو کر بھی اس پہ مسلسل رائے زنی کیا جائے اور فیصلہ کریں لیکن جب تصویر کا دوسرا رخ کھل کر سامنے آئے تو اس وقت کی حیرانی اور پشیمانی سے لاکھ درجہ بہتر ہے انسان خاموشی کو ایسے حالات میں اپنا شیوہ بنالے کیونکہ بعض جگہوں پہ بعض معاملات پہ بات کرنے کے بجائے خاموش رہنا بھی علم وشعور کی نشانی ہوتی ہے، یہ اکثر ہوتا ہے کہ جب انسان حالات ومعاملات کی بے خبری کی وجہ سے بات کرتا ہے، رائے دیتا ہے یا اپنا فیصلہ سناتا ہے، لیکن جب حقائق ان کے برعکس سامنے آ گئے تو انسان اس وقت اپنی جذباتی پن و بے وقوفی پہ پچھتاوے کا اظہار کرتا ہے۔ پچھتاوا ہمیشہ ناامیدی و مایوسی کو جنم دے کر انسان کی صلاحیتوں کو زنگ آلود کر دیتا ہے کیونکہ پھر یہ سوچ پروان چڑھتا ہے کہ میں پہلے غلط تھا، اب غلط ہوں اور آگے بھی مجھ سے غلط ہی فیصلے ہوں گے اور دراصل یہی سوچ بذات خود ہی ہمت ہارنے کی وجہ بن جاتی ہے۔

بعض اوقات یہ رویہ دیکھنے کو ملتا ہے کہ انسان اپنی غلطیوں کو تسلیم کرنے کے بجائے انہیں تجربے کی خوبصورت لبادے میں لپیٹ لیتا ہے، اس لئے اپنی غلطیوں کو تجربے کا نام دے کر انہیں چھپانے کے بجائے یہ کوشش ہونا چاہیئے کہ اپنی غلطیوں کو بلا جھجک تسلیم کر کے انہیں مستقبل میں نہ کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں اور ساتھ ہی تحقیق وجستجو والے عمل کو معمولی وغیر معمولی چیزوں میں اپنا کر ذمہ داری وسنجیدگی کے ساتھ متحرک رہیں اور یہی عمل ہی شعوری وعلمی اعمال کی نشانی ہے۔

07 مئی 2016

بے سمت و بے منزل راستہ

بے شعوری، کم علمی اور جہالت میں مبتلا ہونے والے ہمیشہ جذباتی پن اور دور اندیشی سے محرومی کی کیفیت میں جیتے ہیں، کبھی حوصلہ، کبھی بے حوصلہ، کبھی پُر امید، کبھی نا امید، کبھی با ہمت کبھی بے ہمت، کبھی دلچسپی، کبھی عدم دلچسپی سے لیکر خوف و ہراس والی سوچ و خیال ان پہ حاوی ہوتا ہے اور پھر لوگ تحریک اور اپنے اردگرد کی صورتحال میں آنے والی نشیب و فراز اور پیچیدگیوں کا سامنا کرنے اور سمجھنے سے بیگانہ ہوتے ہیں۔

ایسے ہی لوگ ہر مقام و ہر حالت میں صرف کامیابی کو اپنے دل و دماغ میں رکھ کر اپنی من پسندی اور خواہش کے مطابق نتائج چاہتے ہیں۔ وہ اس لئے کہ اپنی خود ساختہ تصور و خیال کو لیکر اس کے علاوہ دیگر پہلوؤں کو مکمل نظر انداز کر دیتے ہیں، پھر جب نتائج شخصی خواہش، سوچ اور تصور کے برعکس نکل آئیں یا کسی بھی مقام یا محاذ پر وقتی پسپائی یا نقصان کا سامنا کرنا پڑا تو ایسے لوگ مکمل بے حوصلہ ہو کر ہمت ہار تے ہیں۔ وقتی کامیابی پہ زیادہ خوشی منانے والے اکثر وقتی ناکامی پر حد سے زیادہ پریشانی میں مبتلا ہوتے ہیں اور ان کے اظہار و اعمال سے مایوسی اور نا امیدی کے آثار نمایاں ہوتے ہیں۔ ایسے افراد کو اندازہ بھی نہیں ہوتا کہ وہ نا امیدی جیسے ناسور کو شعوری و لاشعوری طور پہ پھیلا کر دشمن کا کام آسانی سے سرانجام دیتا ہے۔ اس حقیقت سے کوئی ذی شعور انکار نہیں کرتا کہ تحریک کی کامیابی کا بنیادی راز اور ضمانت امید کے سوا کچھ نہیں ہے۔ دشمن کی ہمیشہ محکوموں کے خلاف حربوں اور پالیسیوں کا بنیادی فلسفہ بھی یہی ہے کہ محکوم قوم کے دل و دماغ سے کامیابی کی امید کو نا امیدی میں بدل دے۔ اب ہم خود اپنا جائزہ لیں یا موازنہ کریں کہ کیا آج تک ہمارے اظہار یا عمل سے کوئی بھی ایسا واقعہ رونما نہیں ہوا ہے جو قومی نا امیدی کا سبب بنا ہو؟ تمام غلطیوں، کمزوریوں اور تجربات کو مدنظر رکھ کر دوبارہ تحریک کی فعالیت اور شدت کسی بھی صورت میں ناممکن نہیں ہے۔

وقتی حالات کو ذہن میں رکھ کر ضرور وقتی نتائج کے منتظر لوگ ''کچھ نہیں ہے اور کچھ نہیں ہوگا'' والی

سوچ کو لیکر نا امید ہونگے۔ جو فکری کمزوری کے ساتھ تحاریک سے عدم واقفیت کی واضح علامت ہے، لیکن باہمت، پُر امید لوگ کبھی بھی کسی بھی حالت میں اپنے چہرے سے لیکر اظہار تک نا امیدی کا اشارہ نہیں دیتے، ہر وقت بلند حوصلوں کے ساتھ تمام معمولی و غیر معمولی رکاوٹوں کو توڑ کر اپنی سرگرمیاں جاری رکھتے ہوئے پر امید اور ثابت قدم رہتے ہیں اور تاریخ عالم میں ایسے ہی لوگ کامیاب لوگوں کی فہرست میں جگہ پاتے ہیں۔ یاد رکھیں ہر وقت گلہ شکوہ، اظہار افسوس، پریشانی میں مبتلا ہونا منفی سوچ و رویوں کو پروان چڑھا دیتی ہے۔ پھر انسان اپنی انفرادی کمزوری کو چھپانے کی خاطر دن رات تحریک میں خامی اور کمزوری تلاش کرنے میں لگا رہتا ہے، اور باقی فکر و عمل و مقصد کو ادھورا چھوڑ کر خود ہی آخر کار بے سمت و بے منزل صحرا میں دھکے کھا کر گم و گار ہو جاتا ہے۔

08 مئی 2016

ذمہ داری اور انسان کی خودی

تنظیم، تحریک یا جماعتوں میں جب کسی کو کوئی ذمہ داری دی جاتی ہے تو ذمہ داری لینے والے یہ سوچ لیں اسے ایک بہترین موقع فراہم کیا گیا کہ وہ اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر ایک مثبت و مثالی کردار ادا کر سکے، تاکہ تنظیمی بھروسہ و اعتبار مزید پختگی کی جانب رواں ہوں، اور اپنی ذمہ داریوں کو مخلصی و لگن کے ساتھ ادا کرنا ہی باشعور، باعلم جہد کار و انقلابی کی اولین ترجیح اور اس کی اولین نشانی ہوتی ہے۔ جب کوئی اپنا سب کچھ قربان کر کے جہد کا حصہ بن جاتا ہے تو ایسے حقیقی جہد کار و انقلابی کا بنیادی حق ہوتا ہے کہ اُسے ذمہ داری دی جائے تاکہ وہ اپنا مثبت و عملی کردار نبھا سکے لیکن بدقسمتی سے بعض جگہوں پہ سطحی سوچ کے حامل لوگ تنظیمی ذمہ داری ملنے کے بعد ایک انجانے گھمنڈ و غرور میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور انہیں اپنے سوا کوئی اور دکھائی بھی نہیں دیتا۔ وہ دل ہی دل یہ تصور و خیال کرتے ہیں کہ بس میں ہی سب کچھ ہوں اور میرے سوا کوئی اور نہیں، جو ایسی تنظیمی ذمہ داری سنبھال سکے۔

اس کے علاوہ ایک اور مرض بھی اکثر دیکھنے کو ملتا ہے کہ تنظیمی ذمہ داری کو اپنی صلاحیتوں کو نکھارنے کے لئے استعمال کرنے کے بجائے ذاتی مفاد، نمود و نمائش اور نجی ملکیت سمجھ کر انسان اپنی خودی میں ایسا گم ہو جاتا ہے کہ اس کی تمام تر مثبت صلاحیت رائیگاں جاتی ہیں۔ اگر کوئی جہد کار آرام و سکون کا متلاشی ہو، اور اس سوچ پہ مطمئین ہو کہ مجھے کوئی ذمہ داری نہیں دی جا رہی، تو یہ نیک شگون ہی ہے، ایسے جہد کار کی سوچ پہ صرف ماتم ہی کیا جا سکتا ہے کیونکہ ایسے لوگ تنظیمی وابستگی کو غنیمت جان کر تحریک کے ساتھ ہمسفری کا خواب دیکھ کر ہی خوش ہوتے ہیں اور ایسے شخص کو خیالی جہد کار یا جعلی انقلابی کہا جائے تو بہتر ہوگا۔

جہد کار معمولی و غیر معمولی حالات اور چیزوں سے ہٹ کر ہمیشہ خطرہ مول لینے والی ذمہ داریوں کو اپنا اصول بنا کر اپنی ترجیحات میں شامل کرتا ہے اور یہی حقیقی جہد کار و انقلابی کی پہچان ہے۔

10 مئی 2016

دیرپا و مضبوط سنگتی کے بنیادی اصول

سنگتی ہمیشہ بھروسہ و اعتبار کے بنیادی اصول کے تحت قائم و دائم رہتا ہے، اگر سنگتی کے نام جہاں سیاسی چالبازی، فن کاری، اداکاری اور نیچا دکھانے کی چلن ہو، وہاں ضرور کسی نہ کسی مقام و سطح پہ آکر شک، بدگمانی اور سیاسی بدمزگی جنم لے گی، انقلابی عمل کے تحت شک کرنا منفی عمل نہیں لیکن شک و بدگمانی کی بنیاد پہ دھوکہ، جھوٹ، فریب کا دور دورہ ہو، وہاں پہ دوستی و سنگتی اکثر اوقات دشمنی کی شکل اختیار کرنے میں دیر نہیں لگاتا اور سب سے بدترین و بدنما سنگتی وہ سنگتی ہے جو ہر روز اعتبار و بے اعتباری، اطمینان و عدم اطمینان کی کشمکش میں مبتلا ہو، یا بالفاظ دیگر ایسے وائرس زدہ انسانی دماغ کو کمپیوٹر کی طرح ہر روز انسٹالیشن کی ضرورت پیش آئے۔

ایک بات ہمیں ذہن نشین کرنا چاہیے کہ جہاں پہ شک و بدگمانی کا خوف نہ ہو وہاں اپنے اندر کی حقیقت کو کسی کے سامنے عیاں کرنا ہی سنگتی میں بھروسہ و اعتبار کو جنم دیتا ہے اور اس تمام عمل میں ایک امر کا ہر ممکن خیال کرنا لازمی ہے کہ کسی کی رازداری و بھروسے سے ناجائز فائدہ اٹھا کر بلیک میلنگ کی سوچ نہ ہو۔

انسانی زندگی میں سب سے تکلیف دہ اور کربناک عمل یہ ہے کہ کسی کے بھروسے کو اسی کے خلاف استعمال کرنا اور ایسی منفی اعمال انقلابی جہدکار، دوراندیش و زانت کار کو قطعی طور پہ زیب نہیں دیتے۔ یہ اعمال تنگ نظر، محدود و سطحی سوچ کے مالک افراد کے ہوتے ہیں اور ایک ناقابل بھروسہ شخص اپنے ساتھ کئی قابل اعتبار انسانوں کو بھی ناقابل بھروسہ و مشکوک بنا دیتا ہے۔ سنگتی میں پیچیدگی، تلخی اور دوری اس وقت جنم لیتی ہے، جب معمولی یا غیر معمولی شک، الجھن، بدگمانی کو خود سنگت کے سامنے رکھنے و اظہار کرنے کی بجائے غیر متعلقہ جگہ و مقام پہ بیان کیا جائے، اس لئے مضبوط رشتوں کیلئے ضروری ہے کہ ہر قسم کے مسائل، معاملہ و غلط فہمیوں کو کھلے دل و دماغ کے ساتھ اپنے سنگت کے سامنے کیا جائے۔

11 مئی 2016

یادرکھنے والی باتیں۔۔۔

آزادی کی جہد میں اپنے کردار سے مطمعن ہونے سے لیکر معمولی وچھوٹے کاموں کو بڑا کارنامہ یا قربانی کا درجہ دیکر پیش کرنا اور خوش ہوکر مسلسل ان ہی معمولی کاموں کا بار بار اظہار کرنا سوچ کی محدودیت اور انسان کی خودفریبی میں مبتلا مزاج ورویے کوظاہر کرتا ہے۔ایسے لوگ صرف ماضی پہ نازاں ہوکر، حال سے بے خبر و بے پرواہ اور مستقبل کی ضرویات و ادراک سے محروم ہوکر جیتے ہیں۔ان کے اندر کچھ کرنے اور قدم اٹھانے کی ہمت وسکت بھی معدوم ہوجاتی ہے اور ایسے منفی رویوں کے شکار شخص کو اپنی بے ہمتی، غیر فعالیت و کمزوری کا مکمل اندازہ ہوتا ہے لیکن منفی طرز سوچ میں مبتلا ہونے کی وجہ سے وہ خود کو کبھی بھی ذمہ دار نہیں سمجھتا، بلکہ دل کو تسلی دینے کی خاطر چند ایسے وجوہات تلاش کر کے بیان کرتا ہے، جو حقیقت بھی ہوسکتے ہیں لیکن وہ ایک بات یہ بھی بھول جاتا ہے کہ ایسے حالات تحریکوں کے اندر آتے رہتے ہیں۔ایسے حالات فطری ہیں، رکاوٹ، تکالیف، پریشانی اور مسائل کو نظر انداز کر کے تحریک کو عام زندگی کی طرح لینا احمقی و بے وقوفی کے زمرے میں آتا ہے۔

12 مئی 2016

مثبت ومنفی اظہار ورویوں کے نتائج

انسانی سوچ ونیت ہی اس کے رویہ، لہجہ وعمل سے ظاہر ہوکر مدمقابل انسان پہ مثبت یا منفی اثر رکھتا ہے۔بعض اوقات اظہار کرنے والے کوخود اپنی باتوں کا اندازہ تک نہیں ہوتا کہ اس کی زبان سے شہد ٹپک رہا ہے یا وہ زہر اُگل رہا ہے کیونکہ مذاق مسخرے یا حقیقت میں کسی پہ الزام وتہمت لگا کر اسے نیچا دکھانا آسان ہے لیکن خود اپنے گریبان میں جھانک کر اپنی ہی کمزوری وکوتاہیوں کا جائزہ لینا یا خود اپنا احتساب کرنا انتہائی مشکل عمل ہے۔بعض اوقات انسان اپنی کمزوری، کوتاہی، خامی، گناہ اور منفی اعمال کو بھی بہت ہی خوبصورت بنا کر پیش کرتا ہے اور دوسروں کو اپنی طنزیہ اظہار وگفتار سے بے عزت کر کے خوشی محسوس کرنا دراصل غرور کی انتہا ہوتی ہے اور غرور وتکبر میں مبتلا شخص معلوم تاریخ کے مطابق انتہائی عبرتناک انجام سے دوچار ہوئیں ہیں۔

اس کے علاوہ کسی کی مخلصی، ایمانداری اور بھروسے سے فائدہ اٹھا کر پھر اس پہ اندھا، بے وقوف اور سادگی کا لیبل لگانا ہنر، صلاحیت اور قابلیت کی نشانی نہیں بلکہ یہ مکاری، فراڈ اور دھوکہ باز انسان کی واضح علامت ہوتی ہے کیونکہ کسی کی مثبت سوچ، ارادہ اور کردار مسخ کرنے والا آج نہیں تو کل ضرور خود اپنا ہی کردار مسخ کرتا ہے۔تواتر کے ساتھ منفی اعمال، رویے اور گفتار کو صبر وتحمل اور دوراندیشی کے ساتھ خاموشی سے برداشت کرنے والا ضرور ایک نہ ایک دن مجبور ہوکر پھٹ پڑے گا اور ایسا رجحان پھر دوستی کے رشتے کو مضبوط کرنے کے بجائے دشمنی کی طرف لے جائے گا لہٰذا یہ کوشش ہمیشہ ہونا چاہیے کہ ہماری سوچنے کا انداز مثبت ہو، اور مدمقابل کی سوچ وعمل کو منفی انداز میں صرف اپنی ہی سوچ کے تحت لینے کے بجائے اس کا ہر پہلو سے غور کر کے اور متعلقہ جگہوں پہ اس کا اظہار کرنا، اور تب جا کر کوئی رائے قائم کر کے فیصلہ لینا چاہیے اور پھر ایسے رائے اور فیصلوں کے دوررس ومثبت نتائج بھی برآمد ہونگے۔

13 مئی 2016

انسانی سوچ ___ آج اور کل کے تناظر میں

آج سے چند سال پہلے میں کیا سوچتا تھا؟ اور اپنے آپ کو کیا سمجھتا تھا؟ کس طرح احساس برتری کا شکار تھا، کس طرح خود کو علم و عمل کا عالم سمجھتا تھا؟ اور کس تصور و خیال کو لیکر اپنی دنیا میں مدہوش تھا؟ میں کیسا تجزیہ اور منظر کشی کرتا تھا؟ معاملات و مسائل کو کس زاویہ نظر سے دیکھتا اور محسوس کرتا تھا؟ کس طرح سنی سنائی باتوں پر یقین کر کے جلدی متاثر ہوتا تھا؟ کس طرح غلطی اور غلط فہمی کا شکار ہوتا تھا؟ میرے اعتبار اور بے اعتباری، ناراضگی و خوشی کا معیار، اچھائی و برائی، علم و کم علمی لوگوں کی شناخت کرنے اور ان کو جاننے و سمجھنے کا پیمانہ کیا تھا؟ پھر کیا آج میں اپنی اصل اوقات سے واقف ہوں؟ آج میری سوچ کہاں کھڑی ہے؟ میری آج کی سوچ کل کیلئے صحیح ثابت ہوگی یا غلط؟ اگر کل میں غلط پھر آج کیسے صحیح؟ اگر دوسروں کو غلط قرار دیکر خود کیسے صحیح ہوں؟ پھر میرے پاس صحیح اور غلط کو پرکھنے اور سمجھنے کا پیمانہ کیا ہے؟ سطحی غیر سطحی، روایتی و غیر روایتی، اخلاقی و غیر اخلاقی، سنجیدہ و غیر سنجیدہ، سیاسی و غیر سیاسی، معیاری و غیر معیاری تحقیق و بغیر تحقیق، شعوری اور بے شعوری سے لیکر تمام چیزوں کی تشریح و تعریف کس لغت سے، کس تجربے سے، کس سوچ سے، کس نقطہ نظر سے کر کے اور بعد میں تشریح کرتا اور خود ہی ان کو من و عن صحیح گردانتا۔

زندگی کے پیچیدہ مسائل اور معاملات کو گہرائی سے پرکھنا اور سمجھنا پھر فیصلہ یا رائے قائم کرنا اتنا آسان نہیں جس طرح ہم کر رہے تھے اور کرتے آرہے ہیں اور اسی رویے اور سوچ کی وجہ سے ہر وقت حیران و پریشان ہو کر دن رات اپنے حقیقی فکر و عمل اور ذمہ داریوں سے بے خبر و بیگانہ ہو کر معمولی سطحی چیزوں پہ پھنس جاتے ہیں اور اہم ترجیح و مقصد کو بھول جاتے ہیں اور پھر یہی رویہ ہی ہمارا اصل ترجیح بن جاتا ہے، پھر ایک مقام ایسا آتا ہے کہ ایسے انسانوں سے ہر ایک بیزار ہو کر ان سے دور رہنا ہی پسند کرتا ہے۔

14 مئی 2016

غلطی وغلط فہمی اورانسانی سوچ

ایسا بہت ہی کم ہوتا کہ کوئی غلطی یا غلط فہمی لاشعوری یا ناسمجھی کی وجہ سے سرزد ہو جبکہ اکثر غلطیاں باقاعدہ ہوش وحواس اور منصوبہ بندی کے تحت ہوتے ہیں، سوچ، ارادہ، خیال، مقصد اور نیت جو بھی ہو لیکن ہر غلطی کو ہر جگہ لاشعوری و ناسمجھی سمجھنا بذات ہی ناسمجھی ہے۔

واقعات وحادثات اچانک رونما نہیں ہوتے بلکہ ان کے پس پردہ کوئی ارادہ وسوچ ہی کارفرما ہوتا ہے اور بار بار ایک ہی غلطی کو مختلف صورت میں سرانجام دینا اور پھر کہنا کہ غلطی ہوگئی دراصل یہ دوسروں کو بے وقوف بنانے اور سمجھنے کا واضح پیغام ہے، اور جو ایسی حرکتوں پہ یقین کر لے تو اس کا شمار بھی احمقوں میں ہی ہوگا۔

کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ بار بار منع کرنے کے باوجود وہ باقاعدگی سے اپنی غلط رویے اور سوچ پہ کاربند رہتے ہیں اور اپنی غلط سوچ واعمال پہ قائم رہنے سے وہ منع کرنے والے کو واضح پیغام دینا چاہتے ہیں کہ وہ کون ہوتا ہے مجھے نصیحت کرنے والا اور تجاویز دینے والا لہٰذا وہ بلواسطہ یہ اشارہ دینا چاہتا ہے کہ اپنی اوقات میں رہو، تو ایسے حالات کا بہترین حل اور اپنی اوقات میں رہنے کا بہترین طریقہ خاموشی ہے۔ ایسی صورتحال میں خاموشی اپنانا ہی عقل مندی ہے کیونکہ کچھ ایسے لوگ موجود ہوتے ہیں، جب تک ان کے دماغ کی گھنٹی خود نہ بجے وہ کسی اور کی نہ سنتے ہیں اور نہ عمل کرتے ہیں۔ اس لیئے کسی بھی معاملے وحالات کے بابت باریک بینی وگہرائی سے سوچنا، سمجھنا ہی عقل وشعور کی علامت ہے کیونکہ مسلسل سوچ بچار، جستجو وتحقیق سے انسان کو بہت سی باریکیوں کا ادراک ہوتا ہے۔ اگر انسان خود ہی اپنے دماغ پہ اندھے پن کا چادر ڈال کے بے خبر و سمت دوڑنا شروع کر دے اور پھر یہ امید رکھے کہ وہ کسی تاریک گلی میں نہیں پھنسے گا تو ایسی سوچ پہ صرف افسوس ہی کیا جا سکتا ہے۔

15 مئی 2016

خود کو سمجھنا اور خود کا احتساب کرنا

اگر کسی کی سوچ، علم اور شعور کی سطح پرکھنا چاہتے ہو، سمجھنا چاہتے ہو، تو اس کا اندازہ آپ کو معمولی یا غیر معمولی، سیاسی یا غیر سیاسی بحث ومباحثے کے دوران ہوگا کیونکہ بحث ومباحثہ ہی وہ عمل ہے جو انسان کے اندر کی کیفیت کو ظاہر کر دیتا ہے۔ کسی بھی موضوع پہ جب دوران بحث غیر ضروری جذباتی انداز اپنانا، شغان و طنز، غصہ وذات کو نشانہ بنا کر نیچا دکھانے کا منظر ہو تو سمجھو وہاں پہ شعور، علم اور پختگی دور دور تک موجود ہی نہیں اور اگر کوئی اسی طرز کے انداز گفتگو کو علمی یا سیاسی بحث ومباحثہ قرار دے گا، تو وہ اس کی عدم پختگی، غیر سیاسی پن اور کم علمی کی واضح علامت ہوگی۔ اگر کوئی انسان یہ جاننا چاہتا ہے کہ اس کی شعور وعلم کی سطح کہاں پہ کھڑا ہے تو وہ کسی بھی بحث ومباحثے کے بعد اپنا جائزہ لیں کہ دوران بحث اس کی گفتگو میں صبر و برداشت، جذباتی وتلخی، ذاتی ضد وانتقامی سوچ کس حد تک حاوی تھا۔ علمی بحث ومباحثے کی بنیاد ہی یہ ہوتا کہ کسی بھی مسئلے یا معاملے کو مکمل طور پہ سمجھ کر اور جان کر کسی کے سامنے پیش کرنے کے بعد جب مخالف رائے آجائے تو صبر و برداشت اور مثبت رویہ اور انداز اپنا کر ہی دوسرے کو قائل کرو یا خود قائل ہو جاؤ والی سوچ ونیت کے ساتھ ہی مدلل گفتگو آگے بڑھ کر ایک کارآمد نتیجے پہ پہنچ جاتا ہے، یہی علمی بحث ومباحثے کی پہچان بھی ہے۔

16 مئی 2016

علم وعمل۔۔۔۔بطور فیشن یا صحیح سمت کے تعین کیلئے؟

ضد، انا اور غرور کی جنگ میں اکثر اوقات اجتماعی مفادات ثانوی حیثیت اختیار کر لیتے ہیں کیونکہ ضد وانا کی مرض میں مبتلا شخص کو اس بات کا قطعاً پرواہ و اندازہ نہیں ہوتا کہ اس کے منفی اعمال سے مثبت سوچ پہ منفی اثرات مرتب ہو کر مجموعی مفادات وعمل کو نقصان پہنچ رہا ہوتا ہے۔ منفی سوچ کی دلدل میں پھنسنے والے کی احساسات واجتماعی سوچ مفلوج ہو کر اس پہ انفرادیت کا غلبہ جماتے ہیں اور پھر انسان اپنے اردگرد کے ماحول و صورتحال سے بیگانہ و یگانہ ہو کر ہر اُس منفی عمل کو سرانجام دینے سے نہیں کترا تا جو اُس کی انا کو تسکین دے۔

انفرادی سوچ کا ایک المیہ یہ ہوتا ہے کہ مجموعی مفاد اور مقاصد کو نقصان پہنچنے کے ساتھ ساتھ کچھ پاک وشفاف اور مثبت سوچ والے انسانوں پہ بھی منفی اثرات مرتب ہونگے اور پھر انسان کے سامنے دو ہی راستے بچ جاتے ہیں مایوسی و بدظنی یا پھر اسی منفی سوچ کو اپنانا۔

انفرادیت پسندی میں مبتلا شخص کو اپنے سوا کسی اور پہ بھروسہ نہیں ہوتا اور اپنے ہر منفی عمل کو جائز سمجھ کر اپنے سے ہی من گھڑت و بے بنیاد جواز و دلیل پیش کر کے خود کو مطمعن کرنے کی ناکام کوشش کرتا ہے اور پھر ایک وقت ایسا آتا ہے کہ ایسے سوچ کا مالک شخص بالکل تنہا ہو جاتا ہے اور اپنی اسی تنہائی کو بھی اپنی حقیقت پسندی، سچائی و مخلصی قرار دے کر دیگر سے اپنے آپ کو اعلیٰ و برتر خیال کرتا ہے۔

دنیا کی کامیاب و ناکام تحریکوں میں ایسے کردار ہم کو بہت سارے ملیں گے جنہوں نے انفرادیت کو گلے لگا کر اجتماعیت کو دفن کر دیا اور پھر ایسے کردار آج تک عبرت کے نشان بنے ہوئے ہیں۔

لہٰذا ایک بات ہم سب کو ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ ضد، انا، غرور اور بھڑک بازی جیسے گندگیوں کا خاتمہ صرف اور صرف حقیقی علم وعمل ہی کرے گا اور ہاں علم وعمل کو بطور فیشن نہیں بلکہ اسے صحیح سمت کے تعین اور صحیح مقاصد کے حصول کیلئے اپنایا جائے تب انسان نہ غلط سمت میں سفر کرے گا اور نہ ہی غلط مقاصد کی خاطر سرگرداں ہوگا۔

17 مئی 2016

تحریک و تنظیم کی ناکامی کا ذمہ دار۔۔۔۔عوام یا جہدکار؟

جب کوئی جہدکار قوم یا عوام کو نالائق، بے حس، بے شعور، لالچی، بزدل و بے پرواہ قرار دے کر قومی تحریک سے ان کی لاتعلقی وعدم دلچسپی کو قوم کا ہی قصور و گناہ تصور کرے تو یہ جہدکار سے لیکر تنظیم و تحریک کی واضح نالائقی و کمزوری کی علامت ہے کیونکہ معلوم تحریکوں کی تاریخ سے یہ معلوم پڑتا ہے کہ قوم کے اندر قومی شعور، قومی بیداری، حوصلہ، خود اعتمادی، امید، اور قوت پیدا کرنا اور قوم کو مایوسی و ناامیدی سے بچانا جہدکار، تنظیم و تحریک کی ذمہ داری ہے، اگر جہدکار خود ہی ناامیدی و مایوسی میں مبتلا ہو کر بے حوصلہ ہو تو پھر قوم سے گلہ کرنا اور قوم کو ذمہ دار ٹھہرانا ایک بھونڈے مذاق کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔

اس کے علاوہ ایک رویہ اکثر دیکھنے کو ملتا ہے کہ جب کوئی شخص خود ہی مایوس ہو کر ہمت ہار جاتا ہے تو راہ فرار اختیار کرنے کیلئے اپنی نااہلی و کمزوری کا ذمہ دار تحریک و تنظیم کو قرار دیتا ہے لیکن خود اپنے گریبان میں جھانکنے کی ہمت نہیں کرتا کہ میں خود کیا ہوں؟ اور اسی طرح اگر کوئی تنظیم یا تحریک زوال و انتشار کی جانب گامزن ہو تو اپنی ناکامیوں کا ذمہ دار قوم کی کمزوری و خامیوں کو ٹھہراتا ہے لیکن خود تنظیمی کمزوری، خامی، پالیسی اور حکمت عملی کیسے تھے کیسے ہیں ان پہ غور نہیں کیا جاتا، یہ ازل سے ایک آسان ہنر و فن رہا ہے اور اب بھی ہے کہ اپنی کمزوری و خامیوں کو نظر انداز کر کے انہیں دوسروں کے سر تھونپ دیا جاتا ہے۔

تحریکوں کی ناکامی و زوال کے بنیادی اسباب میں اہم اور بنیادی وجہ عوام کی تحریک سے عدم دلچسپی اور عدم شمولیت ہے اور عوام کی عدم دلچسپی کی اہم وجہ جہدکاروں کی اپنے عوام سے عدم دلچسپی سے لیکر انہیں حقیر و نکما سمجھ کر خود کو برتر و اعلیٰ سمجھنے والا رویہ ہے کیونکہ جب کوئی جہدکار خود کو اعلیٰ اور عوام کو حقیر سمجھ لے تو وہاں پہ جدوجہد کبھی بھی کامیابی کی منزل تک نہیں پہنچ پائے گا کیونکہ جہد کی کامیابی ہی عوام کی تحریک سے وابستگی سے مشروط ہے۔

یہ ایک لازمی امر ہے کہ کوئی بھی جہد کار کسی اور سے رائے لینے کے بجائے خود اپنے ہی روزمرہ کی سرگرمیوں پہ ایک بار نظر ڈالے کہ اس نے عوام کی جدوجہد میں شمولیت کیلئے کیا کیا؟ پھر سب کچھ روز روشن کی طرح عیاں ہوگا اور ساتھ اگر یہ خواہش موجود ہے کہ تنظیم و تحریک دنیا کی کامیاب و مضبوط تنظیم و تحریکوں کی صف میں شمار ہو تو اس کیلئے صرف خواہش کے اظہار کے بجائے مسلسل محنت کرنا ہوگا کیونکہ صرف خواہش سے کبھی بھی مرادیں پوری نہیں ہوتے۔

18 مئی 2016

وقتی ہمسفر و خیر خواہ

بعض اوقات لوگ کسی کو سادہ اور معصوم جان کر اسے بے وقوف بنانے کی کوشش کرتے ہوئے یہ بھول جاتے ہیں کہ وہ دراصل سادہ و بے وقوف نہیں اور جب یہی بظاہر سادہ انسان جب حقیقت و سچائی سے آگاہ ہوا تو نتیجہ نفرت و دشمنی کی صورت میں سامنے آئے گا جو کہ کسی المیے سے کم نہیں، کسی کو وقتی طور پر دھوکے میں رکھ کر اپنا ہمسفر و خیر خواہ بنانے کی کوشش کرنے والے یہ ذہن نشین کر لیں کہ پھر ایسی دوستی و سنگتی بدترین دشمنی کی روپ اختیار کرنے میں دیر بھی نہیں کرتا۔

اس بات سے کسی کو انکار نہیں کہ سچائی بہت ہی تلخ ہوتی ہے، اور جو اس حقیقت سے انکار کرے گا اور وقت کے ساتھ جو نقصان، غلط فہمی، بداعتمادی، بدگمانی اور دوری جنم لیں گے پھر ان کا ازالہ ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہوگا، اور پھر وقت کی زیاں کے ساتھ انسان کے پاس افسوس و پشیمانی کے سوا کچھ بھی نہیں ہوگا اور اس دوران ایسے لوگ بھرپور فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں گے جو انفرادی اور گروہیت کی خول میں جینے کو عافیت سمجھتے ہیں۔ وقت کے انتظار سے قبل ہی سب کچھ سمجھنے اور سیکھنے کی کوشش ہی باشعور انسان کی علامت ہے، ہاں یہ ضرور ہوتا ہے کہ کچھ چیزیں وقت و حالات پہ منحصر ہیں لیکن اس کا انحصار ادراک پہ ہوتا ہے، شعور کی پختگی اور ادراک ہونا انسان کی علم سیکھنے اور عمل کی صلاحیت میں پوشیدہ ہوتا ہے۔

19 مئی 2016

لوگ نہیں۔۔تمہاری رائے بدل جاتی ہے

انسان بدلتے نہیں بلکہ مختلف حالات و واقعات کے رونما ہونے کے بعد انسان کی حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ وہ اندرونی طور پہ جو بھی تھا وہ ظاہر ہوتا ہے۔ایسی صورتحال میں بدلنے والے انسان کو بُرا بھلا کہنے کے بجائے ہمیں اپنے دل و دماغ اور سوچنے کے انداز پہ ماتم کرنا چاہیے کیونکہ یہ آپ ہی تھے جو اپنی انفرادی و محدود سوچ کے بنا سطحی و ظاہری سوچ و صلاحیت سے متاثر ہوکر اپنی ہی خواہشات کی بنیاد پر کسی اور کے متعلق بلند پائے کی منظر کشی کرتے تھے اور پھر جب اچانک نہیں بلکہ حقیقت کھل کے سامنے آگئی تو نفرت و جذباتی پن کا شکار ہو جاتے ہو۔

یہ ایک لازمی امر ہے اور اس کا ہر ایک کو سوچنا اور خیال کرنا ہوگا کہ جب تک انسان کو اختیار و طاقت نہیں ملتا اس وقت تک وہ جس حالت میں ہے وہ اس کی اندر کی صورتحال و حقیقت نہیں ہوتی اور ساتھ ہی انسان کی حقیقت خوشگوار حالات کے بجائے پیچیدہ اور کھٹن حالت میں زیادہ واضح ہو جاتا ہے اور مشکل حالت و دشوار سفر ہمیشہ مخلص و مضبوط دوست جنم دینے اور مصنوعی و ظاہری دوستوں کی بچھڑنے کا ذریعہ بنتا ہے کیونکہ عام حالت یا بالفاظ دیگر حالتِ امن میں اچھے و بُرے کی تمیز کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔سخت و مشکل وقت حالات ہی دوستوں اور رشتوں میں ردو بدل کا سبب بنتے ہیں، اس لئے ہر وقت دھوکہ کھانے سے بہتر ہے انسان اپنے سوچنے کی عینک کو صاف رکھے۔

20 مئی 2016

دشمنی ونفرت کا زہر کیوں؟

وقتی ہمدردی وخیرخواہی حاصل کرنے کیلئے دیرپا نفرت اور دشمنی قبول کرنا دانشمندانہ اقدام نہیں بلکہ وقتی دشمنی ونفرت کی پرواہ کئے بغیر دیرپا اور مضبوط دوستی خیرخواہی اور ہمدردی حاصل کرنا دانشمندی ہے۔ ہر وقت یہ بات ذہن نشین کرنا چاہیے اور جائزہ لینا ہوگا اگر کوئی بھی آپ سے خیرخواہی یا ہمدردی رکھتا تو کس بنیاد وشرط پر، اور کیا اس شرط و بنیاد میں دھوکہ دہی، چال بازی کا پہلو تو موجود نہیں؟ اگر ہے بھی تو اسے مکمل ختم کرکے سچائی اور حقائق کے بنیاد پر تعلق قائم کرنا ہوگا۔۔

اسی طرح اگر کسی میں آپ ہزار کمزوری اور خامی دیکھتے ہو یا محسوس کرتے ہو اس کے باوجود اس سوچ کے تحت چپ کا روزہ رکھتے ہو کہ وقتی ہمدردی اور خیرخواہی یعنی مضبوط رشتہ خراب نہ ہو تو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ آج نہیں کل ضرور وقتی ہمدردی خیرخواہی رشتہ نفرت ودشمنی کا روپ دھار لے گا۔ بہتر یہی ہے کہ ہمیشہ اپنے چاہنے والوں اور قابل بھروسہ دوستوں کے سامنے تمام سچائی اور حقیقت کھل کر رکھا جائے اور اپنے قابل بھروسہ دوست کی کمزوریوں اور خامیوں کو مثبت طریقہ کار اپنا کر اسے آگاہ کیا جائے گو کہ بہت ہی کم انسان ہوتے ہیں جو اپنی کمزوریوں اور خامیوں کی بارے میں بات یا اظہار کرنے کو برداشت کرتے ہیں، لیکن پھر بھی آپ کو یہ مثبت عمل کرنا ہی ہوگا اور یہ قوی امکان ہے کہ آج وہ وقتی طور پہ نفرت اور دشمنی پر اتر جائے لیکن مستقبل میں آپ کا دیرپا مضبوط دوست اور خیرخواہ ہی بنے گا۔

22 مئی 2016

خاموشی۔۔۔۔۔دانائی یا نادانی؟

جب تک انسان میں صبر و برداشت کی قوت نہ ہو اس وقت تک انسان یہی سمجھتا ہے کہ اس کی سوچ کم علمی اور نالائقی کے مقام پر رکا ہوا ہے۔ طاقتور یا دشمن کی سامنے خوف کے سائے تلے خاموشی اختیار کرنا یا صبر و برداشت کرنا اور سب کچھ اپنے اوپر سہنا اور قومی عمل سے دور رہنا، اپنوں کی معمولی کمزوریوں پر بے صبر و بے برداشت ہو کر جذباتی پن کا شکار ہونا انسان کی کم علمی کی واضح علامت ہے۔ جہاں شعور، علم، دور اندیشی اور حقیقت کو بیان کرنے اور ہضم کرنے کا رجحان نہ ہو، وہاں پہ چیخنا، چلانا بے فائدہ اور مزید خرابی اور بگاڑ کو جنم دے گا اس لئے یا تو ایسے ماحول میں انتہائی نرم مزاجی اور علمی دلائل کے ساتھ اپنی رائے یا بات کسی کو سمجھانا یا پھر خاموشی اختیار کرنا ہی دانشمندی ہے۔ گو کہ کبھی کبھار خاموشی کو خوف، نالائقی، کمزوری، خامی اور بیشعوری تصور کیا جاتا ہے، اس لئے ہمیشہ ہر چیز و معاملے کو اپنی خود تیار کردہ پیمانے پر ناپ تول کر اور انفرادی سوچ اور خواہش کے بنیاد پہ اس کی تشریح کرنا کبھی بھی حقیقت پر مبنی نہیں ہوتا ہے۔ کسی بھی موقع پر کوئی بھی آ کر جو بھی کہے اور مسلسل بولتا رہے اور خاموشی اور صبر تحمل کے ساتھ اس کے تمام معمولی اور غیر معمولی باتوں سے لیکر غلط اور صحیح رائے کو بھی مکمل دھیان سے سننا و توجہ دینا وہ بھی سیکھنے اور سمجھنے کی غرض سے سننا علم اور عقلمندی کی پہچان ہے۔

ہمیشہ عقلمند یا جاننے والے کی عقل اور علم میں پختگی اور اضافہ میں زیادہ تر بے عقل اور ناسمجھ لوگوں کا بہت بڑا کردار ہوتا ہے کیونکہ بے عقل، بے وقوف اور جاہل کے رویئے اور مزاج کو اپنانے سے گریز کرنا بھی بے وقوف اور جاہل سے کچھ سیکھنے کے مترادف ہے۔ کسی بھی مجلس و محفل میں کسی کی بات کو مکمل سننے اور سمجھنے سے پہلے عدم برداشت یا بے صبری جذباتی پن کا شکار ہونا دوسرے کو بات کرنے کا موقع نہ دینا یا جلدی اپنی رائے قائم کر کے اس پہ مکمل یقین کرنا کم عقل و کم علم لوگوں کی نشانی ہے۔

24 مئی 2016

جنگ، جہد اور انسانی مزاج

تحریکوں میں ایسے دردناک، کربناک اور دلخراش واقعات، حالات اور کیفیت رونما ہوتے ہیں جو برائے راست انسان کے ہمت و حوصلے پہ اثر انداز ہوتے ہیں، پھر یکدم امیدی و نا میدی کی کشمکش شروع ہوجاتی ہے اور اکثر اوقات ناامیدی کے منفی اثرات و پہلو ذہن پہ حاوی ہونے کی کوشش کرتے ہیں، ''سب کچھ ختم، اب کچھ نہیں ہوگا، پتہ نہیں کیا ہوگا'' ایسی سوچ انسانی خیالات و ارادوں کو کمزور کر کے انہیں مفلوج بنا دیتا ہے اور پھر انسان ناامیدی و مایوسی کی بھنور میں پھنس جاتا ہے۔ جنگ یا جدوجہد کی فطرت شروع سے لیکر آخر تک انتہائی تکلیف دہ عمل کا نام ہے، اس لئے یہ ہر انسان کی بس میں نہیں ہوتا، اگر کوئی جنگ یا جہد کو مسلسل تکلیف در تکلیف والا عمل سمجھ کر اس کو اختیار کرتا ہے، تو اس پر ایسے حالات بہت کم اثر انداز ہوتے ہیں۔ سب سے حیرت انگیز اور بے شعور سوچ وہ ہے جو جہد اور جنگ کو مکمل انسانی مزاج اور طبیعت کے مطابق سمجھ کر روزمرہ کی زندگی تصور کرے کیونکہ جنگ بذات خود انسانی مزاج کے برخلاف ایک عمل ہے لیکن انسانی نجات کا واحد ذریعہ بھی ہے، جو اکثر و بیشتر مجبور انسان کو اختیار کرنا پڑتا ہے اور اس کے ردعمل میں ہر وقت، ہر دن انسانی مزاج کے برخلاف ایسے واقعات و حالات رونما ہوتے ہیں جن کو برداشت کرنا، اور صبر و استقامت کے ساتھ ان کو سہنا ہی قربانی کا نام ہے۔ کوئی بھی سخت و تکلیف دہ واقعہ اور رویہ چاہے جس شکل و صورت میں سامنے آئے اس کے بعد بھی اپنی سوچ پہ قائم رہنا کہ مجھے کرنا ہے، مجھے جانا ہے، ہر حالت میں، ہر صورت میں، تو یہی سوچ انسان کو آخر کار کامیابی کے ساتھ منزل مقصود تک پہنچا دے گا، اور ایسی سوچ کو مستقل مزاج اور شعوری سوچ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا۔

25 مئی 2016

علم وشعور کی سطح اور اس کی پہچان

اگر دھوکہ دہی کے شکار ہونا چاہتے ہو تو ہمیشہ تصویر کا ایک ہی رخ دیکھو اور اس پہ یقین کرو، اکثر و بیشتر چیزوں کو ہم جس طرح دیکھتے اور محسوس کرتے ہیں وہ درحقیقت اُس طرح نہیں ہوتے، کیونکہ معمولی سے لیکر غیر معمولی چیز، مسئلہ و معاملہ تک ہر ایک کا ایک ہی رخ نہیں ہوتا ہے، انسان صرف ایک ہی پہلو کے بارے میں سن کر جلد حتمی رائے اور فیصلہ قائم کرتا ہے، باقی تمام پہلوؤں کو مکمل نظر انداز کرتا ہے، ایسی صورت میں لوگ پوری زندگی دھوکہ کھاتے رہتے ہیں۔ جب انسان کو کسی وقت دھچکا لگنے کے بعد وقتی طور پر ہوش سنبھالنے کا موقع ملے، پھر بھی وہ اپنی غلطیوں اور کمزوریوں کو کسی اور کے کندھوں پر ڈالنے کی کوشش کرتا ہے۔

کسی کے بھی علمی اور شعوری سطح کو جاننا اور سمجھنا چاہتے ہو تو صرف یہ غور کرو کہ اس شخص میں کسی بھی حقیقت اور غلطی کو تسلیم کرنے کی کتنی گنجائش ہے، علم اور شعور سے محروم شخص میں غلطی ماننے اور تسلیم کرنے کا رجحان کبھی نہیں ہوتا، اور دوسرا، باعلم باشعور ہمیشہ اور ہر جگہ کچھ سمجھنے اور سیکھنے کی کوشش کرتا ہے اور کم علم اور بے شعور ہر جگہ ہر معاملے اور ہر موضوع پر خود سیکھنے سمجھنے کے بجائے خود کو عالم فاضل سمجھ کر دوسروں کو ہمیشہ سکھانے اور سمجھانے کی بھرپور کوشش کرتا ہے۔ اسے یہ اندازہ نہیں ہوتا کہ مدمقابل لوگ شاید مجھ سے زیادہ باعلم و باخبر ہیں، اسی فرق سے بے عقل اور عقل مند، باشعور و بے شعور، باعلم اور کم علم کی سطح واضح ہو جاتی ہے۔

26 مئی 2016

سوچیئے، زرا سنجیدگی سے

دشمن کی کامیابی اور تحریک کی شکست اُس دن سے شروع ہوگا جب تحریک خود ہی اپنی حرکتوں اور اعمال سے اپنے عوام کو تحریک سے بدظن کر کے ان کے ذہنوں اور دلوں میں نفرت پیدا کرے۔ بے شک تحریک کے کچھ عمل اور واقعات عوامی سوچ اور مزاج کے مکمل برعکس اور جائز ہوتے ہیں لیکن ان کو عوام کے سامنے جائز قرار دینا اور واضح تشریح کے ساتھ عوام کو مکمل قائل کرنا تحریک کی اولین ذمہ داری بنتی ہے۔ جس کیلئے تحریک کے اندر علم، صلاحیت، ہنر، شعور اور سنجیدگی کا ہونا لازمی شرط ہے، کیا ہمارے پاس یہ سب دستیاب ہیں؟

عوام خود کبھی یہ فیصلہ نہیں کرتا کہ یہ میرے نظریاتی و فکری دوست ہیں، وہ غیر اور تنخواہ خور ہیں۔ اگر عوام کی علم و شعور کی سطح یہ ہوتا تو پھر وہ عوام نہیں بلکہ تحریک کا باقاعدہ حصہ ہوتے۔ عوام صرف عمل اور اقدامات ہی کو دیکھتا سمجھتا اور محسوس کرتا ہے، اگر دشمن اور جہدکار کے عمل، کردار، رویہ، مزاج اور نفسیات میں خاص فرق نہ ہو تو عوام کا مکمل رجحان و ہمدردی خوف کے بدولت دشمن کی طرف ہوتا ہے کیونکہ وہ طاقتور اور اس کے پاس عوام کی ہمدردی حاصل کرنے کی خاطر مختلف ذرائع استعمال کرنے کے ساتھ موقع اور مراعات بھی زیادہ ہوتے ہیں۔ جہدکار اگر اپنی سوچ اور فکر کو مدلل انداز میں عوام کو نہ سمجھا سکا اور قائل بھی نہیں کر سکا، اور اپنے مزاج اور رویہ کو دشمن کے رویہ مزاج سے مکمل تبدیل اور لوگوں کے سامنے عملاً ثابت نہیں کر سکا، صرف زبان، شکل وصورت کی بنیاد پر عوام کو وقتی طور پر یا خوف کے ذریعے اپنے ساتھ رکھ سکتا ہے لیکن یہ ساتھ دیرپا اور مستقل کبھی نہیں ہوگا۔

27 مئی 2016

آج کے جہدکار کل کے معمار

آجکل کے جہدکاروں کا رویہ، مزاج، کردار، سنجیدگی وغیر سنجیدگی، جھوٹ سچائی، انصاف وناانصافی، ذمہ داری وغیر ذمہ داری، لائقی و نالائقی ''کل'' کے یعنی آزاد وخوشحال سماج پہ پوری طرح اثر انداز ہونگے۔ آج جدوجہد کے دوران جو بھی مثبت ومنفی سوچ پرورش کرے گا، مستقبل میں اسی کا ثمر ہمیں ملے گا، ہمیشہ خوشحال اور آزاد سماج کی دیواروں کی بنیادیں آج کی آزاد سماج کی حصول کی خاطر برسرپیکار جدوجہد کی نفسیات پر منحصر ہوتا ہے۔ تحریک میں ایک فرد کا مثبت یا منفی رویہ ایک ہی فرد کے حد تک محدود نہیں رہیگا بلکہ دوسروں تک منتقلی کے ساتھ رویئے کو بہ نسبت مثبت سوچ کے انسان خصوصاً غلامانہ سماج میں بہت جلد قبول کرتا ہے۔ منفی سوچ کو قبول کرنا اس لیے آسان ہوتا ہے کہ غلامانہ سماج شروع دن سے ہی اپنے بطن سے تیزی کے ساتھ ہی منفی سوچ اور منفی رویوں کو جنم دیتا ہے، سچ کے بجائے جھوٹ پر جلد یقین کرنا یا قبول کرنا بھی اسی سائیکی کی کڑی ہے، اگر دماغ میں پہلے سے منفی رویہ وجود رہتا ہے۔

28 مئی 2016

سمجھانے کیلئے، سمجھنا ضروری ہے

کسی کو اپنی بات یا رائے سمجھانے سے قبل اس کو خود سمجھ لو، اس کے سوچ اور ذہنیت کی سطح کو جان لو، بصورت دیگر آپ کے تمام دلائل اور رائے رائیگاں جائیں گے، اجتماعی مفادات کے حصول کی خاطر اپنے ہی لوگوں کے مجموعی قومی مزاج ونفسیات سے مکمل باخبر باعلم رہنا حقیقی علم ہے، پھر دنیا کو جاننا، سمجھنا تجربہ حاصل کرنے کیلئے کوشاں رہنا ضروری ہے، اپنے قومی مزاج سے بے خبر و بیگانہ ہو کر سینکڑوں کتابوں کے پڑھنے یا جمع کرنے سے صرف ذاتی نمود نمائش اور ذاتی فوائد حاصل ہونگے، لیکن اجتماعی قومی مفاد کے حوالے سے کچھ نہیں ہوگا۔

قوم کیلئے لڑنا، جہد کرنا، پالیسی مرتب کرنا یا قربانی دینا مگر مجموعی قومی نفسیات سے مکمل بیگانہ ہونا بے سمت سفر کرنے کے مترادف ہے، پھر لوگوں کو اپنے ساتھ ہمدرد اور ہمسفر بنانا یا کامیابی حاصل کرنے کی امید رکھنا خام خیالی کے سوا کچھ نہیں ہے، لوگوں کے کم علمی، روایتی و فرسودہ غلامانہ سوچ اور ذہنیت کو انتہائی باریک بینی سے پڑھنا، سمجھنا اور اس کے بعد ان کے تمام رویوں اور مزاج کو سیاسی اور سائنسی سانچے میں ڈھال کر ان کی تعلیم و تربیت کیلئے منصوبہ بندی اور طریقہ کار کا تعین کرنا شعوری اور منظّم جدوجہد کا تقاضہ ہے۔

29 مئی 2016

خاموش راہ فرار

معاشرے میں اپنا ایک مضبوط اور مثالی کردار نبھانا چاہتے ہو تو تذبذب، کنفیوژن، عدم اطمینان اور ناامیدی کے شکار لوگوں سے کچھ کرنے کے توقع کو چھوڑ دو۔ ایسے لوگوں پہ انحصار کرنا اور توقع رکھنا وقت کا زیاں ہے۔ جب بھی ناکامی کی پرچھائیاں نظر آئیں تو یہ آپ کو اکیلا چھوڑ کر غائب ہو جائیں گے، اسی لیے کہتے ہیں کہ ناکامی یتیم ہوتا ہے اور کامیابی کے بہت سے باپ ہوتے ہیں۔

خود انحصاری اور خود اعتمادی کو لیکر توجہ دلچسپی اور محنت کے ساتھ مسلسل عمل اور عمل ہی سے کامیابی کا دروازہ کھلتا ہے۔ یہ طبقہ تحریکوں کے نشیب و فراز، وقتی شکست اور مسائل و جنجال جیسے حقائق کی حقیقت سے واقف نہیں ہوتے ہیں۔ یہ یاد رکھا جائے جنگ بذات خود تکلیف، پریشانی، حیرانی، آزمائش، اذیت اور مسائل کا نام ہوتا ہے دوران جنگ خوشگوار ماحول اور نارمل سوچ و حالات کی توقع رکھنا بے علمی اور لاشعوری کی علامت ہے، اور جنگ سے ہمیشہ اور آگے بھی زیادہ سخت مسائل اور تکلیف کی توقع کرنا چاہیئے، ذہنی حوالے اس حد تک تیار رہنا چاہیے کہ جو ہوا ہے وہ کچھ نہیں، مزید سخت ترین آزمائش اور مسائل کا سامنا ہوگا، ان تمام آزمائش و مسائل اور رکاوٹوں کو توڑ کر آخری دم تک پُر امید و باحوصلہ ہو کر ثابت قدم رہنا حقیقی جہدکار کی صفت ہے۔

31 مئی 2016

نیم جہدکار

تحریک میں نئے شامل ہونے والے جہدکار ہمیشہ پرانے جہدکاروں کے رویہ اور طریقہ کو اصول اور ڈسپلن سمجھ کر اپناتے ہیں، نئے جہدکار پُرعزم اور قربانی کے جذبے سے سرشار ہوکر مکمل جہدکار بننے کی خواہش اور ارادے کے ساتھ شامل ہوتے ہیں لیکن اگر ان کا واسطہ نیم جہدکاروں سے پڑ گیا تو پھر وہ بھی وہی رویہ اور سوچ اپناتے ہیں۔ بہت کم ایسے ہونگے جو وقت اور تحریک کے مکمل تقاضوں کو جان کر انہی اصولوں پر کاربند ہوتے ہیں، نیم جہدکار سے مراد وہ آزادی کے جیالے ہیں جو روزمرہ زندگی و آسائش اور تمام سہولتوں کے ساتھ آزادی کی سفر میں محوسفر ہونا چاہتے ہیں (قطع نظر تنظیمی حکمت عملی سے) اور اپنی خواہش اور مرضی کے مطابق اپنی خود کی تیار کردہ حکمت عملی کو تنظیمی اصول بنا کر اصل تحریکی تقاضوں اور ذمہ داریوں سے جان چھڑانا چاہتے ہیں۔ وہ اپنے اس منفی، کمزور، فکری رویہ اور طریقہ کار کو اپنے ہی دل میں اپنی صلاحیت، قابلیت، دانشمندی سے تشبیہہ دیتے ہیں یعنی صنم بھی خوش خدا بھی خوش والی سوچ سے انسان کسی انسان کو وقتی طور پہ دھوکہ تو دے سکتا ہے لیکن تاریخ اور وقت کی بے رحم صفحوں کو نہیں دے سکتا۔

01 جون 2016

ذات کو ذات کا دھوکہ

مخصوص شکست خوردہ اور علم و شعور سے محروم ماحول میں انسان کی ذات، ضمیر یا وجود انسان کو کبھی کبھار خطرناک شکل میں دھوکہ دیتا ہے، ماحول کے منفی اثرات سے انسانی ذہن بھی منفی پہلو کی طرف جھکتا ہے، اس وقت جب انسان کی سوچ، فکر اور شعور کی سطح کمزور ہو، یعنی بار بار دماغ یہ پیغام ارسال کرے کہ آپ جس راستے پر گامزن ہو وہ کچھ نہیں، غلط ہے، آپ بے وقوف ہو، دوسرے عقلمند ہیں اپنی زندگی، اپنے لوگوں کے بارے میں سوچو، ذاتی زندگی کو سنوارو، دشمن بڑا اور طاقتور ہے، نقصان اٹھاؤ گے، کسی کو بھی آپ کا پرواہ نہیں ہوگا، مفت میں ضائع ہوگے، ہر ایک اپنی ذات کا سوچتا ہے، آپ سادہ ہو، آپ بھی بس اپنا کام چلاؤ والے فارمولے پر کاربند رہو، آپ لوگ استعمال ہو رہے ہو وغیرہ وغیرہ۔

اگر انسان نے ایک بار یہ سوچا کہ یہ تو حقیقت نہیں ہے، پھر اسی دن سے انسان کی مایوسی اور راہ فرار کی منفی اثرات دماغ پر اپنا اثرات چھوڑنا شروع کرتے ہیں ایک مقام پر یہ سوچ پختہ ہو کر انسان کے حوصلوں پر حاوی ہو کر اسے بے حوصلہ کر دیتی ہے، پھر انسان خود بھی محسوس نہ کرتے ہوئے مایوسی کی دلدل میں پھنس جاتا ہے، پھر بھی وہ خود نہیں مانتا کہ میں مایوس ہوں، یا مایوس ہو رہا ہوں۔ پھر انسان ہمیشہ اور ہر وقت یہی سوچتا ہے کہ آیا میں جو محنت کر رہا ہوں مخلصی، ایمانداری، سچائی، نیک نیتی اور بے غرضی سے اس کا کوئی فائدہ ہے، اگر کوئی اپنے ذات کے حوالے سے اس طرح سوچے گا وہ بھی خود غرضی میں شمار ہوگا۔ اگر نہیں تو مجموعی مفاد کے حوالے سے سوچے گا تو اس کے آج نتائج ظاہر نہ سہی، کل آپکے اچھے خیالات، سوچ، ارادے صاف شیشے کی طرح واضح ہونگے۔

02 جون 2016

جہد، جہد کار اور خود غرضی

انسان کی خود غرضی یا خود پرستی کی انتہاء اس وقت ظاہر ہوتی ہے، جب وہ راہ فرار اختیار کرنے کی خاطر تحریک میں خرابی پیدا ہونے کی انتظار میں رہے اور اگر کوئی خامی یا کمزوری نمودار ہو تو وہ بغلیں بجانا شروع کردے۔ وہ اس لئے تاکہ راہ فرار کا خوبصورت جواز مل جائے۔ یہ نہیں سوچا جاتا کہ اجتماعی قومی مفادات اور تحریک کو ان خامیوں کی بدولت کتنا نقصان ہو رہا ہے، صرف ذاتی مفاد، انا کی تسکین اور راہ فرار کی خاطر اپنے بے بنیاد جواز کو مضبوط کرنے کی خاطر تحریکی خامیوں پر خوشی منانا اور ذرا بھی یہ نہیں سوچنا کہ تحریکی خامیاں قومی المیہ اور صدمہ ہیں۔

معمول یا روزہ مرہ کی زندگی سے لیکر فرد اور خاندانوں میں مسائل اور پیچیدگی کا ہونا ایک فطری بات ہے اور پھر تحریکوں میں سب کچھ اچھا اور خوشگوار ماحول ناممکن ہے۔ تحریک میں شروع سے لیکر آخر تک نقصان، خدشات، تحفظات، تضادات اور اختلافات فطری عمل ہوتے ہیں اور مختلف وقت و حالات میں مختلف شکل میں ابھر کر سامنے آتے رہیں گے، جن کے وجود سے انکار نہیں کیا جاسکتا اور ان سے انکار کرنا ایسا ہے کہ کوئی کہہ دے کہ رات کے بعد صبح نہیں ہوگی۔ ان تمام حالات میں تحریک کو منظّم اور متحد کر کے لوگوں کی امید و نجات کا ذریعہ بن جانا جہد کاروں کی ہنر، صلاحیت، مخلصی اور ذمہ داری پر منحصر ہے۔

05 جون 2016

سوچو اور سوچنے دو!

کوئی جو نام دے، گریٹ گیم، عالمی ایجنڈا و تبدیلی، پروکسی وار، ملٹی نیشنل کمپنیوں کے عزائم، عالمی قوتوں کے مفادات و مداخلت وغیرہ وغیرہ اگر ان تمام سچائی و حقائق کے درمیان ہمارا قومی وجود بقاء و فنا کا شکار ہو تو قومی بقاء بچانے کی خاطر ان تمام عالمی کشمکش میں ہاتھ اور پاؤں مارنا ہی جدوجہد کا نام ہے۔ جدوجہد کرنے کی پاداش میں نسل کشی، ظلم و جبر، قربانی و تکلیف سب کچھ روز کا معمول بن جاتے ہیں، بغیر ہاتھ پاؤں مارنے یا بغیر جدوجہد کے یعنی خون و پسینہ نہ دینے اور صرف ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر انتظار میں عالمی رسی کشی، عالمی تبدیلیوں میں قومی بقاء یا قومی آزادی کا خواب دیکھنا صرف خواب ہی ہوگا۔ اگر برق رفتار عالمی تبدیلی کی موجوں میں ہم بحیثیت قوم خاموش رہتے، عدم تشدد و پُرامن، نسل کشی اور جبر بربریت سے دوچار ہو کر مکمل قومی فناء کی طرف راغب ہوتے، صرف جدوجہد ہی وہ ذریعہ اور طریقہ ہے کہ قومی بقاء اور قومی فنا کی کشمکش میں ہمیشہ قومی فنا کو شکست سے دوچار کرتی اور قومی بقاء کو فتح یاب کرتی ہے۔

یہ عالمی رسی کشی اور کھیل کوئی بچوں کا کھیل نہیں ہوتا کہ آپ بچے جیسے کھلاڑی بن کر کھیلیں، یہ سیاسی علم، سیاسی بصیرت و سنجیدگی، ہنر و فن، مخلصی و احساس ذمہ داری سے لیکر ایک مضبوط نظریہ اور ڈسپلن کی پابند مضبوط و منظّم قومی قوت اور طاقت ہی میں پوشیدہ ہے۔ خون سے کھیلنے والے کھیل کو اپنے حق اور بقاء کی خاطر پرامن اور روشن مستقبل میں بدلنا حالات کی پیش بینی اور وسیع سوچ و وسیع علم کے بغیر ناممکن ہے۔ ہر قدم ہر فیصلہ انتہائی سنجیدگی، محتاط اور شعوری بنیاد پر اٹھانا ہوگا، وگرنہ کبھی کبھار ایک ہی غلط فیصلہ اور غلط قدم قومی فنا کا باعث بنتا ہے۔ پھر تمام محنت، قربانی، تکلیف دربدری بغیر نتیجے کے ہوا میں تحلیل ہونگے اور تمام جہد کار اوپر سے لیکر نیچے تک تاریخ میں عبرت کا نشان بنیں گے۔ اسلئے تمام جہد کار سطحی اور بچگانہ سوچ اور خیالات کے خول سے نکل کر علم اور ہنرمندانہ صلاحیتوں سے لیس ہو کر تمام حالات و واقعات اور زمینی حقائق پر گہری نظر رکھتے ہوئے انتہائی مخلصی، سنجیدگی اور ذمہ داری کے ساتھ دن و رات مسلسل محنت کر کے اپنی ذمہ داریاں نبھائیں، تب جا کر کامیابی کی امید صرف امید نہیں بلکہ کامیابی ہی ہوگا۔

06 جون 2016

انسانی کردار کے لئے زہر قاتل افعال

کبھی کسی کے بارے میں جھوٹ مت بولو اور کبھی کسی کو دھوکہ مت دو، کیونکہ یہ ایسے دلخراش و تکلیف دہ عمل ہیں جس کا انسان کو اس وقت پتہ چلتا ہے، جب کوئی آپ کے ساتھ ایسا سلوک کرے۔ جب انسان کی سوچ محدود ہو جائے تو وہ جھوٹ اور دھوکہ دہی کا عادی ہو کر ان منفی افعال سے وقتی طور لطف اندوز ہونے لگتا ہے، گو کہ سلو پوائزن کی طرح جھوٹ اور دھوکہ انسانی کردار، اعتبار، مثبت سوچ و صلاحیتوں کو مفلوج کر دیتا ہے۔

جھوٹ اور دھوکے کے وقتی طور پر کچھ نہ کچھ ضرور فائدے ہونگے لیکن نتائج آج نہیں تو کل انسان کے خود گلے میں پڑ جاتے ہیں، پھر ان سے چھٹکارہ حاصل کرنا ناممکن ہوگا، تو ہر دن اپنا جائزہ خود ہی حقیقت پسندی کی بنیاد پہ لے لو، آیا آج میں نے کسی کو دھوکہ تو نہیں دیا ہے یا کسی کے بارے میں جھوٹ نہیں بولا ہے، اگر ایسا ہوا ہے تو یاد رکھنا آپ نے خود ہی اپنے برے دنوں کا آغاز کر دیا۔

07 جون 2016

بڑے بچوں کیلئے چھوٹی سی باتیں

کچھ استعمال ہوتے ہیں، کچھ اپنے آپ کو استعمال ہونے دیتے ہیں، دنیا میں چیزیں لوگوں کی استعمال کیلئے بنے ہوئے ہیں، المیہ یہ ہے کہ لوگ چیزوں کیلئے استعمال ہوتے ہیں، بے وقوف اور احمق کی دوستی سے عقلمند اور دانا کی دشمنی ہزار درجہ بہتر ہے۔ ایک معاشرے میں ایک ہی دن ہزار عقلمند، باصلاحیت، ہنرمند و عالم انسانوں کا قتل ہوجائے اتنا بڑا نقصان نہیں جتنا کسی کم عقل اور بیوقوف احمق کو اختیار دینا۔ کم عقل اور بے وقوف انسان کو جو بھی استعمال کرتا ہے، وہ خود بھی اس کے اوپر کبھی بھی مکمل بھروسہ اس لئے نہیں کرتا کہ کل کو اس بیوقوف کو کوئی اسی کے خلاف استعمال نہ کرے۔ ایک بار جھوٹ بولنے سے آپ کے ہزار سچے اور حقیقت پر مبنی باتوں کو دوسرے لوگ مشکوک اور شک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ دنیا میں تم بد سے بدترین کوئی بھی عمل کرلو آپ کو ضرور کوئی واہ واہ کرنے والا ملے گا، مگر کبھی کبھار وہ آپ کی بیوقوفی اور احمقی پر پیٹھ پیچھے ہنستے بھی ہوں گے۔ حادثاتی طور پر یا دوسروں کے کندھوں پہ بیٹھ کر عزت و مقام بنانے والے جلد اپنی قدر کھو دیتے ہیں اس لیے کہ ان میں ان کی اپنی محنت اور صلاحیت کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا۔ ہمیشہ ضرورت سے ہٹ کر معمولی سے غیر معمولی چیزوں کی خواہش کرنے والے سے اچھائی اور خیر خواہی کی توقع کرنا اپنے ساتھ دھوکہ کرنے کے مترادف ہے۔ بعض اوقات کچھ نہ کرنا کچھ کرنے سے بہتر ہوتا ہے۔ انسان کو جب انسان کے اندر کی آواز ملامت نہ کرے تو اس کو کوئی بھی طاقت وقوت ملامت نہیں کرسکتا۔ کچھ گھٹیا، من گھڑت، سست اور سطحی گرے ہوئے چیزوں پہ الجھ جانا یا بحث کرنا وقت کا زیاں اور بے فائدہ چیزوں کو اہمیت دینے کے مترادف ہے۔ فضول چیزوں پہ جذباتی پن بحث اور رائے پر خاموشی اور نظر انداز کرنا وہ دلیل ہے جو ہمیشہ موثر اور کارآمد ثابت ہوگی۔ لوگ اتنے بے وقوف نہیں، جتنا سمجھا جاتا ہے۔ دراصل انسان خود بے وقوف بن کر دوسروں کو بے وقوف بنانے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔ سب سے حیرت اور ذہن کو دھچکہ اس وقت لگتا ہے جب ہم کسی فرد، شخص، گروہ کی رائے یا فیصلے کو مورخ اور تاریخ کا حتمی فیصلہ سمجھتے ہیں۔

08 جون 2016

بھروسہ ویقین

انسانی کردار میں بھروسے ویقین کا بہت ہی اہم کردار ہوتا ہے، یہ بہت حساس اور پرآزمائش عمل ہے، جومعمولی لاپرواہی، غیر ذمہ داری وناسمجھی کی وجہ سے جاسکتی ہے، پھرانسانی کردار پرمنفی اثرات تیزی کے ساتھ مرتب ہونا شروع کردیتے ہیں، جلد بھروسہ ویقین کرنا یا نہ کرنا دونوں صورتوں میں انسان دھوکہ کھا سکتا ہے کیونکہ بعض جگہوں پہ اور حالت میں آپ کیلئے جلد بھروسہ اور یقین کرنا مناسب ہوگا۔ ویسے تو جلد بازی میں فیصلہ کرنا نقصاندہ عمل ہے، تواب ان دونوں کے درمیان فرق کی لکیر کو بہتر انداز سے سمجھنا اور پرکھنا باصلاحیت، علم وتحقیق سے آشنا لوگوں کی علامت ہے۔ کسی بھی معاملے سے لیکر انسان کے بارے میں اگر کوئی سنجیدگی و دلچسپی سے غور کیا جائے تو انسان کسی بھی وقت دھوکہ اور پشیمانی وافسوس کے مقام تک نہیں پہنچے گا۔ کسی بھی معاملے کے ایک پہلو اور ایک ہی رخ پہ سوچنا اور حتمی رائے قائم کرنا یا فیصلہ کرنا غلط بھروسے اور یقین کا واضح نتیجہ ہوگا۔

14 جون 2016

خطرناک مرض، سستا علاج

خودکو ناکام و بزدل سمجھنے سے انسان احساس کمتری کی نفسیاتی مرض میں مبتلا ہوجاتا ہے، اور یہ مرض شدت کے ساتھ انسان کے دماغ پر مسلسل حملہ کر کے دماغ کو مفلوج بنا کر پھر ہمیشہ کیلئے کچھ کرنے، سمجھنے، سوچنے اور سیکھنے سے انسان کو محروم کر دیتا ہے۔ انسان مایوسی و ناامیدی کی آغوش میں جا کر نا کارہ بن جاتا ہے اور پھر صرف زندگی گذارنے کے علاوہ مستقبل کے بارے میں سوچتے ہوئے بھی خوف آتا ہے۔ احساس کمتری کے شکار لوگ ہمیشہ دوسرے لوگوں سے خوفزدہ ہوتے ہیں کہ وہ میرے خلاف کوئی کام، سازش یا بات تو نہیں کر رہے ہیں۔ اگر مذاق میں بھی ایسے لوگوں کو کچھ کہہ دیں تو وہ عدم برداشت کے شکار ہوکر اپنی بے عزتی تصور کر کے جذباتی ہوتے ہیں۔ یہ احساس کمتری کی اہم اور واضح پہلو ہے اور دوسروں کی صلاحیت وقابلیت سے خوفزدہ و پریشانی میں مبتلا ہونے کے ساتھ احساس کمتری کے شکار لوگ حسد اور بغض کی منفی شکل کو لیکر ہمیشہ دوسروں کے صلاحیتوں سے منہ موڑنے، انکاری یا کوئی نہ کوئی خامی، کمزوری ڈھونڈنے والے فارمولے پر کار بند ہوتے ہیں۔

احساس کمتری وہ ناسور نفسیاتی مرض ہے، جو انسانی کردار، صلاحیتوں اور مستقل مزاجی کو دیمک کی طرح انتہائی تیزی کے ساتھ چاٹ کر انسان کو زندہ لاش بنا دیتا ہے کیونکہ دوسرے لوگ خود بخود احساس کمتری میں مبتلا شخص کے رویے سے تنگ آ کر اور پھر بیزار ہوکر لاتعلقی کو ترجیح دیتے ہیں۔ احساس کمتری کے مرض سے بچنے اور چھٹکارہ پانے کا بہترین علاج خود پر بھروسے و یقین کے ساتھ ہمیشہ یہ سوچنا کہ مجھ میں ضرور صلاحیت موجود ہے۔ شاید دوسروں سے مختلف ہو، لہٰذا مجھے مسلسل محنت، توجہ اور دلچسپی سے اپنے اندر کی صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر استعمال میں لانا ہوگا۔

16 جون 2016

مفلوج ومعذور سوچ

جب قومی مفاد، سوچ، احساس، فکر، ذمہ داری اور دلچسپی کمزور وتذبذب کے شکار ہوں، تو انسان کی اندر کا انا، ضد وہٹ دھرمی اور خودغرضی کی بلا زندہ وتندرست ہوجاتا ہے۔ پھر انسان قومی نقصان اور قومی مفاد کے احساس سے بیگانہ ہوکر شب وروز اپنی ذاتی غرض اور انا کی تسکین کی خاطر سرگرداں ہوتا ہے۔ تحریکوں میں ایسے لوگ دشمن سے بھی زیادہ خطرناک ہوتے ہیں، دشمن تو واضح پہچان کے ساتھ باہر سے تحریک کو ختم کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن خودغرض انسان اندر ہی سے اپنی منفی سوچ اور رویوں کی وجہ سے تحریک کی جڑوں کو کمزور کر دیتا ہے۔ نئے آنے والے مخلص، پرعزم، پرامید، بے غرض وقربانی کی جذبے سے سرشار تحریک کے ساتھ ناطہ جوڑنے والے نوجوانوں میں اپنی خودغرضانہ ضد، انا، سستی، کاہلی اور دوروغ گوئی والی منفی سوچ کو منتقل کرنا دشمن کے حملوں کے نسبت زیادہ خطرناک حملہ ہے کیونکہ دشمن صرف انسانی جسم کو ختم کرسکتا ہے، قومی سوچ قومی احساس کو نہیں، خودغرض انسان قومی سوچ واحساس کو پراگندہ اور مفلوج کردیتے ہیں، جو زیادہ خطرناک اور نقصاندہ ہے۔ جب انسان کی قومی سوچ اور احساس مفلوج ومعذور ہو تو انسان قومی تحریک کے حوالے سے ناکارہ پرزہ کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں ہوتا۔ تحریک سے وابستہ لوگ ہر جگہ ہر وقت منفی سوچ ورویوں اور خیالات کو اختیار کرنے کے بجائے ان کی حوصلہ شکنی کرکے انکا صفایا کریں، کیونکہ دمنفی سوچ اور منفی رویوں کو لیکر تحریک کے ساتھ وابستگی صرف وقت کی ضیاع اور فضولیات کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔

19 جون 2016

بدنیتی، ناسمجھی یا موذی مرض

انسان غلطیوں کا پتلا ہے، انسان سے بار بار غلطیاں سرزد ہوتی ہیں، عمر کے مختلف حصے میں مختلف شکل وحالت میں لیکن وہ غلطی انسان کے اپنے کردار اور دوسروں کی زندگی پر منفی طور پر اثر انداز ہونگے، جن کے پیچھے بدنیتی دانستہ اور ارادتاً حکمت عملی کارفرما ہو۔ اگر غلطی میں بدنیتی کا عنصر شامل نہ ہو تو وقتی حوالے سے منفی اثرات اثر انداز ہونگے لیکن مستقبل میں ضرور کسی مقام پر غلطیوں کا تدارک اور ازالہ ممکن ہو سکے گا۔ نیک نیتی دنیا میں وہ واحد علم، دلیل، شعور اور وضاحت ہے، جو انسان کے غلطیوں کا دفاع کرسکتا ہے، بشرطیکہ نیک نیتی عملا موجود ہو، لفاظی اور گفتار کی حد تک نہ ہو، مطلب ماضی کی کچھ نہ کچھ جگہوں پر نیک نیتی کے عمل سے حال اور مستقبل میں خاطر خواہ اور مثبت نتائج برآمد ہونگے، اگر کوئی مثبت طریقے سے مثبت پہلوؤں پر غور کرلے۔

نیک نیتی اور بدنیتی کی تعریف ومعیار کو اپنی خود کی تیار کردہ پیمانے سے جانچنا سمجھنا بذات خود خوش فہمی اور غلط فہمی کی زمرے میں آتا ہے۔

22 جون 2016

حساس اور پیچیدہ معاملہ

کسی کے اوپر اعتبار کرنے سے آپکی تمام خوبی، کمزوری، لائقی ونالائقی اس کے سامنے روز روشن کی طرح عیاں ہوتے ہیں، بعد میں یہ اس شخص کے اوپر منحصر ہے کہ وہ آپ کے ساتھ کس طرح کا رویہ قائم کرتا ہے۔ یعنی مثبت اور منفی دونوں رویوں کی توقع رکھنا چاہیے۔ باعلم، باضمیر، باشعور اور دوراندیش انسان ہمیشہ دوسروں کے بھروسے واعتبار کی لاج رکھ کر ہر قدم ہر موڑ پر احتیاط اور سوچ وبچار کے ساتھ کوئی بھی ایسا فعل کبھی بھی نہیں کرتا، جس سے بھروسہ رکھنے والے شخص کو تکلیف ہو اور اس کی امید وتوقعات ٹوٹ جائیں۔ کم علم، خود غرض اور تنگ نظر انسان دوسرے کے بھروسے واعتبار سے ناجائز فائدہ اٹھا کر بجائے حقیقی دوست بن کر ابھرنے سے ایک ایسا سبق دیگا کہ دوسرا زندگی بھر بھول نہ پائے۔ ویسے بھروسہ واعتبار ہمیشہ دوراندیش لوگوں کے درمیان مضبوط اور دیرپا دوستی کی مضبوط بنیاد اور ضامن ہوگا، ملاوٹی مصنوعی ظاہری اور وقتی دوستی ہمیشہ مبہم بدگمانی اور ڈھکی چپی والی سوچ کے کمزور اور خستہ حال بنیاد پر موجود ہوتے ہیں، جو کسی بھی وقت کسی بھی حالت میں مسمار ہو سکتے ہیں۔

بھروسہ اور اعتبار انسانی زندگی میں بہت اہم اور حساس نوعیت کے پیچیدہ معاملے ہیں، مکمل اور اندھا دھند بھروسے سے ہمیشہ انسان مستقبل میں شدید تکلیف اور پچھتاوے کا شکار ہوگا، جلد اور جذباتی پن میں بھروسہ جیسے حساس معاملے پر فیصلہ کرنے سے گریز کرنا چاہیے۔ ایک مقررہ اور تعین کردہ حدود کے اندر بھروسہ قائم کرنا صحیح اور مثبت عمل ہوگا، دوسرا مکمل اور اندھے اعتماد کیلئے پرآزمائش امتحان، تسلسل اور انتہائی چھان بین کے بعد مرحلہ وار تجربات سے گزر کر فیصلہ کرنا ہوگا، بصورت دیگر نقصان ہی نقصان کا سامنا کرنا پڑے گا۔

24 جون 2016

ایک تلخ حقیقت

خود پرستی سب انسانوں میں ہوتا ہے، کچھ میں کم اور کچھ میں زیادہ، اوران کی نوعیت بھی مختلف ہوتی ہے، ہرایک کی خود پرستی اس کی اپنی ذہن، سوچ، عادت اور خواہشات کے مطابق ہوتا ہے۔عدم یکسانیت کی وجہ سے ہرایک دوسروں کی خود پرستی کو زیادہ محسوس کرتا ہے، اور دوسروں کوخود پرست وخودکومبرا سمجھتا ہے۔خود پرستی انسانی جسم کی باریک رگوں کی طرح ایک نہیں بلکہ چھوٹے بڑے شکل میں ہزاروں کی تعداد میں موجود ہوتی ہے، ان کی منفی ومثبت پہلوبھی ہوتے ہیں، جوتشریح ووضاحت کے ساتھ ساتھ قابل بحث بھی ہے۔

سب سے خطرناک خود پرستی وہ ہے جس کے منفی اثرات ونقصانات مجموعی وقومی مفاد پر اثر انداز ہوں اور فائدہ صرف انفرادی ہو۔قومی فکروقومی احساس کی قحط یا کمی سے ہی خود پرستی کا رجحان پرورش پاتا ہے۔ بہت سے لوگ قومی اور مجموعی مفادکو پاؤں تلے روند کرخود پرستی کے گول دائرے میں پھنس جاتے ہیں۔ جو خود پرستی کا زہریلا شکل ہے۔

خود پرستی وہ تیز دھار خنجر ہے جو مضبوط سے مضبوط رشتوں کوآج نہیں تو کل ضرور کاٹ دیتا ہے، شب وروز دوسروں کی جذبات واحساسات سے لیکر درد وتکلیف سے بیگانہ وبےخبر ہوکر صرف اپنی پسند اور خواہشوں کی سوچ میں مگن رہنا خود پرستی کی سوچ کومزید پختہ کرنے کے ساتھ انتہاء کو پہنچادیتا ہے۔انفرادیت یا اپنی ذات کی بندشوں سے گلوخلاصی ایک ہی دن میں ممکن نہیں، بلکہ ہمیشہ اس پہلو پر باریک بینی سے سوچنے کے ساتھ خود ہی اپنی ذات سے اپنی خود پرستی کی حوصلہ شکنی کرنے سے لیکر عملی طور پر اپنی خود پرستی کے خلاف لڑنے سے کسی حدتک انفرادیت یا خود پرستی جیسے منفی عادت ورجحان پہ قابو پایا جاسکتا ہے۔

28جون2016

کامیاب جہدکار کی پہچان

جنگ، تحریک و تنظیم سے لیکر دنیا کی ہر شعبے میں اپنی معمولی و غیر معمولی ذمہ داریوں کو خوش اسلوبی، سنجیدگی اور احساس ذمہ داری کے ساتھ بروقت نبھانا شعور، مخلصی اور احساس کی اصل تعریف و تشریح ہے۔ غیر ذمہ داری، سستی، کاہلی، عدم دلچسپی، عدم توجہی، لاپرواہی یا اپنے فرض کو مسلسل بھول جانا یا وقت گذر جانے کے بعد کوشش کرنا یا غیر ذمہ دارانہ انداز میں نبھانا، شعور، احساس اور مخلصی کے نام پر دھبہ اور بلند بانگ دعوؤں کے علاوہ کچھ نہیں۔

تحریک میں وقت کی مکمل پابندی ایک جہدکار کیلئے اتنی ہی ضروری ہے جتنا تحریک سے وابستگی کیلئے ایک فکر کا ہونا۔ تحریکی ذمہ داریوں کو مقررہ وقت یعنی بروقت سرانجام نہیں دینا تحریک کو غیر اہم اور دوسرے درجہ پر رکھنے کی واضح نشانی ہے، بے شعوری، بے احساسی، مخلصی اور فکر کی کمزوری کی کوکھ سے ہمیشہ لاپرواہی، بہانہ، جواز، عدم دلچسپی، عدم توجہ اور غیر ذمہ دارانہ رویہ جنم لیتا ہے، کسی کے مسلسل عدم دلچسپی عدم توجہ غیر ذمہ دارانہ رویے کے باوجود اسے تحریکی ذمہ داری سونپنا وقت کو ضائع کرنے کے مترادف ہے۔ تحریک منزل اور مقصد کے حوالے سے تذبذب، کنفیوژن، عدم اطمینان اور مایوسی کی کیفیت میں فکر اور مخلصی دن بدن کمزوری کی طرف بڑھتا ہے۔

29 جون 2016

انسانی صبر و برداشت کا پیمانہ

جب ماحول پر منفی شک و بدگمانی کی سیاہ چادر چھا جائے تو پھر انسان کو ہر مثبت سوچ و بھروسہ اور نیک نیتی پر مبنی عمل مشکوک ہی نظر آئے گا۔ کسی کی بے غرض مثبت اعمال کو خود غرضی کی ترازو میں تولنا دنیا کی سب سے بدترین اذیتوں میں سے سب سے بڑی اذیت ہے۔ انسان کو مسلسل اور بار بار آزمائش و امتحان سے گذارنے سے انسان اندر سے ٹوٹ جاتا ہے اور پھر انسان کی تمام صلاحیتیں مفلوج ہو کر زنگ آلود ہو جاتے ہیں کیونکہ انسان کی صبر و برداشت اور سہنے کی بھی ایک حد ہوتی ہے، حد سے گذر جانے کی بعد انسان کے اندر کا ضد و انا دشمنی کی روپ اختیار کر دیتا ہے اور پھر انسان اپنے اور دوسروں کا سب کچھ بھول جاتا ہے، صرف اور صرف انا اور ضد کی تسکین کی حصول کی خاطر۔

ہاں اگر مظلوم کا ظالم کے خلاف یہ رویہ رہا تو وہ جائز اور مثبت عمل ہوگا، اگر دوستی و سنگتی میں ایسا رویہ پایا گیا تو وہ خطرناک اور منفی عمل ثابت ہوگا۔ ویسے بہادر اور دور اندیش انسانوں کے علاوہ اکثر انسانوں کی ضد و انا طاقتور کے بجائے کمزور پر زیادہ ابھر کر سامنے آتا ہے، جو منفی عمل کے زمرے میں آتا ہے۔ اس مستند اور جامع فلسفہ کے تحت انسان اپنا ہر وقت خود ہی جائزہ لیکر فیصلہ کر سکتا ہے کہ میں آج کس مقام پر کھڑا ہوں؟

03 جولائی 2016

لاشعوری و بے علمی کے علامات

ہر انسان کو اپنے انفرادی کردار و اعمال کی مکمل جانکاری ہو کہ آیا جن دیگر نقاط یا چیزوں پر تنقید یا نقطہ چینی و اعتراض کر رہا ہوں وہ مجھ میں تو نہیں ہیں؟ یہ ممکن ہے کہ چھوٹے و بڑے پیمانے میں موجود ہوں لیکن شکل وصورت میں مختلف ہوں کیونکہ ہر ایک کی خامی و کمزوری اس کے ماحول، حالت، مزاج، ضرورت، تربیت، انفرادی خواہش اور طبعیت کے مطابق جنم لیتے ہیں، پھر کیا کمزوری و خامیوں کی مختلف صورت کی وجہ سے ہر ایک کو اپنی نہیں، دوسروں کی خامیاں جلد نظر نہیں آتے؟ تنقید بذات خود ایک سیاسی، تخلیقی و تعمیری علم ہے، اگر تنقید کو اعتراض، انکار اور مسترد، سب کی ملاوٹ کر کے تنقید برائے تعمیر یا اصلاح کا نام دینا بذات خود علم تنقید کی توہین ہوگی۔ تنقید، سیاسی نظریاتی اختلافات کمزوریوں اور خامیوں کی مکمل تحقیق کے بعد نشاندہی کرتے ہوئے علمی مثبت اور مدلل انداز میں پیش کر کے بحث کرنے اور بہتری و تعمیری یا اصلاح کیلئے کوئی فارمولہ یا تجویز پیش کرنے کو تعمیری تنقید کہا جاسکتا ہے۔

علم تنقید بذات خود کچھ سخت اصولوں کی مکمل پابند اصولوں کا نام ہے۔ کسی بھی شہ کے بارے میں مکمل تحقیق و علم سے لاعلمی اور خود بے عمل ہو کر اپنے ہر اعتراض کو سیاسی تنقید، شعور اور سیاسی حق کا نام دینا خود ایک کمزوری و خامی ہے۔ اگر انسان خود کسی چیز کے بارے میں لاعلم ہو تو دوسروں کو کیا علم دے سکتا ہے؟ یا بہتری لایا جاسکتا ہے؟ خود کسی بھی عمل سے بے عمل ہو کر اس عمل میں پھر خاک مثبت اور تعمیری تبدیلی لایا جاسکتا ہے۔ اگر تنقید کی پشت پناہی میں جذباتی پن، ناراضگی، سازش، کردار کشی، تذلیل، نفرت، حسد، مقابلہ بازی، راہ فرار، مایوسی، تھکاوٹ اور ٹانگ کھینچنے کا منفی سوچ کارفرما ہو پھر اسے سیاسی تعمیری اصلاحی تنقید کا نام دینا خود کو دھوکہ دینے کے مترادف ہے۔ کچھ انسان ایسے بھی ہوتے ہیں، جن کو کسی چیز کے بارے میں علم و آگاہی ہو یا نہ ہو ان کا بنیادی خصلت ہوتا ہے کہ ہر نقطہ اور ہر چیز پر اعتراض کرے اور پھر اپنے دل کو اپنی ہی دماغ سے بار بار تسلی دیتے ہیں کہ میں جرات کا مظاہرہ کرنے والا ماہر تنقید، باشعور، غیر مصلحت پسند اور نڈر انسان ہوں اور یہ خود کی تخلیق کردہ تشریح اور ذہنی اختراع کے سوا کچھ نہیں۔

اس لئے کہتے ہیں تنقید برائے تعمیر سے پہلے خود تنقیدی بہترین و مثبت عمل ہوگا، تا کہ انسان کو صحیح معنوں میں اپنے کردار، اوقات اور صلاحیت کا اندازہ ہو کہ میں خود کیا ہوں کہاں کھڑا ہوں؟ صرف دن رات بولنا سب سے آسان کام ہے اور یہ کام ہر انسان کر سکتا ہے و میدان عمل میں خود کو ثابت کرنا ہر ایک کی بس کی بات نہیں ہوتیا۔ پھر خود ہمیشہ یہ برملا اظہار کرنا خامی کمزوری میرے اندر بھی ضرور موجود ہے لیکن دوسروں میں زیادہ ہیں۔

اب دیکھنا یہ ہوگا کہ وہ کون سا پیمانہ ہے جس سے اندازہ لگایا جائے کہ کس میں کم اور کس میں زیادہ ہے۔ جہاں خوف طاری ہو، حوصلہ بے حوصلہ کی کشمکش ہو، پاؤں میں لرزش ہو، آرام آسودگی، ذاتی خواہش، گھر بار، کاروبار، ذاتی زندگی کی خودغرضی ذہن پر حاوی ہو، نظریہ اور فکر خود تذبذب اور کنفیوژن کا شکار ہو، وہاں تحریک کے حوالے سے کوئی بھی تنقید اعتراض اختلاف وغیرہ کی کوئی بھی اہمیت نہیں ہوتی کیونکہ تحریکات ہمیشہ انفرادی و ذاتی خواہشات، فرمائش اور مزاج کے مطابق کبھی نہیں چلتے۔ ہر وہ انسان جو تحریکی تقاضے، مسائل، مشکلات چیلنجز سے نابلد اور ناواقف ہوگا، تو پھر ان کا اعتراض مخالفت کرنا فطری عمل ہوگا پھر کوئی یہ ماننے کو کبھی تیار نہیں ہوگا کہ میں اور میرے اندازے و تصور تحریک کے حوالے سے ذاتی تھے لہٰذا میں غلط ہوں بلکہ وہ تحریک کو مورود الزام ٹھہرانے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔

تمام حقائق کو مدنظر رکھ کر ہر منفی عمل، من گھڑت پروپیگنڈہ، منفی رائے، مخالفت، اعتراض، نقطہ چینی، جھوٹ، الزام تراشی، کردار کشی کو علم، آگاہی، شعور، تنقید برائے تعمیر اور سیاسی و سائنسی عمل قرار دینا بے شعوری و بے علمی کی علامت ہے۔

04 جولائی 2016

پُر تضاد انسان

جب انسان کی سوچ اور خیالات خشک پتوں کی طرح زمین پہ بکھر کر منتشر ہوں تو ہوا کے ایک ہلکے جھونکے سے وہ مختلف رخ میں پرواز کر جائیں گے، یعنی کبھی اِدھر کبھی اُدھر بکھرتے جائیں گے۔ ایسے انسان کو کنفیوز، منتشر الخیال، بے شعور اور غیر مستقل مزاج کہنا مناسب ہوگا۔ ایسے انسان بھروسے کے قابل بھی نہیں ہوتے ہیں۔ منتشر الخیال یا جلد کیفیت کا شکار ہونے والا انسان اپنی صلاحیتوں کو مفلوج اور مثبت کردار کو ہمیشہ بندگلی کی طرف دھکیل دیتا ہے۔ منتشر الخیال اور کچھ نہ کچھ چیزوں میں پھنسے ہوئے انسان کئی سوالات وخدشات کو اپنے دماغ میں لیکر بجائے صاف کرنے کے، اگر مسلسل اور وقتی دبانے کی کوشش کرتا ہے لیکن رفتہ رفتہ یا مستقبل میں ایسے خیالات اور سوچ انسانی دماغ پر اپنے منفی اور گندے اثرات کو چھوڑ کر انسان کو مکمل ذہنی اور نفسیاتی تناؤ امراض میں مبتلا کر دیتا ہے۔ ایسے انسان زندہ ہوتے ہوئے بھی مردوں میں شمار ہوتے ہیں کیونکہ انسان کی تمام صلاحیتوں کا اجاگر ہونے کا انحصار ہمیشہ دلچسپی توجہ اور محنت پہ منحصر ہے۔

جب انسانی ذہن کسی ایک جگہ پھنسا ہوا ہو اور خیالات وسوچ منتشر ہو، تو انسان کا چیزوں پر عدم دلچسپی توجہ اور محنت کرنے کی سکت کا ختم ہونا فطری عمل ہوگا، پھر انسان کا باصلاحیت ہونا بھی ممکن نہیں ہوگا۔ ہمیشہ جلد کیفیت کا شکار ہونا یا ماحول سے متاثر ہونا یا چیزوں سے لٹک جانے سے بہتر ہے کہ انسان اگر معاشرے میں اپنا ایک مثالی مثبت اور متحرک کردار نبھانے کی خواہش مند ہو تو وہ سب سے پہلے اپنے دماغ کو پر تضاد اور پھنسے ہوئے خیالات کی قید سے مکمل آزاد کر کے علم وآگاہی کو ساتھ لیکر مستقل مزاجی سے ہر کیفیت و حالت کا مقابلہ کرتے ہوئے سرگرم عمل رہے۔ پھر انسان کبھی بھی کسی بھی وقت غلط سمت سفر کرنے سے بچ سکتا ہے۔

06 جولائی 2016

علم وعمل کی افادیت

علم حاصل کرنا کھانا کھانے کی مترادف ہے،اس لئے یہ نہیں سوچنا میں کتنا زیادہ کھا سکتا ہوں بلکہ یہ دیکھنا چاہیے کہ میں کتنا ہضم کرسکتا ہوں، یعنی علم حاصل کرنے کے بعد علم کو ساتھ لے کر اس پر پورا پورا عمل اور ہضم کرنا ہی حقیقی علم ہے۔

07 جولائی 2016

جہدِ آزادی کا پُر کھٹن سفر

تحریک آزادی کو جتنی پُر کھٹن و تکلیف دہ تصور کیا جاتا ہے یہ اس سے سوگنا زیادہ آزمائشوں سے بھری ہوئی ہے، انسان کو اس وقت صحیح معنوں میں اس کا ادراک ہوگا، جب وہ مخلصی، ایمانداری، دلچسپی، محنت اور بے غرضی سے قدم بقدم آزادی کی راہ پر آگے چلنا شروع کرے گا، تو اسے ہر دن، ہر موڑ پر تکالیف، امتحان اور رکاوٹوں کا سامنا ہوگا۔ اگر تحریک کے ساتھ وابستگی مخلصی، ایمانداری، دلچسپی، محنت و بے غرضی کے ساتھ نہ ہو، صرف نام اور پہچان سے لیکر دل کو تسلی دینے کی حد تک ہو تو پھر کچھ نہیں ہوگا

صرف موت کی تکلیف، امتحان و قربانی کو ذہن میں لیکر باقی تمام تحریکی تکالیف اور مصیبتوں سے لاعلم اور بے خبر ہونا لاشعوری بنیاد پر تحریک کے ساتھ ہمرکابی ہوگا۔ موت کی کیفیت، قربانی، آزمائش اور تکلیف تحریک کے علاوہ عام زندگی میں انسان کے ساتھ جڑے رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ تحریکی تقاضوں، لوازمات، قربانی، آزمائش اور تکالیف کا مکمل ادراک کرنا اور ان کو عملاً شعور کا حصہ بنانا ایک جہدکار کا حقیقی معیار ہوتا ہے۔

ہر مضبوط سے مضبوط جہدکار کو آزادی کے راہ پر گامزن پُر خار راستے میں ضرور کسی نہ کسی جگہ خوف، لالچ، تھکاوٹ، خودغرضی، مایوسی، خود پرستی، سستی شہرت، بدنیتی، حسد وغیرہ کی کیفیت کا سامنا ہوتا رہتا ہے لیکن انہیں بجائے اختیار کرنے کے فوراً مسترد کرنے سے ہی جہدکار موت کی آغوش تک ایسے منفی اثرات سے چھٹکارہ حاصل کرے گا، بار بار اپنے ہی دل و دماغ میں ایسے منفی خیالات اور رجحانات کی حوصلہ شکنی کرنے سے ہی ان سے نجات ممکن ہے۔

18 جولائی 2016

دشمنی اور اختلاف رائے

اختلاف رائے رکھنے کا اپنا ہی ایک مثبت و سیاسی رویہ ہوتا ہے، جو غیر ضروری جذباتی پن، ذاتی خواہشات سے ہٹ کر حقائق کی بنیاد پہ ہوتا ہے۔ اختلاف رائے کے دوران جب انسان یہ محسوس کرنے لگے کہ نفرت و جذباتی پن کی کیفیت دل و دماغ پر حاوی ہو رہا ہے، اور اختلاف رائے تعمیر کے بجائے نفرت کی شکل اختیار کرتا جا رہا ہے، تو یہ جان لینا چاہیے کہ یہ رویہ آہستہ آہستہ انسان کو اختلاف رائے کی اصولوں کی پاسداری کرنے کے بجائے ذاتی دشمنی کی طرف لے جائے گا، پھر اس انسانی رویے کو اختلافی، سیاسی اور مثبت رویہ قرار دینا خود اختلاف رائے جیسے مثبت عمل کی منافی ہوگا، دشمنی اور اختلاف رائے میں زمین اور آسمان کا فرق ہوتا ہے۔

دشمنی کی بنیاد نفرت کی اینٹوں پر رکھا ہوتا ہے یعنی کسی کو اپنا دشمن جان کر ختم کرنے کا ارادہ و عزم ہوتا ہے اور اختلاف رائے کسی دوسرے کے خیالات اور رائے یا طریقہ کار کو اپنی دلیل اور رائے سے غلط قرار دیکر اسے اپنی رائے اور نقطہ سے قائل کرنے کی کوشش اور آگاہ و آمادہ کرنا ہے، اس بنیادی فرق کو لیکر جب بھی کسی بھی مقام پہ کسی سے اختلاف رائے ہوسکتا ہے لیکن اس دوران اگر اختلاف رائے رکھتے ہوئے اس حد تک نفرت پیدا ہو جائے جتنی دشمن سے ہے تو یہ جان لینا چاہیئے کہ جذباتی پن اور ضد کا مرض شدت اختیار کرتا جا رہا ہے، پھر انسان کو ٹھنڈے دماغ سے سوچ بچار کے تحت مجموعی اور قومی مفاد کو مدنظر رکھ کر خود کا جائزہ لیکر اول اپنا ہی اصلاح کرنا ہوگا۔

20 جولائی 2016

بحث ومباحثے کی اہمیت ومقام

علم وشعور کی ابتداء سے لیکر آج تک دنیا میں پیش کئے گئے مختلف نظریات و خیالات، تجزیے و تبصروں سے لیکر مختلف پالیسی وحکمت عملیوں پر اختلاف رائے، تنقید وگرما گرم بحث مباحثہ، مسترد وقبولیت کی ایک لمبی داستان وتاریخ موجود ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ انسانی سوچ پہ ان تمام کا اثر بھی ہوا ہے لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم پڑھ کر یا تحقیق کر کے اگر وہی رویئے اپنا رہے ہیں تو پھر آج کس سوچ، طریقہ کار، نیت، منطق اور ارادوں کے ساتھ اختلاف رائے یا تنقیدی رائے پر عمل درآمد ہو رہا ہے؟

اگر کوئی منفی رجحان کی بندش وخاموشی کی نصیحت ودست بندی کو مصلحت پسندی اور خوف سے تشبیہہ دے کر اور اپنے ایسے منفی سطحی محدود جذباتی پن، ضدی سوچ اور طریقہ کار کو سیاسی بحث مباحثہ، علمی تنقید، اختلاف رائے، سوال، شعور پختگی کا نام دے، تو شاید آج کسی کو کچھ بھی محسوس نہ ہو لیکن کل کو ایسے لوگ شرمندگی و ندامت کی چادر میں لپٹے نشان عبرت بن جائیں گے۔

معاشرتی و سیاسی تضادات، اختلافات، خامی، کمزوری مختلف مزاج وطبیعت، سیاسی وعلمی بحث مباحثہ، تنقیدی رائے سے انکار اور سب کچھ خیر خیریت والی سوچ پہ قائم رہنا احمقی و بے وقوفی کی ہی علامت ہے، یا پھر جو بھی جی چاہتا ہے وہی کرونگا یا تو خاموش ہی صحیح، یا تمام چیزوں کو مل ملا کر اپنی ذاتی خواہش کے ساتھ ملاوٹ کر کے ایک کھچڑی تیار کرنا بذات خود منفی رویے کی پرورش ہے۔ لاحاصل بحث در بحث یعنی کج روی، کج بحثی وقت کے زیاں کے ساتھ ساتھ انسان کو ہمیشہ جذباتی پن، چڑچڑاپن غیر ضروری چیزوں میں پھنسا کر آخر نفرت کی صحرا میں لے جاتا ہے۔ ہمیشہ قائل کرو قائل ہو جاؤ یا سیکھو اور سکھاؤ والی سوچ کے تحت مثبت اور علمی بنیاد پر اظہار خیال کے علاوہ دیگر تمام مباحثے فضولیات کے زمرے میں آتے ہیں، جس سے ہر ممکن گریز کرنا ضروری ہے غیر ضروری، سطحی اور من گھڑت چیزوں پر بحث مباحثہ کرنا خود انہیں اہمیت دینے کے مترادف ہوگا۔

25 جولائی 2016

بے علمی

علم ایک سمندر ہے لیکن المیہ یہ ہے کہ سمندر کی تعریف ہر ایک اپنی زانت کے مطابق کرتا ہے، اسی لئے سب باعلم ہیں، ہر موضوع سے بے خبر و بے علم ہو کر پھر بھی بحث کرنا اپنے آپ کو جبراً عالم ثابت کرنے کی خصلت ہے۔ کسی بھی شے پہ کسی کی رائے کو صحیح سمجھتے ہوئے اسے قبول کرنے کے بجائے اس کی رائے کو توڑ مروڑ کر اپنی رائے مسلط کرنا یا قائم کرنے کی کوشش کرنا جہالت کی زمرے میں آتا ہے۔

اکثر لوگ چیزوں کے بارے میں ڈھیر ساری کتابوں کے حوالہ جات کو لیکر زمینی حقائق ماحول اور حقیقتوں کے برعکس ایسے تند و تیز انداز میں اظہار کرتے ہیں، دوسرے لوگوں کیلئے اس وقت شدید ذہنی اذیت کا سبب بنتا ہے جب وہ زمینی حقائق سے باخبر و باعلم ہو۔

زمینی حقائق کے برعکس سوچنے سمجھنے اور بیگانہ رہنے کے ساتھ ساتھ کل اور آج کے حالت میں تمیز نہیں کرنے والے انسان ہمیشہ منتشر الخیال ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی زندگی بامقصد ہونے کے بجائے بے مقصد ہوتی ہے، صلاحیت، حکمت عملی، لائحہ عمل ترتیب دینے اور عملی جامہ پہنانے سے مکمل محروم ہوتے ہیں کیونکہ ہر روز مختلف کیفیت کا شکار ہو کر مختلف سوچنا، بجائے کچھ کرنے کے کچھ نہیں کرسکتا۔ یہ انسانی فطرت ہے ہر انسان ایک ہی کیفیت میں نہیں رہتا، لیکن شعور و آگاہی وہ ہتھیار ہے جو انسانی ذہن کو ہمیشہ حقائق پہ مبنی صحیح سمت و صحیح رخ پہ سفر کرنے کی تلقین کرتا ہے۔

مثبت سوچ مثبت رویہ ہمیشہ انسان کو حقیقی علم و شعور سے مستفید کراتا ہے۔ منفی سوچنے سے ہمیشہ منفی رویے و منفی اعمال جنم لیتے ہیں، اور منفی رویہ اور منفی اعمال کا نتیجہ آخر کار انسان کو خود ذلت اور شرمندگی سے دوچار کردیتی ہے۔

07 اگست 2016

ناپختہ جہدکاروں کی نشانی

وہ معاشرہ، قوم اور تحریک انتہاء درجے کی بدنصیب و بدبخت ہوگی، جب وہاں جہدکاروں کے سوچنے کا زاویہ اور معاملات کو دیکھنے کا انداز قوم کے زوایہ نظر سے کچھ زیادہ ہی سطحی اور طفلانہ ہو۔ جہاں قوم کنفیوژن، الجھن، پیچیدگیوں اور ناسمجھی کا شکار ہو، وہاں سے جہدکاروں کے سوچنے، غور کرنے اور پالیسی و حکمت عملی ترتیب دینے کا آغاز ہونا چاہیئے۔ پھر تحریک منظّم شکل اختیار کر کے کامیابی حاصل کر سکے گا۔ کسی بھی جہدکار کا قومی رائے کا احترام کرنا اور اس جانب دھیاں دینا، اپنی جگہ، لیکن اس سے مکمل اتفاق کر کے متاثر ہونا اور تحریکی سرگرمیوں کا حصہ بننا یا اپنی سوچ میں انہی خیالات کو جگہ دینا غیر مستقل مزاج اور ناپختہ جہدکار کی نشانی ہے۔

10 اگست 2016

مسائل کے حل کا بنیادی شرط

کسی بھی مسئلے یا معاملے کو حل کرنے سے پہلے اسے سمجھنا بنیادی شرط ہے، اس کے بعد نیت، ارادہ بے شک حل اور بہتری کا ہو لیکن صحیح جانکاری، دوراندیشی اور ہنرمندی سے کام نہ لیا گیا ہو تو حل طلب مسئلہ یا معاملہ بجائے بہتری کے مزید بگاڑ و انتشار کی شکل اختیار کرے گا۔ کسی بھی مسئلے یا معاملے پہ مکمل جانکاری اور تحقیق کر کے اس کی تہہ تک جا کر اور ساتھ ہی مختلف وجوہات کو تلاش کرنے کے بعد بھی تمام وجوہات اور نتائج کو اپنے ذہن میں رکھ کر حل اور بہتری کیلئے نیک نیتی اور خلوص کو اپنا شیوہ بنا کر کوشاں رہنا مثبت طریقہ کار ہے، لیکن نیک نیتی اور خلوص کے باوجود اگر طریقہ کار اور ترتیب میں ہنر اور علم کی عدم دستیابی ہو تو مسئلہ اور معاملات مزید انتشار و بگاڑ کی صورت اختیار کریں گے۔ ہر مسئلہ و معاملے کی نوعیت مختلف ہوتی ہے اور حل کا طریقہ بھی اس کے اندر مختلف شکل میں موجود ہوتا ہے۔ مسائل اور معاملات سے صحیح و مکمل آگاہی کے بعد ہی وہ حل کے قابل ہونگے کیونکہ بے خبری، لاعلمی اور حالات سے عدم واقفیت سے کسی مسئلے و معاملے کی حل کی خاطر کوشاں رہنا وقت کے زیاں کے زمرے میں آتا ہے۔

01 ستمبر 2016

حقائق کی پہچان اور انسانی سوچ

حقائق کو تسلیم کرنے سے انسان کی انفرادی ساکھ و کردار اور مقام کبھی بھی داغ دار اور بدنما نہیں ہوگا بلکہ اس سے انسان کا ذہین، باعلم و باشعور اور باصلاحیت ہونے کی علامات ظاہر ہوتے ہیں۔ اپنی کمزوریوں و غلطیوں کو ہر سطح پہ ہر جگہ کھلے دل کے ساتھ تسلیم کرنے کے بجائے پُرانے غلطیوں کو نئے شکل میں دہرانا زیادہ خطرناک اور کم علمی کی زمرے میں آتا ہے۔ صداقت کو اپنی ہی ذہنی کیفیت اور سوچ کی خوبصورت اور خوشنما رنگ برنگی پردوں میں لپیٹ کر اپنے آپ کو مکمل سچا اور مبرا ثابت کرنے کیلئے مسلسل ہاتھ پاؤں مارنا انسان کی اپنی غلطیوں و کمزوریوں کو صداقت کی پردے میں ڈالنے کے بجائے مزید پیچیدگی اور خرابیوں کو تقویت اور جنم دینے کا موقع فراہم کر دیتی ہے۔ اکثر انسانی سوچ اس رجحان پر محو سفر ہیں کہ اپنے آپ کو صحیح اور مبرا ثابت کرنے کیلئے پہلا قدم دوسروں کو مکمل غلط ثابت کرنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے۔ دراصل خود کو سچا ثابت کرنے کیلئے خود ہی میں سچائی اور بہتری کو تشکیل دینا مثبت عمل ہے۔ غلط فیصلے اور غلط رائے کا ازالہ بجائے غلطیوں کو تسلیم کرنے کے علاوہ اور کوئی بھی علاج میں ممکن نہیں ہے۔

08 اکتوبر 2016

اظہار کے ذرائع

انسان اپنے خیالات وجذبات کا اظہار مختلف طریقے سے مختلف اوقات میں مختلف صورت میں کرتا ہے۔ اظہار، خاموشی سے لیکر تاثر دینے تک وہ سب کچھ کرتا ہے جو اس کے دل اور دماغ میں موجود ہوتا ہے، فرق صرف یہ ہے کہ کھل کر اظہار کرنے سے پھر انسان کو اپنے الفاظ کا ہر وقت مالک بننا پڑتا ہے لیکن خاموش اظہار اور تاثر سے انسان کسی بھی وقت خاطر خواہ لاحاصل نتائج کے منفی ردعمل اور نقصان کی صورت میں باآسانی انکاری اور دستبردار ہوسکتا ہے۔ اسی طرح بعض اوقات بعض معاملات پہ خاموشی سے بھی رضامندی یا غیر رضامندی کا تاثر پایا جاتا ہے، وہ اس لیے کہ کامیاب نتائج پہ معاملات پہ شراکت داری و ناکامی کی صورت میں انکاری آسان ہوجاتی ہے۔ ایسے رویے اکثر وہاں پائے جاتے ہیں جہاں سیاسی بصیرت، علم وادراک مکمل مفلوج ہو لیکن ایسے رویوں کو سمجھنا یا محسوس کرنا اتنا مشکل نہیں، جس طرح رویہ اپنانے والے یہ سوچ کر اپناتے ہیں کہ ہر انسان خاموش اظہار سے بے علم اور بیگانہ ہے۔

21 اکتوبر 2016

انفرادی واجتماعی مفاد

اکثر لوگ چاہتے ہیں کہ اجتماعی معاملوں پہ کوئی بھی فیصلہ یا اٹھایا گیا قدم اس کے ہی مزاج وخواہش کے مطابق ہو، بصورت دیگر بے اعتباری و بدظنی کا طوفان برپا ہوگا۔ اجتماعی وقومی معاملات میں اگر سب کی انفرادی مزاج کے مطابق چلنے کی کوشش کی جائے تو تصور کیا جائے کہ خود انسان کا وجود کس طرح کے انسانوں میں شمار ہوگا؟ یہ ایک حقیقت ہے کہ تمام انسانوں کے مزاج وطبیعت مختلف ہوتے ہیں لیکن جہاں پہ اجتماعی بھلائی ومفاد کی بات آجائے تو انفرادی مزاج وخواہشات کو ایک طرف رکھ کر قومی فکر واجتماعیت کو ترجیح دی جاتی ہے اور یہ اس وقت ممکن ہے جب قومی فکر مستحکم ہو اور اجتماعی مفاد انفرادی مفاد سے زیادہ عزیز ہو، اور جہاں پہ فکر کمزور ہو، ذاتی خواہشات کی تکمیل کا دور دورہ ہو، ضد وانا کا پلڑا بھاری ہو تو وہاں سے اجتماعی مفاد اور قومی فکر، بین کرتا ہوا پرواز کر جائے گا۔

22 اکتوبر 2016

قومی جہد کا تقاضہ

روزمرہ کی معمولات زندگی سے لیکر تحریک سے منسلک زندتک تضاد اور اختلافات اور خیالات میں ٹکراؤ سب فطری حقائق ہیں، جن سے انکار ممکن نہیں ہے۔ تحریکوں میں نظریہ، عمل اور مقصد کی مماثلت کے باجود کچھ نہ کچھ مقام پر مختلف خیالی، نقطہ نظر، غلطیوں، کوتاہیوں کمزوریوں کی بنیاد پر پائے جانے والے سوچ سے جنم لینے والی تضادات سے چشم پوشی وانکار، سورج کو انگلی سے چھپانا، خود کو اور قوم کو اندھے پن میں مبتلا کرنا دانشمندی نہیں ہے۔

ہمیشہ دنیا کی کامیاب تحریکات میں ایک زندہ دلیل واضح طور پر موجود ہے کہ مختلف خیالات کے لوگ مجموعی مفادات کے تناظر اور ترجیحات کو مدنظر رکھ کر کچھ نہ کچھ اہم چیزوں پر مماثلت کو لیکر یکجہتی کے ساتھ اپنے قدموں کو ہم قدم بنا کر مستقل مزاجی اور سنجیدگی سے آگے بڑھنے کی مخلص کوشش ہے اور پھر وقت اور حالات بہترین اور حل طلب ماحول میں چھوٹے چھوٹے تضادات پر قابو پا کر ایک منظّم اور مضبوط شکل اختیار کر چکے ہیں۔

وقت وحالات قومی تقاضات زمینی حقائق پر سنجیدگی مخلصی اور گہرائی کے ساتھ غور کرنے کے بعد یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ میدان میں جو بھی جس شکل میں دستیاب ہے ان سب کو تحریک کی بنیادی اصولوں اور تقاضوں کے دھارے میں انتہائی تیزی کے ساتھ باندھ کر آگے بڑھنا ہوگا نہیں تو افسوس اور پشیمانی کے سوا ہاتھ میں کچھ نہیں ہوگا۔

26 اکتوبر 2016

نفرت کیوں؟

آپ کس لیے قابل نفرت بن جاتے ہو حالانکہ دشمن بھی نہیں ہو، قصور کیا ہے؟ غلطی کہاں پہ ہے؟ نفرت کرنے والے میں ہے یا نفرت کا نشانہ بنے والے میں؟ فیصلہ کس کے پاس ہے؟ کسی کا گناہ یا جرم کے تعین کرنے اور اندازہ لگانے کا پیمانہ کیا ہے؟ کہاں تک کسی کو نفرت کرنے کا حق حاصل ہے اور کس لیئے؟ کسی کی خلوص، نیک نیتی، نیک جذبات اور احساسات پر مسلسل بلاوجہ تہمت لگانا اور کیا سہنے والے کی کیفیت کا من وعن احساسات کا اندازہ کسی کے پاس موجود ہے، کسی نے یہ سوچا ہے کہ یا نہیں؟

ان تمام مجموعی انسانی رویوں کو چند سوالات کے تناظر میں دیکھا جائے تو کبھی کبھار انسان اپنے جائز خیالات کا اظہار اس لئے نہیں کرتا ہے کہ وہ ڈرتا ہے یا خوف زدہ ہوتا یا کر ہی نہیں سکتا ہے یا محسوس نہیں کرتا ہے بلکہ اس لئے کہ اسے رشتے عزیز ہوتے ہیں اور رشتوں کو نفرت کی نظر نہیں کرتا ہے۔

ہمیشہ نیک نیتی اور مثبت طریقہ، مثبت انداز میں اپنے خیالات کا مکمل اظہار کرنا دوسروں کے خیالات کا کھلے دل و دماغ سے احترام کرنا، عقل و دانش، شعور، انا، ضد اور غرور سے پاک صاف سوچ کی عکاسی کرتا ہے۔

30 اکتوبر 2016

ماضی پسند لوگ

ہم جیسے انسان ہمیشہ حال میں زندہ رہنے کے بجائے ماضی میں جینے کو پسند کرتے ہیں، کسی کی آج کو دیکھنے کے بجائے اس کے ماضی میں گم ہو جاتے ہیں کہ وہ ماضی میں کیوں اچھا تھا یا ماضی میں غلط تو آج بھی غلط ہوگا۔ خود اپنی مصنوعی تعریف بنا کر کہتے ہیں کہ میں ماضی میں غلط نہیں تھا تو آج میں کیسے غلط ہوں؟ لیکن کبھی یہ نہیں سوچتے ہیں کہ وقت اور حالات کی تغیر پذیری، ماحول، شعور اور سوچ کی سطح کو مدنظر رکھ کر انسانی سوچ مثبت اور منفی اثرات کے گرداب میں منفی بھی ہوسکتا ہے اور مثبت بھی ہوسکتا ہے۔ ہمیں خود ہی کا جائزہ لیتے ہوئے دوسروں کے بارے میں ہر وقت اور ہر حالت میں انتہائی گہرائی کے ساتھ تحقیق اور تجزیہ کر کے رائے قائم کرنا چاہیے نہیں تو اپنے بارے میں اور دوسرے کے بارے میں انسان ہمیشہ غلط اندازوں پر دھوکے کا شکار ہوگا۔

ویسے تو حالتِ امن سے لیکر خوشگوار ماحول میں ہر انسان میں بہتری زیادہ نظر آتا ہے، بنسبت کشیدہ، پیچیدہ، کھٹن، گنجلک اور خاص طور پر بُرے حالات میں انسان کا رویہ اور سوچ ضرور مختلف و تبدیل ہوگا، ہمیشہ بُرے پر آزمائش اور تکلیف دہ حالات کا یہ فائدہ ہوتا ہے کہ انسانوں کے اندر کی دنیا آسانی کے ساتھ واضح انداز میں کھل کر ظاہر ہوگا اور پھر یہاں سے اعتبار و بے اعتباری کی فضاء قائم ہوگی اور مصنوعی رشتے مسمار ہو کر مضبوط رشتوں کی بنیاد اور دیوار مضبوط ہونگے۔

31 اکتوبر 2016

ذہنی کوفت و بے چینی

انسان اپنی بے چینی، تشویش و بے قراری کو ہمیشہ جس کونے میں تلاش کرتا ہے لیکن اس کے آثار و نشانیاں وہاں موجود نہیں ہوتے ہیں۔ اس لئے انسان سکون اور سکھ کا سانس نہیں لیتا ہر وقت زندگی بے رنگ و بے مقصد اور خوشیوں سے محروم و عدم اطمینان کی کیفیت میں مبتلا رہتا ہے، زندگی جینے کے بجائے ذہنی بوجھ اور جبر کی علامت بن جاتا ہے اور بغیر نتیجہ و مقصد کے اختیام پذیر ہوتا ہے۔ جب انسانی و قومی اقدار اور ضابطے اور مقام ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوں، عزت نفس مجروح یا مخصوص طبقہ طاقت و قوت اپنے مفادات کی تکمیل کے حصول کی خاطر انسانوں کو بطور مشینری استعمال کرتے رہے، جب شعور کی سطح قبولیت سے انکاری ہو تو حل طلب واضح مقصد اور راستے کی تعین اور مسلسل متحرک سفر سے ذہنی کوفت اور دباؤ کا کسی نا کسی حد تک کتارسس ممکن ہوگی، بصورت دیگر صرف دیکھنے، سمجھنے جاننے کے باوجود غیر متحرک عدم فعالیت خود ہی ذہنی اور نفسیاتی امراض کی ماں ہوتی ہے۔

02 نومبر 2016

رشتے ٹوٹتے کیوں ہیں؟

اکثر انسانوں کی یہ مجموعی نفسیات ہوتی ہے کہ آپ کسی کے ساتھ اچھائی و خیر خواہی کر لیں تو وقتی طور پر اس کے دل میں آپ کیلئے اچھے خیال و جذبات ابھر آتے ہیں، لیکن جب آپ سے کوئی کمزوری و غلطی سرزد ہو جائے تو آپ کی تمام نیکی اور اچھائیوں کو اِک دم بھول جاتے ہیں اور اس کے نزدیک آپ کی غلطیوں اور کمزوریوں کا پلڑا بھاری ہو جاتا ہے گو کہ وہ معمولی کمزوری و کوتاہی ہی کیوں نہ ہو۔ انسانی فطرت ہے کہ وہ کسی بھی اچھائی کے بدلے خامیوں و غلطیوں کو زیادہ اپنے دل و دماغ میں جگہ دیتا ہے۔ اس لئے اکثر مضبوط تعلقات و مضبوط رشتے ٹوٹتے اور بدلتے رہتے اور مستقل بنیادوں پر قائم و دائم نہیں رہ سکتے ہیں، بلکہ تعلق، رشتے، مزاج اور رویے دیرپا اور مستقل ہونے کے بجائے موسم اور کپڑے بدلنے کی مدت کی طرح ہوتے ہیں۔ اس حقیقت سے کوئی ذی شعور انکار نہیں کر سکتا ہے کہ ماحول اور وقت و حالات کے پیش نظر اور کئی جگہوں اور کئی چیزوں پر خیالات کا مختلف ہونا اس کے علاوہ زندگی کی پیچ و تاب میں انسانی ذہن پر منفی و مثبت اور مختلف قسم کی پیچیدہ اثرات کا اثر اندازی کی وجہ سے انسان ایک ہی حال میں نہ سہی پھر بھی مضبوط رشتوں کو مضبوطی سے استوار کرنے کی خاطر ہمیشہ کسی بھی بدترین حالت و کیفیت میں کسی کی خامیوں اور کوتاہیوں پر ردعمل ظاہر کرنے سے پہلے اس کی اچھائی، خوبیوں کو کمزوریوں اور خامیوں کے ساتھ اس ترازو میں ناپ تول کرے جس میں ضد، انا، غصہ، جذباتی پن اور غرور نہ ہو، تو رشتے ہمیشہ مضبوطی کے ساتھ قائم و دوائم ہونگے۔

03 نومبر 2016

حقیقت پسندی، کردار و عمل کی خوبصورتی

حقیقت پسندی وہ متاثر کن عمل ہے اگر انسان گناہ گار اور مجرم بھی ہو لیکن حقیقت پسندی کا دامن تھام لینے سے کبھی بھی شکست نہیں کھائے گا بلکہ اپنے گناہ و کمزوریوں کا اعتراف کرنا اخلاقی جرات، جیت اور باعلم ہونے کی علامت ہے۔ حقیقت سے انکار یا اپنی کمزوریوں کے اعتراف سے خائف ہونا بذات خود انسان کو دروغ گو اور دھوکے باز ثابت کرتا ہے، پھر اُس کے ہر مثبت عمل سے لیکر معمولی و غیر معمولی مفید اظہار اور رائے مشکوک و جھوٹ ظاہر ہوتے ہیں۔ ایسا انسان کبھی بھی کسی بھی قیمت پہ قابل بھروسہ نہیں بن سکتا۔

کبھی کبھار انسان جذبات اور ضد بازی کی آڑ میں حقیقت کو پاؤں تلے روند کر کمزور دلیل اور بہانوں اور جواز کی بیساکیوں پر اپنی ذات کی دفاع کی خاطر بھرپور انداز میں ہاتھ پاؤں مارنا شروع کر دیتا ہے تاکہ لوگوں کو متاثر کر سکے لیکن ایسے افعال سے لوگ تو ہرگز متاثر نہیں ہوتے بلکہ وقتی طور پر انسان کی اپنی ذات اور انا کو فوری طور پر کسی حد تک سکون تو مل سکتا ہے لیکن حقیقت کو دبانا اور چھپانا ممکن نہیں ہوگا۔ بلکہ مزید انسان کا اپنا کردار اور اعتبار پر بُرے اور منفی اثرات مرتب ہونگے۔

ہمیشہ و ہر وقت اپنی ہر غلطی اور کمزوری کا دفاع صفائی و دلیل سے ممکن نہیں ہے، اگر کوشش کیا بھی جائے لیکن کوئی مطمئن نہیں ہوگا، پھر کرنے کے بجائے کچھ نہ کچھ جگہوں پہ انسان کو حقیقت کا بھی اعتراف کرنا چاہیے جس سے انسان کا کردار و مقام گرتا نہیں بلکہ دوسروں کے دل و دماغ میں اچھی جگہ بنالیتا ہے۔

باشعور اور دوراندیش لوگوں کی نظر میں کم علم، کم فہم لوگ ویسے جھوٹے دلیل اور جھوٹے وضاحت میں بھی خوش ہوتے ہیں۔ کیونکہ اکثر اپنی ذاتی کمزوریوں و غلطیوں کی دفاع کی خاطر حقیقت کو مختلف رنگ برنگے جواز، بہانے اور من گھڑت دلیلوں کی پردوں میں لپیٹ کر مختلف طریقوں سے چھپانے کی مسلسل کوشش کرتے ہیں۔ دوسرے حقیقت سے مکمل باخبر ہوتے ہوئے حیران اور ششدر ہو کر رہ جاتا ہے کہ ہنسوں، بحث کروں یا نفرت کا اظہار کروں یا خاموشی اختیار کروں۔

11 نومبر 2016

تحریک: جہدِ مسلسل کا نام ہے

دنیا کی دیگر تحریکوں سے لیکر اپنے مشاہدات اور تجربے کا گہرائی سے تجزیہ کرنے سے یہ حقیقت اور دلیل واضح انداز میں سامنے آتا ہے کہ تحریکوں میں ایسے بھی موڑ مسلسل آتے رہیں گے جب انسان اس سوچ پر آکر رک جاتا ہے کہ سب کچھ ختم اور ناکامی یا سب کچھ اچھا اور کامیابی سے چل رہا ہے۔ دونوں صورتوں میں انسان خود دھوکے کا شکار اور دوسروں کو بھی دھوکے میں مبتلا کر دیتا ہے کیونکہ اس حقیقت کو اگر انسان اپنے علم و شعور کا حصہ بنا دے کہ تحریک، نشیب و فراز کا دوسرا نام ہے ہر حالت اور ہر کیفیت میں تحریک کے ساتھ مستقل مزاجی اور ثابت قدمی سے منسلک اور مسلسل متحرک رہنا جہدکار کی علمی اور سیاسی تعریف ہے۔ سننے، سمجھنے اور کہنے کی حد تک تمام جہدکار اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں لیکن کیفیت کی رونما ہونے سے اکثریت اسی کیفیت کے شکار ہوتے ہیں، جو ناپختہ جہدکار کی علامت ظاہر کر دیتی ہے۔ ایسے جہدکاروں کو کیفیتی جہدکار کہنا صحیح ہوگا۔

ایسے کیفیتی جہدکار تحریک میں کبھی بھی متحرک اور مثالی کردار نہیں نبھا سکیں گے وہ بجائے کوئی حکمت عملی دلچسپی اور سرگرمی کے ہمیشہ حوصلہ اور بے حوصلہ، امید اور ناامیدی کی کشمکش میں مگن رہتے ہیں بلکہ نام کی حد تک تحریک کا حصہ ہوتے ہیں۔ جو ایک المیئے سے اس لیے کم نہیں ہے کہ عام زندگی سے نکل کر تحریک کا حصہ بننا اس کے بعد بھی تحریک میں عدم فعالیت کا شکار رہنا کم عقلی اور احمقانہ سوچ کی عکاسی کرتا ہے۔

16 نومبر 2016

فرسودہ سوچ وجدید دور کے تقاضے

کسی بھی چیز، معاملے یا مسئلے کے بارے میں اگر کوئی پہلے سے اپنی سوچ وخیال کے مطابق ایک فیصلہ کر چکا ہو اور اپنے فیصلے پر بجائے لچک پیدا کرنے کے وہ اس پہ راسخ ہے، اور اگر اس مسئلے پر سوال اٹھایا بھی جائے وہ کبھی بھی کسی بھی وزن دار دلیل اور جواب سے مطمئن نہیں ہوگا، جب تک وقت وحالات اسے مطمئن نہ کر سکے، اور اگر کسی بھی وقت وہ خود حقیقت کو مکمل جان کر بھی اگر مطمئن بھی ہوا لیکن وہ پھر بھی آپ کے سامنے برملا اظہار نہیں کرتا کیونکہ انسان کے دماغ کا وہ حصہ جو ہمیشہ انسان کی سوچ پر مکمل راج کرتا ہے یعنی سپرا یگو یا انا اس کو ہرگز یہ اجازت نہیں دیتا کہ تسلیم کرو یا مان جاؤ، بلکہ وہ مسلسل یہ پیغام کرتا رہیگا کہ تسلیم کرنے سے شاید آپ نالائق اور آپ کا مدمقابل قابل ظاہر ہو کیونکہ انسانی دماغ کا بے تاج بادشاہ یعنی سپرا یگو یا انا کی نشوونما اور تربیت کا تعلق اس معاشرے اور ماحول سے ہوگا جہاں آپ جی رہے ہو، پھر یہ فطری عمل ہوگا کہ آپ کے سوچنے، سمجھنے اور رائے کا معیار اسی معاشرے اور ماحول کے تربیت اور ذہنیت کے عین مطابق ہوگا۔

گو کہ وہ علمی، سیاسی اور جدید ترقی یافتہ دور کے برعکس اور عدم مطابقت رکھتا ہو، بلکہ محدود اور سطحی سوچ کی عکاسی کرتا ہو لیکن پھر بھی انسانوں کی اکثریت اپنے معاشرتی اور ماحول کی خدوخال اور اثرات سے لیس اور محدود ہو کر بھی وسیع علم وشعور اور وسیع سوچ کے دعویدار ہوتے ہیں۔ ہمیشہ وسیع علم اور شعور کی سمندر میں چھلانگ لگا کر پورے عالم جہاں کو نظر میں رکھ کر سوچنا ہوگا کہ میں اور میری سوچ کہاں پہ کھڑے ہیں؟

18 نومبر 2016

حرفِ انکار اور عملی میدان

اس طرح کرو، اس طرح ہونا چاہیے تھا، اس طرح کیوں ہوا، اچھا تھا اس طرح نہیں ہوتا۔ آؤ اس طرح کرتے ہیں، میں یہ کروں گا، یا کر رہا ہوں یا اس طرح کرنے کا ارادہ کر چکا ہوں۔۔۔۔

بس صرف اپنی من پسند، خواہش و فرمائش اور سوچ کے تحت قابل، غلط یا صحیح ہونے کا مسئلہ نہیں بلکہ صرف تنقید، انکار، مسترد، تجویز اور بے دھڑک مشورہ دینا مجموعی حوالے سے ہم اس بے عملی کی نفسیاتی کیفیت میں مبتلا ہیں کیونکہ اپنے آپ کو کچھ کرنے سے بچانے کی احتیاطی تدابیر اور محفوظ رکھنے کیلئے دنیا میں سب سے آسان اور سستا فارمولہ ہے۔ اسی لیے ہر انسان ہر وقت اس طرح کی بے عمل، عمل کو آسانی سے کر سکتا ہے۔ اگر عمل اور کردار یا کچھ کرنے کی ہمت، صلاحیت اور سرگرمیوں کا پلڑا بھاری ہو تو وہاں سیاسی علمی اور مثبت تنقید، تجویز، مدلل انکار اور مسترد سے کوئی ذی شعور انکار نہیں کر سکتا ہے۔ جس طرح تصور سے انسان پوری دنیا کو فتح کر سکتا ہے لیکن عمل سے اپنی ذات میں موجود منفی اعمال و عادات کو شکست نہیں دے سکتا ہے، اسی طرح انسان بلند دعوؤں اور باتوں سے زمین و آسمان ایک تو کر سکتا ہے لیکن ایک گلاس پانی پینے کا عمل بھی اس کیلئے بڑی مصیبت ہوتا ہے۔

سب سے آسان علاج، انسان ایمانداری اور حقیقی بنیادوں پر صرف چند لمحے یہ سوچے کہ میں اپنی ذاتی اور روزمرہ زندگی سے ہٹ کر مجموعی اور قومی حوالے سے کیا کر رہا ہوں اور آج مجھ سے وقت و حالات کس چیز کا تقاضہ کر رہے ہیں۔ اگر انسان اپنے مقصد کے ساتھ مخلص، سنجیدہ، ایماندار اور حقیقت پسند ہو، تو وہ پھر من گھڑت دلیل، جواز، بہانہ اور غیر ضروری وجوہات سے اپنے دل کو بہلانے اور تسلی دینے کے بجائے خود بخود یہ تسلیم کرتا ہے کہ میں آج خود کہاں کھڑا ہوں۔

23 نومبر 2016

فکری ترقی اور انسانی ذمہ داری وفرائض

موثر ومثبت نتائج کے ساتھ ترقی وپیش رفتگی کی رفتار کا سست روی وسرد مہری کے شکار ہونے کی بنیادی وجوہات میں سے اہم اور بنیادی وجہ قابضین کی تخلیق کردہ سیاسی طرز فکر سے لیکر فرسودہ قبائلی روایتی سماج کی کوکھ سے جنم لینے والی تمام منفی رویے، مزاج اور کیفیت کو اختیار کرنے کے ساتھ انہیں نافذ کرنا مجموعی وقومی مفاد دور جدید اور تحریکی تقاضات کو پورا کرنے کے سامنے مکمل رکاوٹ ہیں۔

سب سے بڑا المیہ یا بدبختی یہ ہے کہ انہی واضح، سادہ وجوہات کو جانتے اور سمجھتے ہوئے بھی اختیار اور تسلیم کر چکے ہیں، لکھنے، پڑھنے، کہنے اور سمجھنے والے سے لیکر سننے والے سب کے سب اسی بہتی گنگا میں ہاتھ دھوتے ہیں، پھر تبدیلی کی شروعات کہاں سے کیسے اور کب ممکن ہوگی؟

وہ علم اور شعور ہی کی بلندیاں ہیں جو انسان کو انسان بننے کیلئے، انسانی رویہ اقدار اور مزاج کو اختیار کرنے کیلئے مجبور کرتے ہیں۔ دنیا کی مہذب اقوام کی طرز زندگی سوچ، اپروچ، سیاست انسانیت اور جدوجہد سے لیکر اقدار تک مثالی یا رول ماڈل کی بنیادی کامیابی کی وجہ محنت وقربانی کیساتھ ساتھ پرانے فرسودہ مائنڈ سیٹ یا سوچ کی عملاً تبدیلی سے ممکن ہوا ہے۔

ہمیشہ ترقی کی رفتار رُکا یا سست پڑا تو یہ سوچنا ضروری ہے کہ تبدیلی کی گنجائش کہاں پیدا ہوگی، اگر تبدیل کرنے یا تبدیلی سے منہ موڑنے اور نظر اندازی کا رویہ قائم رہا تو حرکت جاری ہوگا لیکن منزل کی طرف نہیں بلکہ گول دائرے میں ہوگا۔

24 نومبر 2016

علم وعمل کا پیمانہ

چیزوں کے درمیان فرق وتمیز اس وقت دھندلا وغیر واضح ہوتا ہے جب تک انسان کے ذہن پہ جہالت کا غلبہ ہو۔خودغرضی، انا، ضد، اچھائی، برائی، نیک نیتی، بد نیتی، لائقی، نالائق، عقل مندی، بے عقلی، شریف، بدمعاش، مخلصی، قربانی، علم وشعور اور بہادری سے لیکر انسانیت، سیاست اور قومیت تک سب کو اپنے سوچ اور عینک سے دیکھنا، سمجھنا یا اپنے قریبی ماحول ومعاشرے کی صحبت وتربیت سے اخذ کرنے والی مخصوص تعریف کو لیکر مطمئن ہونا شاید غلطی اور جہالت میں علمی اور دنیاوی تعریف اور معیار سے مکمل نابلدی ہو۔وہ علم ہی کی روشنی ہے جو انسان کے ذہن کی بند سراخوں کو کھول دیتا ہے جہاں سے انسان ہر چیز کے ہر پہلو کے بارے میں مکمل جانکاری کے ساتھ ساتھ ذہنی الجھنوں میں مبتلا ہونے سے صحت یاب ہوتا ہے کیونکہ چیزوں کی اصل شکل وتمیز، حد و پیمانہ اور معیار کے ساتھ ساتھ ان کی علمی تعریف سے ہمیشہ باعلم رہنا علم وعمل میں پوشیدہ ہے۔کبھی کبھار اسی لئے علم اور شعور کی روشنی انسان کو بے چینی کی کیفیت کا شکار بناتی ہے کہ انسان علم اور عمل سے آشنا کچھ نہ کچھ سیکھنے اور سمجھنے کے بعد بے چینی اور ذہنی کوفت میں مبتلا ہوتا ہے کہ میں پہلے کیوں ایسا تھا؟ اور ایسا کیوں سوچتا تھا؟

25نومبر2016

کاسترو اور ڈاکٹر چی میں ہمیشہ اختلاف تھا

کاسترو ہمیشہ کہتا تھا کہ ڈاکٹر چی گویرا مجھے برداشت نہیں کرتا، وہ شوق لیڈری میں مبتلا ہے، میرے سامنے رکاٹ ہے، مجھے ہمیشہ نیچے گرانیکی کوشش کرتا ہے حالانکہ لیڈری میرا حق ہے اور ڈاکٹر چی کہتا تھا کہ کاسترو کو یہ حق حاصل نہیں کہ میرے علاقے، میرے دوستوں اور میرے نیٹ ورک میں مداخلت کرے۔ یہ میرا علاقہ، میرے دوست اور میری مڈی اور کسی کا نہیں، وہ جانے ان کا کام جانے۔ کاسترو کبھی کبھار یہ بھی کہتا تھا کہ ڈاکٹر تو بڑا انا پرست اور ضدی انسان ہے وہ سمجھتا ہے بس میں ہی سب کچھ ہوں، باقی تو کچھ نہیں لیکن ڈاکٹر کہتا تھا جی نہیں کاسترو نے کیا کیا ہے میں نے تو فلاں فلاں کارنامے سرانجام دیئے ہیں پھر کاسترو سینہ تان کر غرور اور گھمنڈ میں یہ کہتا، جی میں تو سینئر اور تجربہ کار ہوں، ڈاکٹر چی تو جونیئر ہے، اس کی کیا حیثیت، اس کو تو میں نے یہ مقام اور عزت بخشی، ورنہ وہ کچھ نہیں تھا، اور پھر ڈاکٹر چی سطحی محدود سوچ کا مالک انسان دوبارہ یہی رونا روتا کہ میں اتنا کر رہا ہوں، اپنی پوری زندگی دی، گھر بار بچوں اور نوکری سب کچھ چھوڑ کر اتنی قربانی کے باوجود میرا تحریک میں کوئی حصہ اور مقام ظاہر نہیں۔ کاسترو کہتا تھا نہیں جی ڈاکٹر چی تو اچھا انسان ہے لیکن کچھ لوگ اسے غلط گائیڈ کر رہے ہیں۔ چی کہتا نہیں نہیں کاسترو اپنے دوستوں کو اچھے طریقے سے توجہ دے رہا ہے اور میرے دوستوں کو نظر انداز کر رہا ہے وہ پسند و ناپسند کرنے والا شخص ہے، درمیان میں راؤل کاسترو بھی اپنا سوچ لیکر کہتا تھا، نہیں جی حقیقت میں یہ چی اور کاسترو دونوں کی آجکل پوزیشن بہت کمزور ہے، ان کے غلط پالیسیوں کی وجہ سے عوام اور دوستوں میں ان کا گراف مکمل گر چکا ہے۔ وہ بالکل ختم ہیں، عوام کا رجحان میری طرف ہے، لوگ مجھ سے متاثر ہیں، کبھی کبھار راؤل کاسترو بھی دوستوں سے یہ کہتا تھا کہ چی اور کاسترو کو صرف اور صرف فوٹو سیشن کا شوق ہے ان کو تو کیوبن قوم اور کیوبا سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ڈاکٹر چی کہتا نہیں جی اور کچھ نہیں بس راؤل کاسترو کو حسد اور جلن ہوتا ہے، وہ بدنیت اور نالائق انسان خود کچھ نہیں کر سکتا بس تنقید برائے تنقید کرتا ہے۔ مجھے کبھی کبھار ایسا لگتا ہے اس کا تعلق سی آئی اے سے نہ ہو، کاسترو کہتا تھا وہ فلاں جھڑپ میں اگر میں ہوتا شاہد دوست شہید نہیں ہوتے، دشمن بھی طاقتور اور چالاک ہے لیکن ہماری کمزوری بھی، یعنی چی کی

کمزوریاں بھی تھے، چی کہتا نہیں جی کاسترو ویسے خوشامد پسند انسان ہے، وہ ہر وقت بس اپنے بارے میں تعریفی کلمات سننے کیلئے بے تاب ہے اور کاموں پر بالکل توجہ اور دلچسپی نہیں لیتا۔

راؤل کہتا چی تو ہمیشہ دوستوں کے درمیان غلط فہمی پیدا کرتا ہے اور منفی پروپیگنڈہ کرتا ہے، لابنگ کرتا ہے، اور مخلص بھی نہیں ہے کاز کے ساتھ یہ ضرور آگے جا کر دشمن سے مذاکرات کریگا اور چی گویرا کہتا کہ کاسترو جنگ تو کیوبا اور کیوبن قوم کا لڑتا ہے لیکن وہ ہمیشہ سیاسی اختلاف اور سیاسی رائے کو اپنی ذات کے خلاف سازش اور جنگ سمجھ کر اپنی ذات کیلئے لڑتا ہے، اور جلد جذباتی ہوکر ناراض ہوتا ہے اور جو بھی فیصلہ اور رائے اس کی مزاج وطبیعت کے برعکس ہو وہ غیر انقلابی اصولوں کے زمرے میں آتا ہے، راؤل کہتا تھا، نہیں جو شخص تحریک کیلئے کچھ نہ کرے، بے عمل ہو، قوم وتحریک سے کوئی سروکار بھی نہ ہو، وہ بس کاسترو وڈاکٹر چی کو اپنی تعریفی کلمات سے خوش کرے وہ سب سے اچھا اور عقل مند تصور ہوگا۔

اگر اس طرح کا رویہ اور سوچ موجود ہوتا تو آج کیوبا، آزاد کیوبا نہیں بلکہ مقبوضہ بلوچستان کی طرح مقبوضہ کیوبا ہوتا۔

27 نومبر 2016

کتاب بہترین دوست مگر؟

ہم پڑھتے ہیں لیکن معلومات حاصل کرنے کی حد تک، صرف معلومات حاصل کرنا اور باقی ایک لفظ پر بھی عمل نہ کرنے کی وجہ سے بعض لوگ سینکڑوں کتابوں کا حوالہ جات اور معلومات انتہائی بہتر انداز میں پیش تو کرتے ہیں لیکن ان کی سوچ، اپروچ، رویہ، زاویہ نظر سے لیکر مزاج تک ہمیشہ منفی اور جاہلانہ ہوتا ہے۔

اعلیٰ، عمدہ، پُرمغز اور سبق آموز کتاب کی پہلی باب سے لیکر آخری باب تک قصہ اور کہانی کی طرح بیان کرنا انتہائی آسان ہے لیکن اُسی کتاب کے ایک پیراگراف پر عمل کر کے اپنے دل و دماغ اور سوچ کا حصہ بنا کر مکمل اپنی ذات پر نافذ کرنا اتنا آسان نہیں ہے۔ کچھ پڑھنے کے بعد مخصوص مدت کیلئے کسی بھی کتاب پر مکمل عمل کر کے اپنی زندگی میں تبدیلی لانے کی کوشش کرنا لیکن واپس جلد ہی اپنے اصل حالت کو بحال رکھنا، دراصل کتابوں سے علم حاصل کرنا نہیں ہوتا بلکہ کچھ عرصے کیلئے ایک کیفیت میں مبتلا ہونا ہے۔

علم و معلومات میں یہی فرق ہوتا ہے، علم کو پھیلانے کے ساتھ خود عمل کرنے میں وہ تاثیر اور مقناطیسیت ہوتی ہے جو لوگوں کے دلوں اور ذہنوں پر بھرپور اثر انداز ہوتا ہے۔ بغیر عمل کے علم کو پھیلانا صرف معلومات پھیلانے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتا ہے کیونکہ یہ انسانی نفسیات ہے کہ انسان اس علم و سبق کو اپناتا ہے جب بیان کرنے والے انسان میں خود عملی شکل میں موجود ہو۔

کتاب کو ہمیشہ اچھا دوست بناؤ، علم و عمل کیلئے صرف معلومات حاصل کرنے یا بطور فیشن نہیں بلکہ حقیقی معنوں میں رہنمائی کیلئے تو کبھی بھی غلط راہ پر گامزن ہونے کے ساتھ انسان دھوکہ، مایوسی راہ فرار و دیگر منفی امراض کا شکار نہیں ہوگا۔

28 نومبر 2016

جنگ کے تقاضے یا طریقہ کار

سب کہتے ہیں، سنتے بھی ہیں اور کسی حد تک سمجھتے ہوئے عمل بھی ہو رہا ہے لیکن ہر لحاظ سے اپنے سے طاقتور دشمن کو اپنی کمزور قوت سے شکست سے دوچار کرنا قومی نظریاتی جذبہ اور مدمقابل دشمن کی معاشی سوچ کے علاوہ جنگ کی تقاضوں یا طریقہ کار پر مکمل اور پورا اترنے سے ہی کامیابی ممکن ہے۔ صرف جذبات اور نظریہ کے زیر سایے کسی قوت یا طاقت کو شکست اور کمزور نہیں کیا جا سکتا ہے۔

کمزور کی کامیابی طاقت سے طاقتور دشمن کی شکست و نیست نابودی کا بہترین طریقہ کار اور جنگی تقاضات کو پورا کرنے میں پوشیدہ ہے نہ تو دشمن کسی بھی نام نہاد نظریہ اور جذبہ کو لیکر ہر لحاظ سے طاقت ور ہے۔ لہٰذا کامیابی کا واحد اور مستند ذریعہ بہترین جنگی تقاضوں سے آگاہی میں پوشیدہ ہے۔ جنگ میں ہمیشہ اول اور اہم یعنی پہلا قدم دشمن کی پہچان ضروری ہوتا ہے، دشمن مختلف شکل میں موجود ہوتا ہے، ایک تو مکمل ظاہر ہے دوسرا جو مبہم ہے، ان کی حدود کا تعین اور ان میں مکمل تمیز کرنا ذمہ داران اور جہدکاروں کا اولین ذمہ داری ہوتا ہے۔

29 نومبر 2016

ہماری لاپرواہی اور دشمن کی صف بندیاں

ایک زمانے سے مسلسل سنتے آرہے ہیں، اور بولتے بھی ہیں کہ جنگ کے تقاضوں کو پورا کرنے کے بعد کامیابی نصیب ہوگی اور دشمن کو شکست دی جاسکتی ہے لیکن کیا وہ تقاضے ہم سے پورا ہورہے ہیں یا نہیں وہ اور بات ہے، لیکن اگر دشمن ہمارے خلاف اپنی جنگی تقاضات کو مکمل اور پورا کرلے تو؟ ویسے تو طاقت بذات خود جنگ کی تقاضوں کو پورا کرتا ہے، کمزور جب اپنے سے دوگنا طاقت ور دشمن کے خلاف برسرپیکار ہو اس وقت اگر کہیں بھی کسی بھی وقت اور حالات میں جنگی تقاضات سے لاعلمی، بیگانگی اور انہیں پورا کرنے میں کمزوری اور کوتاہی برتا گیا، تو کمزور کا نقصان اٹھانا ایک فطری عمل ہوگا۔ شروع سے لیکر آج تک جہاں بھی کہیں بھی جس وقت اور حالت میں دشمن کو وقتی کامیابی اور ہمیں نقصان اٹھانا پڑا ہے اس میں جنگی تقاضوں سے لاعلمی و بے خبری کا عنصر نمایاں اور واضح ہے۔

کوئی ایک ہی مثال اور مضبوط دلیل کسی کے پاس نہیں ہے کہ نہیں جی جنگ کے تقاضات مکمل اور پورے تھے لیکن دشمن کے ہنرمندی صلاحیت اور جنگی حکمت عملی کی پاداش میں ہمیں نقصان اٹھانا پڑا، ہر جگہ، ہر واقع میں اپنی لاپرواہی کمزوری اور کوتاہی کارفرما ہوتی ہے، جس سے دشمن آسانی کے ساتھ فائدہ اٹھا رہا ہوتا ہے، ورنہ دشمن کا اس مقام تک پہنچنا اتنا آسان نہیں جتنا تصور کیا جاتا ہے۔

دشمن بے حد طاقتور ضرور ہے لیکن اندھا بہرہ طاقتور ہے، ہماری کمزوری ولاپرواہی دشمن کو ہر مقام پر اندھاپن اور بہرہ پن ہونے سے نجات فراہم کررہا ہے، اور کمزوری وکوتاہیوں کی موجودگی اور جنم لینا بذات خود جنگی تقاضوں سے بے خبری، لاعلمی اور روگردانی کی واضح علامات ہیں۔

جنگی تقاضات سے لاعلمی اور بے خبری کی اہم اور بنیادی وجہ تحریک کے معماروں کی چھوٹی چھوٹی چیزوں میں لٹکے ہوئے بچگانہ، خودغرضانہ، جذباتی، سطحی، غیر سنجیدہ اور غیر ذمہ دارانہ سوچ ہے جو شب و روز

مینڈک کی طرح اسی بدبودار کنویں میں ڈوبے ہوئے اسی کو پوری دنیا جان کر غرق ہیں، پھر تو دشمن کے بارے میں سوچنا دشمن کو پہچاننا دشمن کی تحریک کے خلاف سرگرمیوں پر نظر رکھنا اور ایک ایک خبر سے باعلم، باخبر رہنے اور حکمت عملی ترتیب دینے کی خاک فرصت ملے گی۔

دشمن کی صبح و شام نظر ہم پر ہے اگر ہماری نظر صبح اور شام اپنے گریبانوں پر اسی طرح رہا تو نتیجہ مستقبل میں سوائے اپنی سطحی، بچگانہ، غیر سنجیدہ سوچوں اور زاویہ نظر پر ماتم و افسوس کرنے کے علاوہ یا نفرت لعنت اور عبرت کا نشان بننے کے علاوہ ہمارے لیے کچھ نہیں ہوگا۔

03 دسمبر 2016

تبدیلی کی بنیادی اصول

یہ تو سچ ہے کہ مختلف ایسے امراض ہیں جن کی جراثیم اور وائرس پھیلنے سے دوسرے انسان متاثر ہو کر اسی مرض کا شکار ہوتے ہیں لیکن تجربے اور مشاہدے سے یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ جسمانی امراض کے ساتھ ساتھ وہ نفسیاتی اور ذہنی امراض بھی جنہیں بذات خود انسان ہمیشہ خطرناک اور ناقابل قبول قرار دیتا ہے لیکن اس کے باوجود ان سے اپنی زندگی کو بچانے کے بجائے انسانوں کی اکثریت کسی نا کسی مقام پر خود اس میں مبتلا ہوتے ہیں، کیوں؟ کیسے؟ کس لیے اور کب؟ جو قابل غور قابل تحقیق ہے۔

شاہد انسان کسی بھی ذہنی اور نفسیاتی مرض یعنی انسانی رویوں کو منفی، ناقابل قبول اور نفرت انگیز خود قرار دیکر لاشعوری طور پر مسلسل ان پر نکتہ چینی کرتا رہتا ہے لیکن اس کے باوجود وہ رویہ اور مزاج شدت کے ساتھ موجود ہوتے ہیں بلآخر انسان خود ان کو مثبت قرار دیکر دوبارہ انہیں اختیار کر لیتا ہے۔

05 دسمبر 2016

تحریک کی کامیابی کا ضامن، عوامی شعور

جب بالا دست قوت اپنے جبر و تشدد اور بے رحمی کی پالیسی و حکمت عملی میں زیر دست قوم کے خلاف شدت پیدا کر لے ساتھ ہی لالچ و خوف سے لیکر نرم و گرم تمام حربے استعمال کرے، اس کے باوجود محکوم قوم کے دل و دماغ میں دشمن کے خلاف غصہ اور نفرت کے ساتھ تحریک سے بڑے پیمانے پر امید اور توقع کی ایک مکمل خاموش اور غیر محسوسانہ کیفیت موجود ہوتی ہے کیونکہ تحریک کی وقتی کمزور شکل اور دشمن کی مکمل جبر کے زیر سایہ اس وقت تک کھل کر عوامی ردعمل یا اظہار یعنی تحریک کی حمایت و دشمن سے نفرت ممکن نہیں ہوتی جب تک دشمن کے خلاف نفرت و غصہ اور تحریک سے جڑے امید اور توقع ایک لمحہ اور کیفیت کے بجائے شعوری نہ بن جائیں۔

اگر دنیا کی دیگر تحریکوں کی مثال دیکھ لیں تو وہاں بھی عوام کیفیت و لمحات سے نکل کر جب شعور کے دائرے میں داخل ہوئی اور پھر نفرت و حمایت کا کھلم کھلا اظہار کیا۔

حالات کا تقاضہ اور موجودہ عوامی ملتا جلتا خاموش اور غیر محسوسانہ لمحات اور کیفیات کو شعوری، سیاسی اور فکری دائرے میں لانا تحریک کی سنجیدگی، توجہ اور دلچسپی میں پوشیدہ ہے ورنہ تحریک سے وابستہ امید، توقع اور دشمن سے شدت کے ساتھ نفرت کی کیفیت، مایوسی اور ناامیدی میں چلے جائیں گے کیونکہ لمحہ اور کیفیت بہ نسبت شعور کے زیادہ دیرپا نہیں ہوتا ہے۔

صرف ہاتھ پہ ہاتھ پر رکھ کر ایک دوسرے پر انحصار اور اپنے کندھوں سے بوجھ اتارنے کی کوشش کرنا، اگر سب اسی سوچ پر قائم رہے تو پھر کرنے والا کوئی نہیں ہوگا، سب تماشائی بن کر دیکھتے رہیں گے اور دشمن کو جو کرنا ہوگا وہ کرتا رہے گا نتیجہ وہی ہوگا جو تاریخ عالم میں واضح اور صاف لفظوں میں موجود ہیں دیکھنے سمجھنے اور غور کرنے کیلئے۔۔۔

09 دسمبر 2016

عوامی حمایت اور تحریک

جب ہم لفظ ''عام'' استعمال کرتے ہیں تو اس کا مطلب ہرگز عام وخاص کی تفریق نہیں، بلکہ یہ صرف لفظ کے استعمال تک ہی ہے، جدوجہد جب عوام کی بھلائی، بقاء اور آزادی کی ہو اور عوام کی حمایت، طاقت اور شمولیت کو جدوجہد کی اصل کامیابی اور کامرانی تصور کرنا ہو اور پھر تاریخی اور مستند دلیل بھی یہی سب کچھ ہو، اس کے باوجود اپنی عوام سے بیگانگی یا دوری سب سے بڑی کمزوری ہوگی اور ساتھ ہی کامیابی و کامرانی کے اصل نسخے سے روگردانی ہوگی۔

جب جہدکار ہمیشہ جہدکاروں سے صرف رابطے میں ہو اور عوام کے بجائے ان لوگوں سے رابطے میں ہو جو اجتماعی مسئلے سے لیکر اس کے بنیادی حل کے حوالے سے باعلم اور باخبر ہو، تو یہ تحریک کی محدود ہونے کی نشانی ہے، حسب روایت جب جہدکار یا باخبر لوگوں کے ساتھ مسلسل اجتماعی بقاء نقصان، چیلنجز اور دشمن کی جبر کے حوالے سے گفتگو اور بحث کرنا کان کو کبھی دائیں ہاتھ سے پکڑنا کبھی بائیں ہاتھ سے پکڑنے کے مترادف ہے۔ بس پکڑنا کان ہی کو اور کچھ نہیں ضرور کسی نا کسی حد تک کچھ مقاصد اور سوچ کے تحت ایک دوسرے کے ساتھ ہر موضوع پر بحث گفتگو اور خیالات کا تبادلہ مثبت عمل ہے۔ لیکن تحریک کے بارے میں تحریک کے مقصد اور دشمن کے عزائم قوم کے مستقبل سے لیکر آنے والے چیلنجز اور عام و بے خبر لوگوں کی ذہنی تربیت تحریک میں شمولیت کے بارے میں توجہ اور طریقہ کس سطح پر ہے اس پر سب کو سنجیدگی سے سوچنا اور عمل کرنا ہوگا کیونکہ اصل
طاقت کا سرچشمہ عوام کی سوچ اور شعور میں پوشیدہ ہے۔

دشمن کی جبر اور بے رحم پالیساں اپنی جگہ ان تمام صورتحال کو مدنظر رکھ کر عوام تک رسائی اور اپنے موقف کو پیش اور تشریح کرنا جہدکاروں کا بنیادی اور اولین فرض ہے تاکہ لوگوں کی ذہنی وفکری تربیت اور تحریک میں شمولیت کا عمل ممکن ہو۔

اب تمام جہدکار خود بغور جائزہ لیں کہ کتنے عام لوگوں سے کتنے وقت میں ہمارے رابطے ہو رہے ہیں، ان کو مسلسل قومی حوالے سے شعور اور آگاہی فراہم کر رہے ہیں، پھر جا کر ہمیں بخوبی اندازہ ہوگا ہماری تحریک کے ساتھ سچائی کمٹمنٹ سنجیدگی اور دلچسپی کا کیونکہ دنیا کے تمام کامیاب تحریکوں سے لیکر تمام کامیاب لیڈر اس حقیقت اور سچائی پر متفق ہو کر اور بارہا اظہار کر چکے ہیں کہ عوام کی حمایت کے بغیر کوئی بھی تحریک ناکامیاب ہوا اور نہ کامیاب ہوگی۔

10 دسمبر 2016

تحریک کے سرمائے کو فراموش نہ کیا جائے

کسی بھی تحریک کی منظّم و موثر اور کامیابی کی ایک اہم متاثر کن راز یہ ہے کہ جن خاندانوں نے اپنے لخت جگر اور جگر کے ٹکڑوں کو جس راستے اور مقصد کے حصول کی خاطر قربان کیا ہے، ان کی قدر، عزت اور مسلسل حوصلہ افزائی اور انہیں بار بار یہ احساس دلانا کہ ان کے لخت جگر کے لہو کی خوشبو تا ابد تازہ رہ کر بنجر زمین کو ایک دن ضرور سرسبز و شاداب کرے گی اور اس سچائی کو کوئی بھی علم، دلیل اور فلسفہ کبھی بھی مسترد نہیں کرسکتا کیونکہ تحریک کا اصل سرمایہ، توانائی اور حقیقی شکل وہ لہو ہے جو بہتے ہوئے شعوری طور پر ثابت کر چکے ہیں کہ یہ تحریک مکمل پاک وصاف اور عظیم مقصد کے حصول کی خاطر رواں دواں ہیں اور اس میں انفرادی زندگی کی کوئی اہمیت و حیثیت نہیں۔

ایسے عظیم ہستیوں اور ان کے خاندانوں کے معاشرے میں موجود منفرد اور مثالی مقام کو مزید قابل قدر قابل احترام بنانے کیلئے جہدکاروں کو کبھی بھی غافل نہیں ہونا چاہیے تاکہ وہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے بجائے عبرت ناک تکلیف دہ ہونے کے دوسروں کیلئے بھی حوصلے اور فخر کا باعث بنیں۔ وہ تحریک خود بخود خوف، مایوسی، بدظنی اور ہر طرف ذاتی مفاد اور خودغرضی کی بھینٹ چڑھ جاتی ہے جہاں اپنے لہو کو نچھاور کرنے والے ہمسفروں اور سورماؤں کا احساس، بے احساسی میں تبدیل ہو کیونکہ زیادہ تر یہی وہ حقیقی احساس ہے جو جہدکاروں کو ہمیشہ انفرادی زندگی کی ترجیح، خودغرضی، بزدلی اور راہ فرار اختیار کرنے کی مرض و کیفیت سے بچا سکتا ہے۔

تمام جہدکاروں کا بنیادی اور اولین فرض اور قرض ہے کہ وہ ان عظیم ہستیوں کی عظیم سوچ خیالات اور کردار کی چمکتی ہوئی روشنی میں چلنے کے ساتھ ساتھ ان کے کرداروں کی مزید پہلوؤں کو بار بار ہر وقت مختلف طریقوں سے اجاگر کرکے ان کے خاندانوں کے ساتھ ایک مکمل اور مضبوط رشتہ قائم رکھیں، جو تحریک کی شعوری سطح اور فعالیت کی عکاسی کرتا ہے۔

شاید ہم خوف ہوس، خودغرضی اور کم عقلی کی فضاء اور سما میں کبھی بے حس اور بے احساس ہو کر ان عظیم ہستیوں اور ان کے عظیم خاندانوں کو بھول جائیں لیکن تاریخ عالم کے اوراق اور مورخ کبھی بھی بے احساس و بے ضمیر نہیں ہونگے اور لفظ عظیم، تصور عظیم و تعریف عظیم کے ساتھ کبھی بھی زیادتی اور جبر اس وقت تک نہیں ہوگا اور پورا پورا انصاف ہوگا کہ جنہوں نے اپنی زندگی عظیم مقصد کیلئے قربان کیا ان کا بس حق اور ان کے ساتھ خوش نما اور خوبصورت ہوگا۔

11 دسمبر 2016

''وہ'' اور ''میں'' کی کشمکش

ضروری نہیں کہ ''میں'' والی سوچ ہر نوعیت اور ہر جگہ کے حوالے سے منفی رویہ ہو بلکہ بعض جگہوں پہ وقت وحالات کا تقاضہ ہوسکتا ہے۔تحریک سے وابستگی اور تحریک میں فعال ومثبت کردار نبھانے کی بنیادی سوچ اگر مخلصی اور شعوری ہو تو انسان کبھی بھی اس سوچ پر قائم نہیں ہوگا کہ تحریک سے وابستہ دیگر جہد کار یا عوام یعنی وہ کیوں ایسا نہیں کرتا، وہ کیوں ایسے نہیں کرتے، بلکہ یہ سوچنا اور عمل کرنا، میں کرونگا اور مجھے کرنا ہی چاہیے۔اگر ہر طرف کچھ کرنے کیلئے 'وہ' والی سوچ موجود ہو تو فکر اور سوچ کی کمزوری کے نمایاں آثار ہونگے۔ پختہ شعور و علم اور مخلصی کی انتہاء کی بنیادی سوچ اس حقیقت میں کارفرما ہے کہ اپنے ہی اندر ایک مضبوط ادارہ اور ڈسپلن بن کر مکمل پابندی کے ساتھ وقت وحالات اور قومی تقاضوں کو مدنظر رکھ کر اپنے قومی فرض اور قومی قرض کو ذمہ داری اور خوش اسلوبی سے نبھانا ہوگا۔

اگر کسی کی نظر ان لوگوں پر پڑسکتا ہے جو کچھ نہیں کرتے ہیں تو لازماً اپنی نظر ان پر بھی دوڑانا چاہیے جنہوں نے اپنی قیمتی جانوں کو قربان کردیا ہے، پھر کیوں کوئی یہ نہیں کہتا اس نے اپنی جان قربان کی، ان کی طرح کرنا چاہیے۔

15 دسمبر 2016

منفی رویہ اور بزدلی لازم وملزوم ہیں

دنیا میں بزدلی کا معیار اور تعریف کیا ہے؟ یا بزدلی کا دنیا میں بالکل وجود نہیں ہے؟ یعنی کوئی فعل مرض اور رویہ ہی نہیں ہے؟ یا پھر پوری دنیا ہی بزدلی کی حقیقت سے انکاری ہوکر جھوٹ بول رہا ہے کیونکہ آج تک کسی نے یہ نہیں سنا اور نہ آگے یہ سننے کو ملے گا کہ کوئی کہے کہ میں بزدل ہوں، مجھ میں ہمت نہیں ہے، میں کچھ بھی نہیں کرسکتا ہوں، لہٰذا میں بزدل ہوں بلکہ ہر ایک بزدلی کو مختلف وخوبصورت لفظوں میں تراش کر پیش کرتا ہے تاکہ دوسرے یہ نہ سمجھیں کہ میں ڈرپوک اور بزدل ہوں بلکہ بزدلی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے۔

بزدلی و بہادری کی تعریف اور معیار کو ہر ایک علمی حقیقی و دنیاوی نقطہ سے ہٹ کر اپنی ذاتی سوچ، خواہش اور ارگرد کے ماحول کے تناظر میں ترتیب دے چکا ہے۔ اگر تحریکی کمزوریوں کو کوئی لیکر تحریک سے عدم حصہ داری، لاتعلقی، روگردانی اور راہ فرار کو جواز دیکر تحریک کا حصہ بننے سے گریز کریگا اور تحریکی کمزوریاں بھی اپنی جگہ حقیقت اور جائز ہوں جس سے انکار بھی ممکن نہیں، آج ہونگے اور کل بھی ہونگے یہ تحریک کے حصے ہیں اور حصے ہونگے۔ سنی سنائی باتوں سے ہٹ کر کوئی ٹھوس دلیل پیش کرسکتا ہے کہ دنیا میں ایسی بھی تحریک کا وجود ہوا ہے جو شروع سے لیکر آخر کامیابی تک خامیوں اور کمزوریوں سے پاک صاف ہوا ہو؟

زندگی کے مختلف شعبوں یعنی گھر سے لیکر جہاں بھی چار افراد یا مشترکہ سرگرمیوں کیلئے لوگوں کا لین دین ہو وہاں مختلف مزاجوں کی بدولت کمزوریوں اور مسائل کا جنم لینا اور موجودگی ایک فطری حقیقت ہے۔ انٹرٹینمنٹ و بزنس سے لیکر خوشگوار ماحول، خوشگوار زندگی میں مختلف مزاجی، برداشت، عدم برداشت، منفی رویہ، منفی خیالات دیگر معالات پر ٹکراؤ، اختلاف اور مسائل جنم لیتے ہیں تو پھر تحریک آزادی اور جنگ بذات خود عام زندگی، خوشگوار ماحول سے ہٹ کر زندگی اور موت کی کشمکش میں زندگی کا سودا ہے۔

اجتماعی اور مشترکہ سرگرمیوں میں مسائل کا پیدا ہونا دیگر وجوہات کے علاوہ ہمیشہ اور ہر جگہ اکثر مختلف رویوں اور مزاجوں کا ٹکراؤ کی وجہ بنتا ہے کیونکہ ہر ایک اپنے آپ کو اپنے ہی دل و دماغ میں قائل کرچکا ہے کہ میرا رویہ و مزاج اعلیٰ ہوکر جن چیزوں کو جس نظر سے میں دیکھتا سمجھتا یا دیکھنا چاہتا ہوں، من عن اسی طرح

طرح ہونا چاہیے، میں صحیح باقی سب غلط تو پھر ہر ایک اسی سوچ کو لیکر اپنے اپنے ذاتی رویے اور مزاج کو لیکر ایک جگہ پر ڈٹے رہے تو نتیجہ کیا ہوگا؟

اب یہ اختیار حق اور فیصلہ اور مستند پیمانہ کس کے پاس ہے کہ میرا رویہ، زاویہ نظر اور مزاج مکمل قابل عمل اور قابل تصدیق ہے، چلو فرض کریں پانچ منٹ کیلئے تحریک اپنی کمزوریوں خامیوں تضاد و تقسیم در تقسیم کی وجہ سے غلط اور حقیقی تحریک نہیں ہے پھر کیا دشمن قوم اور سرزمین بھی حقیقی اور واضح نہیں ہے؟ اگر دشمن قوم اور سرزمین کی حقیقت میں کوئی دورائے نہیں، پھر تنظیم، تحریک، لیڈر کمانڈر، تضاد، اتحاد، بحث مباحثہ، سسٹم نہیں، کچھ نہیں، ایسے ویسے جیسے اگر مگر سب کو ایک طرف رکھ کر کیا انسان انفرادی حوالے سے ایسا قومی عمل نہیں کرسکتا جس کے مثبت اثرات شاید منفی رویوں واثرات کی حوصلہ شکنی کیلئے ایک زوردار طمانچہ ہوں، اور قومی بیداری اور دشمن کی تکلیف اور دنیا کی توجہ میں ایک کڑی کا اضافہ ہو۔

نہیں، اگر کوئی قوم سرزمین اور دشمن کی حقیقت کو مکمل جانتے ہوئے، اس کے باوجود تحریکی کمزوری اور خامیوں کی حقیقت کو دلیل اور جواز بنا کر تحریک کے ساتھ عدم وابستگی، عدم تعلقداری، مایوسی، راہ فرار سے لیکر دشمن کی صف میں شامل ہونا کیا بزدلی نہیں ہے؟ لیکن پھر بھی کوئی نہیں مانتا ہے کہ میں بزدل ہوں۔

اسی کو عام زبان میں کہتے ہیں خود کو دھوکہ دینا اور دوسروں کو دھوکہ دینا، شاید انسان خود کو اور چند اپنے ہم خیال انسانوں کو دھوکہ دے سکتا مگر تاریخ اور مورخ کو دھوکہ دینے کا سوچنا احمقی کے سوا کچھ نہیں ہے، ہمیشہ بزدلی سے منفی رویہ جنم لیتا ہے اور منفی رویہ سے بھی بزدلی جنم لیتا ہے دونوں رویہ آپس میں لازم ملزوم ہیں۔

20 دسمبر 2016

فکر وعمل اور مقصد کا تقاضہ

جب انسان کی سوچ ایک اہم مقصد اور فکر وعمل کے ساتھ ساتھ شعوری وعلمی ہونے کے بجائے ایک کیفیت کا ہو تو پھر اہم مقصد کی کامیابی و ناکامی سے اسے کوئی سروکار اور دلچسپی نہیں ہوگی، بس وہ چھوٹے چھوٹے اور سطحی مقاصد کی کامیابی اور ناکامی پر مطمئن، پریشانی، غم وخوشی میں ہمیشہ مبتلا ہوگا۔ انسانی سوچ کا معیار اور پیمانہ یہاں آکر مکمل رک جاتا ہے جو کسی بھی المیہ سے کم نہیں ہے، کیونکہ یہ تمام خصائل و رویہ فکر وعمل اور اہم مقصد سے بیگانہ و بے خبر عام لوگوں کی سوچ وطرز زندگی ہوگی۔

اس کے باوجود فکر وعمل اور اہم مقصد کی دعویداری دراصل فکر وعمل اور مقصد کی اصل حقیقت سے عدم واقفیت ولاعلمی کے ساتھ ان سے زیادتی ہے۔ اگر انسان حقیقت پسند بن کر حقیقت پسندی اور سچائی کی عینک سے ذرا بھی غور کرے تو تاریخ میں جہاں فکر وعمل اور اہم مقصد کی تاریخی جہد، حالات واقعات، محنت، دلچسپی، صلاحیت قربانی، بہادری اور مخلصی کو لیکر انسان بجائے اپنے ہی فکر وعمل سے مایوسی اور احساس کمتری کا شکار ہونے کے کم از کم کچھ سمجھنے اور حاصل کرنے کے بعد اپنے دعوے اور خوش فہمیوں سے نیچے اتر کر فکر وعمل ومقصد کی حقیقی تقاضوں کو پورا کرنے کی بھرپور کوشش کرے تو علم وشعور کی پختگی کے زمرے میں شمار ہوگا۔

23 دسمبر 2016

تا ابد زندہ رہنے کا راز

خوف بذات خود کسی بھی چیز کے بارے میں لاعلمی یا کسی آسان یا مشکل کام نہ ہونے کی بے یقینی و بے بسی اور کسی بھی منزل تک نہ پہنچنے کی ناامیدی کی کوکھ سے جنم لینے والی نفسیاتی ردعمل ہے، اس کے علاوہ کوئی بڑا اژدھا نہیں ہے۔ بچپن سے لیکر عمر کے کسی بھی حصے تک انسان اگر جن اور بلاوں کی حقیقت سے مکمل واقف نہیں ہوتو اس وقت تک اس کے ذہن میں عجیب وغریب منظر موجود رہتے ہیں۔ وہ مرض خوف کا شکار رہتا ہے، پھر واقفیت اور باعلم ہونے کے بعد اس کا اکثر کیفیت تبدیل ہوجاتا ہے، اسی طرح زندگی بھر جہاں بھی خوف انسان کو لاحق ہوتا ہے اس کی بنیادی وجوہیت کو لاعلمی اور کم شعوری میں ڈھونڈنا چاہیے۔

خود اعتمادی واحد انسانی خاصیت ہے جو تمام نفسیاتی ذہنی امراض سے انسان کے ذہن کو پاک اور محفوظ بنائے رکھتا ہے۔ ہم اکثر موت کو خوف اور خوف کو موت سے نتھی کرتے ہیں (موت ضرور انسانی خوف کی اہم وجہ ہے) لیکن زندگی کی دیگر معمولی سے غیر معمولی چیزوں حالات، واقعات اور کیفیات سے لاعلمی بھی باعث خوف ثابت ہوکر انسانی ذہن کو تناؤ کا شکار کردیتی ہے۔

جہاں تک موت کی حقیقت اور فطرت کی بات ہے تو زندگی اگر فطری عمل ہے تو موت اس کا فطری ردعمل ہے۔ اس فطری حقیقت سے خوف کا شکار ہونے کے بجائے (آج اور کل، پہلے اور بعد) میں موت کے آنے کو خاطر خواہ نہ لاتے ہوئے ہمیشہ تمام تر زندگی ایک مثبت سوچ کے ساتھ مثبت کردار نبھانے کی تگ ودو کرنے سے انسان خود اعتمادی کے ساتھ بہتر انداز میں اپنی ذمہ داری نبھا کر تا ابد زندہ وسلامت ہوگا۔

29 دسمبر 2016

2017 کے ابتدائی ایام

نفرت، انا، ضد، ہٹ دھرمی، غرض، تنگ نظری، غرور، تکبر، احساس برتری، بے حسی، جھوٹا پن، بدنیتی اور منافقت، یہ انسان میں موجود ایسے عام انسانی رویئے ہیں، جو کسی ایک مخصوص محدود طبقہ وخاندان کا وطیرہ وشیوہ نہیں ہوتے ہیں بلکہ ہر جگہ اور ہر انسان میں مختلف شکل میں مختلف طریقے سے موجود ہوتے ہیں۔ ان تمام انسانی نفسیاتی رویوں کا برائے راست انسان کی علم وشعور ماحول، موقع، حالت اور تربیت سے تعلق ہوتا ہے۔

بہر حال ان کی موجودگی و غیر موجودگی، دب جانا، دوبارہ سر اٹھانا کمزور شکل یا شدت اختیار کرنا ہمیشہ انسانی سوچ کے ساتھ ساتھ ماحول کی بڑی حد تک اثر اندازی اور دخل اندازی کارفرما ہوتا ہے۔ جس طرح نفرت کا مثبت پہلو دشمن کے خلاف ہونا ہے، اسی طرح اگر انا، ضد اور ہٹ دھرمی اپنی ذات کی اہمیت، کسی دوسرے کو اس کی ذات کی اہمیت اور اوقات کو دکھانے والی سوچ و پہلو کو منفی قرار دیا جاسکتا ہے۔

اگر ہم اپنے ہی رویوں کا بار بار اور مسلسل حقیقت پسندی سے جائزہ لیتے رہیں تو یہ ممکن ہوگا کہ ہم با آسانی سمجھ پائیں کہ مرض کی اصل نوعیت اور اس سے چھٹکارہ پانے کا ذریعہ کن مستند طریقہ کار و سوچ میں پوشیدہ ہے۔ اس قابل غور پہلو اور موضوع پر مکمل توجہ وقف کر کے کسی پر نتیجے پہنچنا ہوگا۔ اگر ہم واقعی اپنے فکر وعمل اور اہم مقصد کے ساتھ کمٹڈ وسنجیدہ ہیں۔

اگر صرف وقت گزاری، ہر ایک اپنی محدود تصوراتی، خیالی ووقتی جنت میں مطمئن ہے تو اور بات ہے، پھر کم از کم کامیابی کی امید وتوقع رکھنا احمقی و بے وقوفی کے سوا کچھ نہیں ہوگا کیونکہ پاؤں سے لیکر سر تک اور سر سے لیکر پاؤں تک ایک مثبت طریقے سے مثبت تبدیلی اور صرف قومی واجتماعی مفاد کو مدنظر رکھ کر اہم فیصلے کرنے کا تقاضہ ہے، نہیں تو اگر زندگی رہی تو 2017 کے ابتدائی ایام کو بطور یادگار سب کو یاد رکھنا چاہیئے، انتہائی پشیمانی افسوس ان ہی کا مقدر ہوگا جن کی اجتماعی احساس انفرادی احساس میں تبدیل نہ ہوئے۔

03 جنوری 2017

ایک مضبوط فکری قوت وقت کی اہم ضرورت

معاشرہ جب جمود، پسماندگی اور جہالت کا شکار ہو تو چیزوں کی پہچان ہر ایک خود کی تعریف وتشریح کردہ نقطہ نظر کے بھینٹ چڑھا دیتا ہے، اسی طرح حقیقت پسندی وسچائی بھی اسی رویے کے لگ بھگ جیسا ہی ہوگا یعنی حقیت پسند بننا حقیقت کو جاننا، حقیقت ماننا اور حقیقت کا اظہار کرنا ہر ایک اپنے زاویہ نظر کے تناظر میں لیکر خود کو حقیقت پسند تصور کرتا ہے۔

حالانکہ اس طرح نہیں ہے، کیونکہ چیزوں کے بارے میں مکمل علم اور علمی لحاظ سے چیزوں کو پرکھنا و سمجھنا اس کے بعد اظہار کرنا بذات خود ایک وسیع علم ہے۔ اس علم سے بے علمی کی پاداش میں انسان ہمیشہ صرف اندازوں پہ گزارہ کرتا ہے، جو ہمیشہ غلط ثابت ہوتے ہیں۔

اب اسی تناظر میں ذرا غور کریں، آج سے نہیں بلکہ ماضی بعید سے پوری عالم میں عالمی تبدیلوں کا ایک ناختم ہونے والا سلسلہ زور شور سے جاری وساری ہے، عالمی قوت وطاقت اپنی بقاء وشناخت، وجود، حیثیت، خوشحالی اور معاشی استحکام کیلئے پوری عالم انسانیت وجغرافیہ کو اوپر نیچے زندہ مردہ اور ملیامیٹ کرنے کی منصوبے بندی اور عملی شکل دیکر آخری انجام تک پہنچا کر بھی کبھی کامیابی اور کبھی ناکامی سے دوچار ہوتے ہیں۔ اس کے باوجود مزید تبدیلی اور مختلف ڈھنگ اور منصوبے کے تحت سرکشی چلتا رہتا ہے، جن کے اندورونی منصوبوں حکمت عملیاں کجا ظاہری منصوبوں پر دماغ گم، سن اور الجھن کا شکار ہو، پھر کیا ایسے دنیا کو ہلانے والی قوتوں کو اپنے دشمن کے خلاف ایسے سطحی وجذباتی باتوں سے بھڑکانا ممکن ہوگا یا دشمن ہمارے خلاف اپنے ایسے جھوٹے بے بنیاد پروپیگنڈوں اور ہتھکنڈوں کے ذریعے اپنی انسانیت سوز جرائم کو چھپا سکتا ہے۔ اس لئے جواب ہرگز نہیں میں ہوگا کہ دنیا کو سمجھنے والے اور ہلانے والے اتنے بے وقوف اور احمق نہیں ہوتے ہیں۔ جتنا تصور کیا جاتا ہے۔

جب ہم سچائی اور حقیقت کی بنیاد وحق پر کھڑے ہیں تو پھر ہمارے ہر اظہار، عمل سچائی اور حقیقت پر مبنی ہو، سب سے بہتر ہے کیونکہ جن کو ہم کچھ دکھا رہے ہیں یا دکھانا چاہتے ہیں شاید وہ ہم سے زیادہ ہمارے بارے میں اور ہمارے دشمن کے بارے میں باعلم ہیں۔ تو توجہ کا مرکز بنا عالمی قوتوں کی سرکشی وحالات کی تبدیلی اور کھیل کود میں اپنی شناخت و بقاء اور خوشحالی کو بغل گیر کرنا ہے تب ہی ممکن ہوگا جب ایک مضبوط فکری طاقت اور قوت میدان میں موجود اور سرگرم عمل ہو۔

08 جنوری 2017

انسانی کردار وسوچ کا زوایہ

وقت بالکل سکھاتا ہے لیکن نقصان کے ساتھ، قبل از وقت سیکھنا نقصانات سے بچنے کے مترادف ہے لیکن ایسا اس وقت تک ممکن نہیں جب عقل وشعور کے بجائے انسانی عادات رویے اور خواہش انسانی عقل کو اپنا غلام بنا چکے ہوں، اگر وقت مسلسل انسان کو سکھاتا رہے اور قبل از وقت انسان کا سیکھنے کا عمل مکمل منہدم ہو تو پھر انسان صرف اور صرف نقصان ہی اٹھا اٹھا کر جئے گا اور فائدہ صرف ایک نقصان اٹھانے کے بعد دوسرے کیلئے تیاری وجگہ اور موقع تلاش کرنے کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں ہوگا۔ پھر وقت کی رحم وکرم پر انسان کا حالات کی ادراک اور صلاحیت نہ ہونے کا پہلو واضح ہوتا ہے، مسلسل غلطی اور غلط فیصلوں یا نقصان اٹھانے سے انسان کا اپنے ہی کردار واعتماد اور صلاحیتوں پر بھی منفی اثرات مرتب ہونگے اور پھر بہت کم ہی لوگ ہونگے جو غلط فیصلوں سے نقصانات کے بعد سبق حاصل کرکے ہمت کا دامن نہیں چھوڑتے ہوئے بلکہ دوبارہ نئے سرے سے قدم اٹھانا شروع کرکے اپنے ہی اعتماد کی بحالی وصلاحیتوں کو اجاگر وثابت کرتے ہیں۔

ویسے انسانی نفسیات کے تناظر میں اکثریت انسان ناامیدی مایوسی اور احساس کمتری کی آغوش میں چلے جاتے ہیں، مایوسی ناامیدی اور احساس کمتری ہمیشہ مثبت سوچنے سمجھنے اور کچھ کرنے کے بجائے مسلسل انسان کو منفی سوچ ورویہ قائم کرنے کیلئے مجبور کردیتی ہے، جو انسانی کردار کی خطرناک اور زوال پذیر شکل ہے۔

09 جنوری 2017

انفرادی احساس بمقابلہ اجتماعی احساس

انسان کی انفرادی احساس سے بالاتر مجموعی احساس، وہ انمول صلاحیت ہے جو انسان میں موجود ہوتے ہوئے انسان کو دوسرے تمام انسانی خامیوں اور کمزوریوں سے ایک مقام پر مبرا کر دیگا، اگر مجموعی احساس کے بجائے انفرادی احساس کا غلبہ دل و دماغ پر بھاری ہو تو انسان کی دوسرے تمام صلاحیت ایک مقام پر زنگ آلود ہو کر بیکار اور بے معیاد ہونگے۔ ہمیشہ کسی بھی انسان کے کردار کی نفسیاتی پہلو کو پرکھنے اور سمجھنے کی سوچ کے تحت اگر جائزہ لینا چاہتے ہو تو اس کی دوسروں کیلئے احساسات اور جذبات پر توجہ دو۔

11 جنوری 2017

اختلاف رائے اور انسانی رشتے

بس انسان سمجھ لیں کہ کسی سے بھی کسی بھی مقام، نقطہ نظر یا رائے پر اگر اختلاف ہو اس وقت انسان کی اسی کے خلاف دل و دماغ میں نفرت کی کیفیت طاری ہونا شروع ہو گیا تو یہ رویہ بذات خود نفسیاتی حوالے سے صرف اختلاف رائے تک محدود نہیں بلکہ انا و جذبات کے بہکاوے میں آ کر دشمنی کی واضح عکاسی ہوتی ہے۔ نفرت کی بیج کے سامنے ہمیشہ علم و شعور جتنا وسیع ہو اور دلیل و سچائی مضبوط ہو لیکن اس کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی ہے کیونکہ نفرت کے سامنے سب کچھ بیکار و بے بس ہوتے ہیں۔

اختلافات رائے کی بنیاد پر نفرت آمیز رویہ بجائے خاطر خواہ مثبت نتیجے کے ہمیشہ مستقبل میں تاریکی، مایوسی، پشیمانی، زوال اور ناکامی ہی ہوتا ہے۔

جہاں انسانی ذہن علم و عمل اور شعوری پختگی سے کوسوں دور خالی خولی تیرتا ہو وہاں پر انسانی سوچ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے منفی سوچنے سمجھنے اور منفی عمل کرنے پر مرتکب ہوگا۔ مثبت پہلو کی گنجائش ہی باقی نہیں ہوگی۔

کسی بھی چیز کے بارے میں مکمل باعلم ہونا اور سمجھنے کے بعد مثبت انداز میں مثبت طریقے سے اختلاف رائے رکھنا کسی بھی انسان کا بنیادی حق ہے، لیکن ضد و انا اور منفی سوچ کے تحت نفرت آمیز رویہ قائم کرنا انسان کیلئے بذات خود خطرناک اور نقصاندہ ہی ہوگا، کیونکہ یہ عمل خود انسان کو مختلف ذہنی تناؤ کا شکار کر دیتا ہے۔

14 جنوری 2017

رجحان

کوئی بچہ کسی بڑے کو بچہ سمجھے کوئی بات نہیں، کوئی بڑا کسی بچے کو بچہ سمجھے، یہ بھی تعجب کی بات نہیں، اگر کوئی بڑا کسی بڑے کو بچہ سمجھے تو انسان کیلئے بڑی حیرانگی ہوگی۔ انسانوں کا ذہن کبھی کبھار ایسے خوش فہمی کا شکار ہوتا ہے، جہاں حقیقت پسندی کی راہ اپنانا ناممکنات میں ہوتا ہے اور جب حقائق سے انسان آشنا ہوتا ہے تو پھر جلدی ہمت ہار جاتا ہے حالانکہ پھر بھی ہارنا نہیں چاہیئے بلکہ ہارنے کے بعد جیتنے کی راہ شروع ہوتی ہے۔ اس لئے جیتنے والی راہ پر گامزن ہوکر سفر کرنے سے منزل کا پانا ممکن ہوگی کیونکہ ہمیشہ کامیابی ناکامی امید نا امید ہار اور جیت انسان کی خود تیار کردہ تصور کا شاخسانہ ہوتے ہیں۔ اپنے ہی غلط اندازوں پر غلط فیصلوں پر وقتی اگر ناکامی اور ہار میسر ہو اس کے باجود ہار کو اپنی ہی کم علمی اور غلطی سمجھ کر از سر نو جائزہ لیکر تصورات اور غلط اندازوں کی محل سے نکل کر حقیقت کی بنیادوں پر قدم اٹھانا کبھی بھی انسان کو پشیمانی اور زوال کی جانب نہیں دھکیلے گا۔

بعض اوقات انسان اپنے ماضی کی تصوراتی اور غلط اندازوں والی محل کو جان کر سمجھتے ہوئے حال ہی میں دوبارہ اسی طرح کے محل میں رہ کر اس کو اس لئے حقائق اور حقیقت پر مبنی تصور کرتا ہے کیونکہ وقت حالات اور نوعیت کی مختلف ہونے کی پیش نظر شاید محل کی شکل وروپ مختلف ہو لیکن محل کی بنیاد وہی کا وہی ہوگا۔ اب اسی انسانی کم عقلی اور لاعلمی کو لیکر یہ ثابت ہوتا ہے کہ بعض لوگوں کی پوری زندگی بس اسی طرح چلتا رہے گا۔

علم نفسیات کی رو سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہمیشہ حقیقت سے مکمل باعلم ہوکر جینا کبھی بھی انسان کو تناؤ کی کیفیت میں مبتلا نہیں کرتا کیونکہ غلط کو مکمل غلط، صحیح کو مکمل صحیح، آسان کو مکمل آسان، مشکل کو مکمل مشکل جان کر پھر پریشانی کی نوبت ہی نہیں آتی ہے۔

15 جنوری 2017

رائے کی اہمیت وافادیت

ہمیشہ مثبت ومنفی پہلوؤں کی سرحدات اور پیمانے کو جان کر ہر حالت میں مثبت سوچ کولیکر کسی معاملے وعمل پر اپنی رائے مسلط کرنے کے بجائے صرف رائے قائم کرتے رہو، ردعمل میں آپکو بے شک منفی رویہ اور جواب پیش آتے رہیں، وہ سب وقتی وعارضی ہونگے اس سے خوف زدہ، جذباتی پن اور ذہن میں منفی خیال ورجحان پیدا ہونے سے اپنے آپ کو ہر ممکن بچاتے رہو۔ آج نہیں بلکہ کافی عرصے بعد آپکی رائے ضرور اہمیت کا حامل اور مستند ہوگا بشرطیکہ آپکو مکمل یقین ہو کہ آپ سو فیصد مثبت انداز میں مثبت سمت ورخ میں جارہے ہو، اگر رائے غلط بھی ثابت ہوا پھر بھی ضد وہٹ دھرمی کے اپنی غلطی کا ازالے کیلئے اس کا بوجھ کسی دوسرے کے کندھے پر ڈالنے کے بجائے خود میں تلاش کریں اور اپنے اندر غلطی کو تسلیم کرنے کی جرات و عادت پیدا کرنا بذات خود مثبت عمل ہوگا کیونکہ جب آپ منفی رویہ اور رجحان کے مقابلہ بازی میں کود کر منفی رویہ، جذباتی پن اور ضد کو اپنالوگے تو پھر دوطرفہ منفی رجحان کی آغوش میں مثبت عمل ہی سبوتاژ ہوگا۔ پھر مثبت رویہ وعمل اور منفی رویہ وعمل یعنی دونوں دھندلا ہوکر وضاحت اور فرق کا عمل ناممکن ہوگا۔

16 جنوری 2017

نفسیاتی الجھن

انسان کی ذہنی پیچیدگیاں ایسی نفسیاتی علت وطاقت ہیں، جو انسان کی شعوری برتاؤ کو متاثر کرتے ہیں لیکن یہ ہر وقت حرکت میں نہیں رہتے ،اس کے لیے پیچیدگیوں سے متعلق خیالات کا کسی تحریک کی موجودگی لازمی ہوتا ہے یہ تحریک خارجی اور ذہنی دونوں طرح کے ہو سکتے ہیں۔ ہر انسان کے نفسیاتی حوالے سے ذہنی پیچیدگیوں کو سمجھنا اور پرکھنا اتنا آسان اور ممکن نہیں ہے کیونکہ مختلف وجوہات تہہ در تہہ وجوہات اور سبب کو لیکر انسانی ذہن کو پیچیدگیوں کا شکار کرتے ہیں۔

دو دوست بات کر رہے تھے ایک نے چرچ کی گھنٹی بجنے کی آواز سن کر سخت مخالفت شروع کی کہ یہ آواز بری آواز ہے اور اس کے منفی اثرات ہیں،تو دوسرے دوست نے یہ جاننے کی کوشش کی وجہ کیا ہوسکتا ہے گھنٹی کی آواز سے نفرت کا،تو مسلسل کوشش کے بعد اس نتیجے پہ پہنچا کہ دراصل چرچ کا پادری شاعر ہے اور دوست بھی شاعر ہے پادری نے کسی پروگرام میں دوست کے شعر پر نکتہ چینی کی ہے،ابھی اسی وجہ سے دوست کو گھنٹی کی آواز سے نفرت ہوتی ہے اور وہ پادری کی وجہ سے چرچ کی گھنٹی کی آواز کا مخالفت کرتا ہے۔

انسانی ذہنی پیچیدگیوں پر کبھی بھی آسانی سے حتمی رائے اور فیصلہ نہیں کرنا چاہیے۔ یا ذہنی پیچیدگی کا شکار انسان کی ذہنی پیچیدگیوں کو ایک محدود اور مخصوص، نتیجہ، وجہ، سبب قرار دیکر جان خلاصی کرنے سے پھر غلط فیصلے رائے اور تاثر قائم ہوسکتا ہے۔ اصل حقائق اور وجوہات کو سمجھنے سے ذہنی پیچیدگیوں سے ہی چھٹکارا ممکن ہوگی۔

28 جنوری 2017

''چند باتیں''

☆۔ کتاب لکھنا یا کتاب کا پڑھنا اتنا مشکل نہیں، جتنا کسی کتاب کے ایک سبق آموز پیرگراف پہ عمل کرنا ہے۔

☆۔ حقیقی دوستی احساس کا نام ہے۔

☆۔ بار بار کسی کے جذبات اور احساسات سے کھلواڑ کرنے کے بھی بعد یہ ہرگز امید نہیں رکھنا کہ اس کے جذبات واحساسات ہمیشہ آپکے بارے میں ایک جیسے ہی رہینگے۔

☆۔ کسی کے بھروسے کو کبھی بھی اس کی کمزوری مجبوری محتاجی نہیں سمجھو، بلکہ بے انتہاء مہر ومحبت یا ناسمجھی وکم علمی ضرور سمجھو۔

☆۔ بھروسہ جب ایک بار ٹوٹتا ہے پھر بحال ہوسکتا ہے، لیکن اصل سبب اور تدارک پر کھل کر بلا جھجک اظہار کرنا، انصاف کے ساتھ اپنی غلطیوں کا بوجھ خندہ پیشانی سے قبول کریں لیکن اس کے باوجود بھی کچھ عرصے تک شک و بدگمانی کی کیفیت موجود ہوتی ہے اس دوران کوئی بھی ایسا عمل سرزد نہ ہو، جس سے اعتماد کا دیوار دوبارہ زمین بوس ہو۔

☆۔ طنز بلاواسطہ یا بلواسطہ یا مذاق کے روپ میں ہر ممکن گریز کرنا چاہیے کیونکہ وہ کسی کو سدھارنے کے بجائے مزید بگاڑ دے گا۔

☆۔ بار بار جھوٹ بولنے سے انسان کا پھر سچ بولنا بھی مشکوک ومتنازع ہوگا۔

☆۔ سچائی اور نیک نیتی کا پھل یا پیداوار آپکو کبھی وقتی نہیں ملے گا اور جھوٹ اور بدنیتی کا نقصان بھی آپکو وقتی نہیں ملے گا۔

☆۔ کم ظرف انسان کسی کی مجبوری اور کمزوری سے فائدہ اٹھانے کی بھرپور کوشش کرتا ہے اور کسی کی مجبوری و کمزوری کو دور کرنا اور اس کا سہارا بننا اعلیٰ ظرف انسان کا صفت ہوتا ہے۔

☆۔ تکلیف وہاں سے شروع ہوتا ہے، جہاں آپ سمجھ لیں کہ تکلیف دینے والا سب کچھ دانستہ کر رہا ہو۔

☆۔ بداعتمادی کی فضاء میں کسی کو کسی چیز پر قائل کرنا کسی مکان کی دیواروں سے پہلے چھت کا کام شروع کرنے کی کوشش ہوگی کیونکہ قائل ہونے قائل کرنے کی بنیاد اعتماد پر ہوتا ہے۔

29 جنوری 2017

علم نفسیات وانسانی رویے

علم نفسیات کا انسانی روح و کردار کو جھنجھوڑنے اور سمجھنے کی بدولت انسانی تاریخ میں پوری انسانیت کیلئے منفرد مقام اس لئے حاصل ہے کیونکہ یہ علم نفسیات کی ہی روشنی ہے جو انسان کی معمولی عمل، حرکت، سرگرمی اور تاثرات سے انسان کی مکمل باطن کو آشکار کر دیتا ہے۔ ویسے انسان اپنی باطن کو ہمیشہ چھپانے کی بھر پور کوشش کرتا ہے جس کو علم نفسیات ہی ناممکن بنا دیتا ہے۔

اظہار کی روانی سے لیکر اظہار کے روکنے ٹوٹنے خیالات توجہ و دھیان کی ادھر ادھر بکھرنے و ہٹنے یا ایک ہی جگہ پر فوکس ہاتھوں و آنکھوں کی ضروری غیر ضروری ہلانے و حرکت سے انسان کا رویہ مزاج سوچ و خیالات کو جاننے و سمجھنے میں دشواری نہیں ہوتی۔ ہمیشہ کسی کی ماضی اور حال کو علم نفسیات پورا پورا جھنجھوڑ کر اس کے مستقبل کی پیش بینی و عکاسی کرتا ہے۔ انسان کی آج کی معمولی و غیر معمولی ترجیحات، پسند و ناپسند کی پہچان اس کے مستقبل کے فیصلوں کی منظر کشی کرتا ہے۔

30 جنوری 2017

انسانی جبلت کا ایک پہلو

بیشتر ماہرین نفسیات کی متفقہ رائے ہے کہ انسان کی بنیادی نفسیاتی جبلت کا اک پہلو یہ ہوتا ہے کہ مدلل و منطقی اور حقیقت پہ مبنی تقریر، تحریر، لیکچر، اظہار، نصیحت ومشورے سے لیکر گفتگو تک اس وقت کسی شخص کیلئے وزن دار اور قابل قبول ہوگا، جب آپ کی ذات کسی کیلئے مکمل قابل قبول ہو، اگر آپ کی ذات وجوہات جو بھی ہوں، کسی کیلئے عناد، عداوت بداعتمادی کی فضاء میں تیرتا ہوا ہو، تو سب کچھ ایک کان سے ہوکر دماغ اور دل کو چھوتے ہوئے دوسرے کان سے خارج ہوتے ہیں۔

ایک کینیڈین نوجوان اپنی تمام ذہنی الجھن پیچیدگیوں وہم، اداسی، بے خوابی، بھوک کی کمی اور خودکشی کی خواہش کو لیکر ماہر نفسیات کے خدمت میں پیش ہوا ماہر نفسیات نے اس کی کونسلنگ کے بعد کچھ تحریر دیئے کہ انہیں غور سے پڑھنا، جانے کے بعد جب وہ مقررہ تاریخ کو واپس آیا تو انہوں نے آتے ہی کونسلنگ سے زیادہ تحریروں کو پڑھنے کے بعد اپنی اندر تبدیلی اور جینے کا حوصلہ پیدا کرنے کی تعریف شروع کرنے لگا کہ جناب آپ کی کونسلنگ سے زیادہ آپ کی لکھی ہوئی تحریر نے مجھ میں ایک نیا جوش، نئی زندگی کا طوفان برپا کیا، تو اک دم ماہر نفسیات نے کہا جناب یہ تحریر دراصل میرا نہیں بلکہ فلاں کالج کے فلاں ماہر نفسیات پروفیسر صاحب کے ہے، یہ انہوں نے لکھا ہے۔ پھر اچانک نوجوان کے چہرے کی رنگت میں مایوسی نفرت اداسی کی تاثرات نمایاں ہوئیں اور کہنے لگا صاحب میں نے آپ کی خوشامدی کیلئے تحریروں کے حوالے سے جو تعریفی کلمات بیان کی تھی، ویسے تحریر خاص نہیں تھے بہت پیچیدہ وغیر مدلل تھے انہوں نے تحریروں پر نقطہ چینی شروع کی، جب دوبارہ ماہر نفسیات نے کئی دنوں تک مسلسل کونسلنگ کا عمل جاری رکھا پھر معلوم ہوا کہ دراصل نوجوان کی ناکام محبتوں کی فہرست میں پہلی محبت کی ناکامی جس سے دوچار ہوا وہ لڑکی دراصل پروفیسر کی لڑکی تھی، پروفیسر سے بلاواسطہ یا بلواسطہ نفرت وعداوت کی اصل وجہ لڑکی کی نوجوان سے بیوفائی ثابت ہوا۔

بعض اوقات کسی کے بھی غیر مدلل، غیر حقائق پر مبنی گفتگو، خیالات، اظہار، نصیحت مشورہ سے لیکر جھوٹ تک کسی شخص کیلئے ذاتی تعلق مہر ومحبت خوشگوار ماحول کی آڑ میں قابل قبول اثر انگیز اس وقت ہونگے جب ان کے وقتی معمولی سے غیر معمولی خیالات خواہشات مفادات مشترکہ ہوں۔

02فروری2017

حالتِ جنگ کی بیماریاں

حالتِ جنگ میں ہر دوسرا شخص ڈپریشن کا شکار ہوتا ہے اور دشمن بھی اس کی لپیٹ میں آتا ہے، لیکن دشمن کی ہر ممکن کوشش ہوتا ہے کہ وہ اپنے سامراجی حربے، جبر و بربریت اور دہشت پھیلانے کو عملی جامہ پہنانے سے قبل اس کی نفسیاتی پہلوؤں پر بھی غور کرتا ہے تاکہ زیردست قوم پر منفی نفسیاتی و ذہنی اثرات تیزی کے ساتھ مرتب ہوں اور زیردست قوم ڈپریشن کے مرض میں مبتلا ہو کر اپنی قومی وقار، اقدار و روایات اور قومی احساس و قومی ذمہ داری اور تخلیقی صلاحیتوں سے نا آشنا ہو کر محروم ہو جائے۔

اسی طرح ''مینک ڈپریشن'' وہ خطرناک نفسیاتی مرض ہے، جس کا خود انسان کو معلوم تک نہیں ہوتا ہے کہ اس کا رویہ و مزاج اک دم تیزی کے ساتھ تبدیل ہوتا ہے یعنی اک دم بے انتہاء خوش ہونا اور اک دم اداسی کا شکار ہونا۔ اس کے علاوہ دیگر ڈپریشن کی اقسام میں جو علامات ہوتے ہیں اسی طرح مینک ڈپریشن میں وہی یکساں علامت ہوتے ہیں لیکن فرق یہ ہوتا ہے کہ مینک ڈپریشن میں ان علامات کی شدت سے زیادہ اور اپنی انتہاء کو ہوتے ہیں۔ ہر چیز، معاملہ و مسئلے پر الجھن و نا امیدی کا شکار ہونا چڑچڑاپن، غصہ، ذہنی تھکاوٹ، سستی اور اپنی ذمہ داریوں سے غافل اور لاپرواہ ہو کر ایک غیر ذمہ دار شخص کے طور پر ظاہر ہونا اور کبھی کبھار خودکشی کا سوچنا اور عمل کرنا بھی ممکن ہوتا ہے۔ ویسے تو ڈپریشن موروثی بھی ہوتا ہے لیکن زیادہ تر ڈپریشن کی فصل کی بیج جبر نا انصافی، تشدد، لوٹ کھسوٹ، دہشت پھیلانے اور رونما ہونے والے حالات و واقعات میں پوشیدہ ہوتے ہیں۔

سیاسی تعلیم و تربیت شعور و آگاہی کی ماحول کے ساتھ تشدد کو تشدد کے موثر انداز میں کاونٹر کرنے سے زیردست و جبر کا شکار قوم کے اندر حوصلہ و امید پیدا ہوگا، اور زیردست قوم میں قومی حوصلہ اور قومی امید ہی وہ واحد ہتھیار ہے جو دشمن کی نفسیاتی شکست کا باعث بنے گا۔

اسی حوالے سے ہر ممکن کوشش ہونا چاہیے اپنی عوام کو مختلف طریقے اور ذرائع سے تیزی کے ساتھ اسی تعلیم و شعور سے لیس کرنا چاہیے جس سے دشمن کی حکمت عملی اور منصوبہ بندی کے تحت پھیلانے والے تمام منفی نفسیاتی اثرات سے عوام باخبر و محفوظ ہو کر منفی اثرات کو قبول کرنے کے بجائے اپنے اندر حوصلہ و ہمت اور امید قائم کرے، بصورت دیگر کمزور فکر، کمزور علم و شعور یا مکمل بے علمی و بے شعوری اور بے فکری بذات خود پوری ایک قوم اور ایک نسل کو تشدد و دہشت جبر و بربریت کے زیر سایہ ذہنی مریض بنا دے گا۔

05 فروری 2017

ذہنی کشمکش

کٹھن حالات انسان کو صرف مضبوط نہیں بناتے بلکہ کچھ نا کچھ سکھاتے بھی ہیں، سیکھنے کا عمل بذات خود انسان کو تجربات کی بھٹی سے گزار کر مضبوط بناتا ہے بشرطیکہ انسان خود حالات میں سیکھنے کے عمل کو اپنا کر کچھ سیکھنے کی کوشش کرے، سخت و مشکل حالات میں چیخ و پکار، افسوس و فریاد سے انسان مضبوط بننے کے بجائے نا امیدی اور مایوسی کی کیفیت میں مبتلا ہو کر ذہنی و فکری طور پہ منتشر ہوگا۔ ہر طرح کے حالات کا مقابلہ کرنے اور کچھ سیکھنے کا واحد فارمولا یہ ہے کہ حالات جو بھی ہوں، جیسے بھی ہوں، وہ ایک جیسے نہیں ہوں گے بلکہ تبدیلی ہر حالت کی کھوکھ سے جنم لینے والا ایک فطری عمل ہوگا اور پھر ہر عمل کے مثبت اور منفی ردعمل کیلئے پہلے سے ذہنی حوالے سے مکمل تیار رہنا چاہیے، تو کوئی انسان کبھی بھی ہمت نہیں ہارتا، معمولی و غیر معمولی سطح پر مایوسی اور ناامیدی کی مرض کا شکار ہو جانا ایک ایسا ذہنی نفسیاتی مرض ہے جو انسانی دیگر نفسیاتی و ذہنی امراض کی طرح خود کبھی بھی اس کی تشخیص اور محسوس نہیں ہوتا ہے۔

سیدھی سی بات ہے نفسیاتی اور ذہنی امراض کا تعلق برائے راست انسان کی دماغی سطح سے شروع ہوتے ہیں پھر اپنی دماغ کی امراض اپنی ہی دماغ سے تشخیص کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ البتہ تمام ذہنی امراض کی واضح علامات ہوتے ہیں، اسی طرح مایوسی اور ناامیدی کی واضح اور انسانی جسم کی رگوں کی طرح بہت باریک سے باریک علامات ہوتے ہیں جو ہمیشہ خود اعتمادی کی ابھرنے سے ختم ہوتے ہیں، نہیں تو مسلسل منفی سوچنے سمجھنے اور الجھن کا شکار ہونے اور زیادہ تندرست اور واضح ہو کر آخری درجہ پر ہوتے ہیں۔

07 فروری 2017

قومی بقاءوآزادی ٹورنامنٹ

یادرہے یہ ٹورنامنٹ لیگ سسٹم کے بجائے ناک آوٹ سسٹم ہے،یعنی ہر ٹیم کا پہلا، آخری چانس ہوگا، ج یتے گا تو ترقی کر کے آگے بڑھے گا اور اگر شکست ہوگی تو ٹورنامنٹ سے خارج ہوگا۔ پھر کب اور کس وقت اس طرح کی اچھی وزبردست عالمی ٹورنامنٹ میں کھیلنے کا موقع نصیب ہوگا یا نہیں یہ الگ بات ہے۔

اگر خدانخواستہ اس دفعہ ہم اپنا میچ جیتنے کے بجائے شکست کھا گئے تو پھر واپس کسی بھی ٹورنامنٹ میں حصہ لینے اور کھیلنے کا کوئی بھی جواز و دلیل (نا منہ دکھانے کے قابل) اور کھلاڑیوں میں کھیلنے کے حتیٰ کہ تماشائیوں میں دیکھنے کی بھی ہمت نہیں ہوگی کیونکہ اس دفعہ کھلاڑیوں کی زبردست توانائی سے لیکر عالمی وعلاقائی سطح پر دیکھنے سننے حمایت اور ہمدردی ہونے کے ساتھ ٹیم کی کامیابی وکامرانی کیلئے عوام ہر قربانی کیلئے تیار ہے اور جان مال کی قربانی دیتا رہا ہیاور مزید دینے کو تیار ہے۔

اب یہ سب کچھ آکر ٹیم کی کوچ، کپتان اور کھلاڑیوں کی سنجیدگی نیک نیتی خلوص اور انا ضد ہٹ دھرمی سے بالاتر ہوکر دوراندیشی سے ایک دوسرے کو برداشت کرنے پر مضمر ہو چکا ہے اس وقت اور اس نازک فیصلہ ساز اور خطرناک چیلنجز کے سامنے اور زیست وموت کی گھڑی کی سوئی پر پہنچ جانے کی حقیقت میں غیر سنجیدگی جذباتیت تصوراتی محدود اور مینڈک کے کنویں والی سوچ ایک دوسرے پر برتری حاصل کرنے اور نیچا دکھانے کی کوشش کرنا یا حالات کو ماضی کی عینک سے دیکھنا، اور ہر ایک اپنے ہی ماضی اور حال کی چند محدود سطحی کارناموں پر نازاں ہوکر مستقبل کے بارے میں مکمل خواب غفلت میں رہنا اور ہمت محنت سے ہٹ کر کامیابی وکامرانی کیلئے صرف خوش فہمی اور خوشی کی ڈھول بجانا و ناچنا میرے خیال کے مطابق نئے طریقے مہذب انداز اور خاموشی سے یعنی آہستہ آہستہ میدان سے راہ رافراریت اختیار کرنے کے مترادف ہے یعنی نا سیخ جلے نا کباب والا قصہ۔

10فروری2017

انسانی تشویش

تشویش ایک انتہائی اہم نفسیاتی مسئلہ ہے، یہ انسانی شخصیت کی نشوونما اور تشکیل میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔نفسیات کے ماہرین کے مطابق تشویش ایک نہایت تکلیف دہ جذباتی تجربہ ہے، جو جسم کے بعض اعضا کی انگیخت یا تحریک کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے، یہ انگیخت اور تحریک انسان میں داخلی و خارجی وہم، اندیشہ، خطرات، تصورات، امکانات، مشکلات، نقصانات اور چیلنجز سے پیدا ہوتا ہے۔کوئی شخص تشویش کے سبب و علل اور وجوہات سے بے خبر ہوسکتا ہے لیکن خود تشویش سے بے خبر نہیں ہوسکتا ہے، تشویش خوف کی ہیجانی کیفیت کے مترادف ہے لیکن ماہر نفسیات سگمنڈ فرائیڈ خوف کے بجائے لفظ تشویش کو ترجیح دیتا ہے کیونکہ خوف عموعی طور پر زیادہ خارجی (باہر) کی چیز سے ہوتی ہے جس طرح ہم کہتے ہیں فلاں شخص فلاں چیز سے خوفزدہ ہے لیکن فرائیڈ کہتا ہے ضروری نہیں خوف صرف خارجی (باہر) چیز کا ہو، خوف کسی داخلی (اندر) سے نفسیاتی کیفیت سے بھی ابھر سکتا اس لیے اس نے خوف کے بجائے تشویش کا اصطلاح استعمال کیا۔

اب انسان اپنی داخلی دنیا سے لیکر خارجی دنیا میں جو چیز دیکھتا سمجھتا یا محسوس کرتا ہے، کس جگہ کس چیز سے انسان کو خوف یا تشویش لاحق ہوتا ہے یا لاحق نہیں ہوتا ہے۔اب یہاں سے انسان کی شخصیت و کردار کی نشوونما اور تشکیل کا مرحلہ شروع ہوتا ہے۔مطلب داخلی (اندورنی) یا خارجی (بیرونی) کچھ ایسے چیزیں یا اقدام ہیں جن سے انسان کو خوف اور تشویش لاحق ہونا چاہیے کچھ ایسے چیز ہیں جن سے انسان کو خوف اور تشویش لاحق نہیں ہونا چاہیے۔(اب ہونا چاہیے یا نہیں ہونا چاہیے) دونوں کیفیت و حالت کی فرق اور حد وحدود اور پیمانہ کو مکمل جانا پرکھنا سمجھنا انسان کی شعور وعلم اور ادراک میں مضمر ہوتا ہے۔پھر ایسا ہی علم وشعور وادراک کی انحصار تاریخ عالم میں انسان کی شخصیت و کردار کی تعمیر و تشکیل اور نشوونما میں مثبت یا منفی اثرات مرتب کرتے ہیں۔

13 فروری 2017

نرگسیت کا مرض

قدیم یونانی دیومالا میں نارسیسس نامی ایک کردار کا تذکرہ ملتا ہے، نارسیس مردانہ حسن و وجاہت کا نمونہ تھے۔ایک دن رعنا نارسیسس کہیں جارہے تھا کہ راستے میں اسے شفاف پانی کا چشمہ نظر آیا وہ جب پانی پینے جھکا تو سطح آب آئینے میں اسے اپنا عکس نظر آیا یہ عکس اس قدر خوبصورت اور سحر انگیز تھا کہ نارسیس مبہوت ہوکر نہ اسے پانی پینے کا ہوش رہا نہ ہی وہاں سے ہٹنے کا اسے خیال آیا وہ یہ سمجھ رہا تھا کہ چشمے میں کوئی اور شخص ہے جو اسے مسلسل دیکھ رہا ہے نارسس وہیں بیٹھا رہا اس کو اپنے ہی حسن و جمال اور کردار کے سحر نے اس طرح جکڑ لیا کہ آخر وہ وہیں بیٹھے بیٹھے دم توڑ گیا۔

فرائیڈ نے اس قصہ کی مناسبت سے نرگسیت کے ذہنی مرض کی تشریح کی ہے نرگسیت کا مرض وہ ہے جو اپنے ذات کی محبت میں گرفتار ہو، اکثر لوگوں میں کسی حد تک نرگسی رجحانات ہوتے ہیں تاہم انہیں نفسیاتی مریض نہیں کہا جاتا لیکن جب کوئی انسان ہر وقت اپنی تعریفوں کے پل باندھتا رہے اپنی ذات کے بارے میں ڈینگیں مارتا رہے اور دوسروں کے جذبات و احساسات کا کوئی خیال نہ رکھے تو وہ شدید قسم کی نرگسیت میں مبتلا مریض کہلاتا ہے۔

فرائیڈ کے نزدیک ذات اور خودستائشی کا جذبہ بھی نرگسیت کی ہلکی شکل ہے لیکن آہستہ آہستہ اپنی شدت سے یہ رجحان انشقاق ذہنی کی صورت اختیار کرلیتا ہے پھر انشقاق ذہنی کا مریض دنیاوی معاملات میں دلچسپی کھو دیتا ہے اسے دوسرے کے جذبات خیالات احساسات سے نہ لگاؤ رہتا ہے اور نہ ہی اردگرد کے حالات و واقعات اور ماحول سے اس کا کوئی ذہنی و جذباتی تعلق رہتا ہے وہ خارجی (باہر) ماحول سے مکمل کٹ کر اپنے ہی سوچ خیالات و کردار میں مدہوش و مگن ہوجاتا ہے اور پھر یہیں سے نارسس کی طرح انسان کے زوال کی شروعات اور اپنے لیے لوگوں کے ذہن میں نفرت کی فصل اگنے کا آغاز ہوتا ہے اور اسے خود موت تک یہ اندازہ نہیں ہوتا ہے کہ میں نرگسیت کے مرض میں شدت کے ساتھ مبتلا ہوں بلکہ وہ ہمیشہ یہ سمجھتا ہے کہ

دوسرے اس مرض میں مبتلا ہو کر شاید مجھے قبول نہیں کرتے ہیں اور جب نرگسیت کی مرض اس درجہ پر پہنچ جائے تو انسان کا کردار زوال یا خود میں مکمل گم ہو کر اپنے کردار کی موت کو دعوت دیگی۔

خوشامد پسندی یا اپنی ہی تعریف کا بھوکا انسان ہمیشہ بلاواسطہ اور بالواسطہ ہر جگہ مختلف طریقے سے اظہار و تاثرات قائم کرنے سے اپنی خود تعریف کرتا رہتا ہے وہ دوسرے کی کردار پر اگر مسلسل نقطہ چینی طنز و مذاق کرتا ہو اس کی بھی پشت پناہی میں اپنی ذات کی تعریف و خودنمائی کی نیت شامل ہوتا ہے، کسی شخص میں محبوبہ کی طرح ہزار خامی و کمزوری اور عیب ہو لیکن نرگسیت کی مریض کو اس لیے اس شخص کے وہ عیب نظر نہیں آتے ہیں کیونکہ وہ شخص ہمیشہ اس کی ضروری اور غیر ضروری تعریف و خوشامدی کرتا ہے۔

نرگسیت کا مریض ہر اس کام عمل اور چیز میں ضرور نہ ضرور کوئی نقص خامی خرابی نکالنے کی بھرپور کوشش اور نقطہ چینی کرتا ہے جس میں وہ خود شریک نہ ہو اور اچھے کامیاب کاموں اور سرگرمیوں میں بلواسطہ یا بلاواسطہ اپنے آپ کو حصہ دار ظاہر کرنا ناکامی اور برے کاموں سے مکمل لاتعلق ہو کر برائے راست دوسروں کے کھاتے میں ڈالنا مرض نرگسیت کی واضح علامت ہے۔

نرگسیت کا مریض دوسروں کے مثبت عمل کردار اور خیالات کو ظاہری اور لفاظی حد تک صحیح لیکن دل و دماغ میں کبھی بھی قبول نہیں کرتا ہے، اس سوچ کے تحت کہ میں کیوں ایسا نہیں کرسکتا ہوں دراصل یہ سب کچھ مجھے کرنا تھا۔ مجھ میں ہونا چاہیے تھے اور ساتھ ساتھ ایسے محفل مجلس اور ماحول سے مکمل بیزار ہوتا ہے جہاں اس کے بارے میں کوئی تعریفی کلمات اور گفتگو نہ ہو۔

15 فروری 2017

انسانی ادراک

انسانی دماغ سے جنم لینے والی مختلف قسم کے حسیات جو انسانی جسم کو مکمل آگاہی فراہم کرتی ہیں جیسے بھوک، پیاس، نیند، درد و تکلیف وغیرہ جو ظاہری اور واضح ہوتے ہیں لیکن سائنسدانوں نے دماغ کے ایک مخصوص حصے کو 'چھٹی حس' یا 'الہام' کے ساتھ منسلک کیا ہے۔ انسان کے دماغ کا یہ حصہ کسی پیشگی اطلاع پر خود کار طریقے سے 200 سیکنڈز کے اندر اندر ردعمل ظاہر کرتا ہے۔ چھٹی حس کی اصطلاح ان مواقع کے لیے استعمال کی جاتی ہے جن میں کسی انسان کو ایسی بات نقصان اور فائدہ کا علم ہو جائے جو بظاہر وہاں موجود اور ظاہر ہی نہیں ہو، یا کسی کو اچانک محسوس ہونے لگے کہ کوئی اچھا یا برا واقعہ، گڑبڑ، نقصان یا فائدہ، کامیاب و ناکامی ہونے والا ہے، یہ انسان کو آنے والے دنوں کی پیشگی اطلاع و ادارک کے حوالے سے مکمل ٹھیک طریقے سے سگنلز دیتا ہے اور کافی حد تک انسان کے سامنے آنے والے خطرات چیزوں اور دنوں کی تصویر کو واضح انداز میں پیش بھی کرتا ہے، لیکن انسان کو خاص وقت اور واقع کا صحیح اندازہ نہیں ہوتا یا نتیجے کی خاص شکل بھی واضح نہیں ہوتی ہے لیکن جب بھی خطرہ یا واقعہ انسان کو درپیش ہو گیا تب جا کر انسان کو یہ مکمل جانکاری ہو گی کہ مجھے پہلے اس کا اندازہ ہو چکا تھا یعنی عام اور روایتی زبان میں ہم کہتے ہیں ہمیں قدرتی طور پر اندازہ ہو چکا تھا، دراصل یہ وہ سائنسی اور نفسیاتی انسانی صلاحیت چھٹی حس جو ایک حقیقت ہے جو انسان کو پیشگی اطلاع فراہم کرتا ہے۔

فرانسیسی محققین کی تحقیق کے مطابق فکرمند بے چین پریشان اور جستجو میں رہنے والے نروس (حساس) افراد کی چھٹی حس عام لوگوں کی نسبت زیادہ تیز ہوتی ہے۔ تحقیق کے مطابق دماغ خاص طور پر فکرمند لوگوں میں خطرات و واقعات کو ترجیح دیتا ہے، جس سے یہ لوگ نہ صرف سماجی خطرات و واقعات کا پیشگی ادراک رکھتے ہیں بلکہ وہ مکمل ردعمل کیلئے تیار بھی ہوتے ہیں۔ یعنی نروس پریشان فکرمند اور بے چین انسان ہر معمولی سے غیر معمولی سرگرمی عمل اور چیز پر نظر رکھ کر چھٹی حس کی صلاحیت سے پیشگی اطلاع حاصل کر سکتا ہے

بلکہ خوف کی حالت سے فوری طور کارروائی منصوبہ بندی کر کے آنے والے دنوں کیلئے تیاری بھی کرتا ہے اور ہمیشہ بے چین فکرمند انسان آرام بے غم لاپرواہ اور پرسکون انسانوں کے مقابلے میں زیادہ دماغ کے مختلف حصوں اور علاقوں میں گھوم کر جستجو کرنے اور پتہ لگانے اور آنے والوں دنوں کی ادراک کے حوالے سے چھٹی حس سے کام لیتے ہیں بشرطیکہ انسان انتہائی سنجیدگی پختگی اور دلچسپی کے ساتھ غور وفکر علم وعمل اور باریک بینی سے تحقیق اور تخلیق کی طرف مکمل توجہ دے۔

16 فروری 2017

اجتماعی سوچ

پہلے مثبت سوچ ومثبت عمل کو ہی سمجھنا ہوگا مثبت رویے اپنانے کیلئے مثبت سوچنا ہوگا اور مثبت سوچنے کیلئے مثبت ہونا ضروری ہے۔ جب ضمیر، اصول، علم وشعور، عقل، مخلصی، محنت، صبر و برداشت، بے غرضی، قربانی، سچائی اور ایمانداری سب کچھ دوسروں میں دیکھنے کی خواہش ہو یعنی دوسروں کیلئے میرے لیے نہیں، یہ بذات خود مثبت سوچ ومثبت عمل اور مثبت سوچنے کی نفی کرتا ہے بلکہ مکمل منفی سوچ کی عکاسی ہے۔

ہر انسان بلکہ ہر جاندار شے پر مختلف حالت میں مختلف کیفیتیں وقت وحالت اور مواقع کے مطابق ضرور طاری ہوتے ہونگے لیکن وہ انسانی علم وشعور کا تقاضا ہوتا ہے کہ انسان اور حیوان کے فرق کو لیکر انسان کو کسی بھی کیفیت کو بجائے منفی رخ دیکھنے سمجھنے اور اپنانے کے مثبت رخ اور مثبت اپنانے کی سعی کرتا ہے۔ جو انسانی شخصیت میں نکھار اور تشکیل میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔

جس طرح انسانی غصے کی کیفیت جو دوسرے کی طرف سے دیئے گئے ایک اشتعال انگیز کی کیفیت ہوتی ہے۔ اگر انسان اسی غصے کی کیفیت کو لیکر مثبت سوچ میں تبدیل کرلے تو وہ نفسیاتی اور ذہنی حوالے سے بجائے نفرت انتشار خلفشار کے مثبت انداز میں اپنی مشتعل ہونے کو صحیح رخ وسمت دیکر انفرادیت کے بجائے اجتماعی مقاصد حاصل کرنے میں کامیاب ہوگا بشرطیکہ انفرادیت سے زیادہ اجتماعیت کے احساس کا غلبہ دل و دماغ پر شعوری بنیادوں پر حاوی ہو۔

جہاں انفرادی احساس کو مکمل برتری حاصل ہو تو وہاں انسان کو کوئی دکھ، تکلیف اور درد نہیں ہوگا بلکہ وہ یہ نہیں سوچے گا میرے معمولی سے معمولی نقل وحرکت، سرگرمی اور اظہار سے اجتماعی سوچ پر منفی اثرات مرتب ہونگے۔ پھر یہاں سے ناسمجھی کم عقلی اور بے شعوری کا جواز اور گمان ہرگز پیدا نہیں ہوگا بلکہ واضح انداز میں اجتماعی مفاد سے کوئی دردسر اور سروکار نہیں ہونے والی سوچ پنپے گی۔

19 فروری 2017

زندہ انسانوں کی پہچان

تخلیق انسانی نفسیات میں مضمر وہ قوت ہے جو ایک طرف تو سماجی تہذیبی اور تمدنی ارتقاء کا ضامن ہے اور دوسری طرف انسان کی نموئے ذات، آگاہی ذات، اظہار ذات اور اثبات ذات کا اعلیٰ ترین ذریعہ ہے جو تاریخ کے ہر دور میں انفرادی اور سماجی بقاء اور ارتقاء کا ضامن رہا ہے۔ انسانی تاریخ گواہ ہے تاریخ کا کوئی ایسا دور نہیں گزرا ہے جب انسان اپنی تخلیقی قوتوں کا اظہار نا کرتا ہو۔ انسان یہ اظہار ہر دور میں مختلف طریقوں سے کرتا آرہا ہے۔ ادب فلسفہ سیاست سائنس امن اور جنگ سے لیکر مختلف انقلابات تک صرف انسان کو انفرادی ضروریات اور انفرادی خوف و لالچ ہی نے تخلیق کیلئے تحریک نہیں دیا، اور ذہنی سطح سے انسان کو اس طرح اکسایا ہے کہ وہ ذہنی حوالے سے مکمل مفلوج ہو گیا۔

جب انسانی ذہن کسی بھی وجہ سے مفلوج ہو تو وہ بجائے تخلیقی انسان ہونے کے وہ الجھن اور ذہنی کشمکش کا شکار ہو کر صرف تقلیدی انسان ہی ہوگا۔ جو پھر اپنی تمام تخلیقی قوتوں کو لالچ اور خوف کی نذر کر دیتا ہے۔ بغیر تخلیقی قوت و صلاحیت سے انسان اور حیوان میں صرف شکل و صورت میں نمایاں فرق ہی ہوتا ہے، باقی کچھ نہیں۔ معمولی سطح سے لیکر غیر معمولی سطح تک انسان کو اپنی تخلیقی قوتوں کو اجاگر کرنا اور تحریک دینا ہوگا۔ جس کیلئے بنیادی اصول و شرط دلچسپی جستجو اور تجسس ہی ہے جو انسان کی کردار اور تشکیل میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔

20 فروری 2017

بے بسی ولاچاری، ناکامی کو جنم دیتا ہے

فطرتاً ہر انسان کی داخلی (اندرونی) سطح پر ایک قوت وصلاحیت موجود ہوتی ہے جو انسان کو ہمیشہ اس وقت تک کوئی معمولی وغیر معمولی کارنامہ سرانجام دینے کیلئے اکساتا اور تحریک دیتا ہے جب تک انسان وہ خطرناک زہریلا رجحان یا مائنڈ سیٹ کا مکمل شکار نہ ہو جو انسان کی صلاحیتوں اور قوت فیصلہ بروقت فیصلہ کرنے کی تحریک کو تباہ و برباد کر دیتا ہے یہ رویہ یا مائنڈ سیٹ کو علم نفسیات کی اصطلاح کے مطابق learned helplessness کہتے ہیں۔

یہ رویہ ان لوگوں میں شدت کے ساتھ پایا جاتا ہے جو کسی بھی سطح کے معمولی یا غیر معمولی ناکامی، شکست، مسئلہ یا معاملے سے دوچار ہو کر بہت زیادہ تکالیف رنج والم ناامیدیوں اداسیوں اور مایوسی یعنی سب کے سب کو اکھٹا اور مل ملا کر اپنے دل ودماغ میں اس عقیدے کی تعمیر کر لیتے ہیں۔

24فروری2017

چند باتیں

☆۔ ناقابل برداشت منفی رویوں کو برداشت کرنا اوران کا مثبت حل نکالنا صبر تحمل و برداشت کرنے کا حقیقی نام ہے، ورنہ قابل برداشت مثبت رویوں پر صبر تحمل و برداشت ہر ایک کرسکتا ہے۔

☆۔ کسی بھی نوعیت کے رشتوں کے بیچ جب حیثیت، اوقات والا رجحان پایا گیا، تو سمجھ لینا کہ وہ وہ رشتے حقیقی نہیں بلکہ عارضی اور مصنوعی ہیں، جو آج نہیں تو کل ضرور زمین بوس ہونگے۔

☆۔ اگر کسی سے نفرت کرنے اور بھول جانے کا طے کر چکے ہو تو بار بار اور ہمیشہ اپنے دل و دماغ میں اس کی خامیوں اور کوتاہیوں کو نقش کرتے رہو۔

☆۔ غرور اور گھمنڈ کا مقابلہ عاجزی سے کرنے والے انسان بلند و اعلیٰ پائے کے انسان ہوتے ہیں کیونکہ وہ عاجزی ہے جو غرور و گھمنڈ کو ملیا میٹ کرتی ہے بشرطیکہ انسان عاجزی کو عیب سمجھنے کے بجائے انسانی صفت تصور کرے۔

☆۔صفت و ثناہ خوانی کرنے والوں سے ہمیشہ ڈرو، جو نادانی یا خوشامد پسندی کی نیت سے آپکی وہ خوبیاں بیان کرتے ہیں جو آپ میں موجود ہی نہیں۔

☆۔ نفسیاتی پہلو کے تناظر میں کوئی بھی شخص دوران گفتگو آپ کی باتوں پر دانستہ طور دھیان نہ دے اور اپنی توجہ ادھر ادھر کرنے کی کوشش کرے تو یہ جان لینا چاہیئے وہ آپ کو اور آپ کی باتوں کو اہمیت نہ دیتے ہوئے پہلے سے اپنے ذہن میں سب کچھ مسترد کر چکا ہے، اور یہ احساس برتری کی بھی نشاندہی کرتا ہے۔

☆۔ غلطی کرنا اور ناکام ہونا کچھ نہ کچھ کرنے کی واضح علامت ہوتا ہے، ورنہ کچھ نہ کرنے سے غلطی اور ناکامی کبھی بھی رونما نہیں ہوگا۔

☆۔ایک بار مصلحت پسندی کا شکار ہو گئے تو اپنے ذہن کو بار بار مصلحت پسندی کے شکار ہونے کیلئے تیار کرنا چاہیے۔

25فروری2017

فوبیا

خوف برائے احتیاط نارمل انسان میں پایا جاتا ہے، اس کے علاوہ خوف کی باقی قسمیں ابنارمل انسانی حالات کے علامت ہوتے ہیں۔ اب خوف برائے احتیاط اور خوف برائے نفسیاتی مرض کی فرق کو لیکر مرض کی مکمل تشخیص صرف اور صرف علم نفسیات کے دروازوں پہ دستک دیئے بغیر مشکل بلکہ ناممکن ہوگا کیونکہ نفسیات کے ماہرین کی جدید تحقیقات کے حوالے سے انسان کی روزمرہ معمولات زندگی کے مطابق بہت سے ایسے چھوٹے چھوٹے علامات ہوتے ہیں، جن کو عام اور سیدھے انداز میں جاننا، سمجھنا آسان نہیں ہوتا۔

اسی طرح فوبیا کو علم نفسیات نے وہ نفسیاتی مرض ثابت کیا ہے، جب کوئی انسان کسی ایسی چیز سے خوامخواہ بلاوجہ اور غیر منطقی بنیادوں پر خوف کا شکار ہو جو اس کے لئے درحقیقت نقصان دہ نہیں لیکن وہ ایک مخصوص نفسیاتی کیفیت کا شکار ہوکر اس سے خوف زدہ ہو۔ طبی لحاظ سے یہ بے چینی اور بے یقینی کی وہ قسم ہے جو اسے شدید نفسیاتی مرض میں مبتلا کر دیتی ہے اور بسا اوقات اس چیز کے ذکر سے ہی ہیجانی کیفیت میں مبتلا ہو جاتا ہے، جس سے اسے فوبیا ہوتا ہے۔ ننانوے فیصد فوبیا غیر ضروری ہوتے ہیں اعصابی خوف (Phobic Neuroses) کا مریض کوئی بھی کام شروع کرنے سے پہلے ڈرنے لگتا ہے، وہ سمجھتا ہے کہ اس کو اس کام میں نقصان اور ناکامی ہوگا لہٰذا وہ ہر کام میں بدشگونی، برائی اور منفی پہلو تلاش کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس بے جا خوف کی وجہ سے انسان مستقل طور پر ایک ذہنی ہیجان اور دباؤ کا شکار رہتا ہے اور پھر ہر کام میں عدم دلچسپی کا شکار ہوگا یا اسے ادھورا چھوڑ دیگا کیونکہ اس کام میں وہ ہمیشہ ناکامی اور نقصان کی وجود کو ذہن میں بٹھا دیگا۔

26 فروری 2017

ذہنی ترقی ونشوونما

جرمن فلاسفر آرتھر شوپنہار نے کہا تھا سچائی تین درجوں سے گذرتی ہے۔سب سے پہلے اس کا مذاق اڑایا جاتا ہے، پھر اس کی مخالفت کی جاتی ہے، اور آخر میں آشکار ہونے کی صورت میں مان لیا جاتا ہے۔ اس لیے کہ انسان اکثر اپنے پرانے محدود اور مخصوص خیالات وتصورات کو دل و دماغ کے مختلف دریچوں میں بند کر کے عقائد کی حد تک قبول کرتا ہے، اس لیے وہ پھر کسی بھی خیال کو آسانی سے قبول نہیں کرتا۔ وہ سچ ہی کیوں نہ ہو، بعض انسان پوری زندگی سچائی کی مخالفت میں گزار دیتے ہیں کیونکہ پرانے خیالات وعقائد اکثر نئے خیالات وعقائد سے متصادم ہوتیہیں ،عقائد کو توڑنا اس وقت تک آسان نہیں ہوتا جب تک انسان کی علم وشعور کی سطح کی بلندی اور تخلیق وتحقیق اور جستجو کا عمل مکمل صحت منداور تندرست نہ ہو۔

اسی طرح ماہر فلکیات کوپرنیکس نے یہ ثابت کیا تھا کہ زمین سورج کے گرد گھومتا ہے، لیکن 1543 میں پورا یورپ اس عقیدے پر کامل یقین رکھتا تھا کہ کائنات کا مرکز زمین ہے۔ بلکہ کوپرنیکس نے اس یقین کامل کے بڑے عقل کو بھی چیلنج کیا اور کوپرنیکس کی سخت مخالفت کی گئی اور اس کا مذاق اڑایا گیا لیکن کوپرنیکس آخر کامیاب ہوا گو کہ اس کے مرنے کے بعد اس کو یہ مقام حاصل ہوا۔

پرانے خیالات وعقائد کو توڑنا اور ذہنی تبدیلی ونشوونما کے عمل کو جاری وساری رکھنا علم تحقیق تخلیق اور جستجو کے بغیر ناممکن ہے، بصورت دیگر انسان ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ذہنی ترقی کے حوالے سے ایک ہی مقام پر کھڑا ہوگا۔

28فروری2017

اتفاق رائے اور اختلاف رائے

انتہائی آسانی کے ساتھ کہتے ہوئے انتہائی ہلکا سا محسوس کرتے ہیں کہ جی تحاریک میں اختلافات و تضادات نئی بات نہیں یہ تو ہوتے رہے ہیں اور آگے بھی ہونگے اور ان کا حل بھی ہمیشہ موجود ہوگا اور اس بات سے انکار کرنا بھی ممکن نہیں ہے۔ خاندانوں سے لیکر قبائل تک یہ سلسلہ ہمیشہ رہا ہے، اور چلتا رہے گا لیکن شیر و شکر و خیر ہونا بھی آخر ضرور ہوتا ہے لیکن تحریکی اختلافات و مسائل کو اس نقطہ نظر اور زاویہ نظر سے دیکھ لیا گیا تو شاید بڑی غلطی اور غلط فہمی ہوگی۔ ہر سطح کے تضاد اور اختلاف کے منفی اثرات مرتب ہونگے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا تحریکی تضاد، اختلاف مسائل اور معاملات کو ختم کرنے اور ان کے حل سے وہ تمام منفی اثرات جو مرتب ہوئے تھے وہ خود بخود مثبت اثرات میں تبدیلی ہونگے؟ شاید کسی خاندانی اور قبائلی حوالے سے ایسا ممکن ہو کیونکہ خاندان کے لوگ اپنے خاندان سے قبائل کے لوگ اپنے قبائل سے خونی رشتے، ذاتی مفاد، ذاتی ملکیت، ذاتی سوچ و اپروچ اور ذاتی مجبوری کی تحت اور بنیاد پر اچھائی اور برائی کو لیکر سب کچھ قبول کر لیتے ہیں۔ اگر تعلق بگڑ جائے، وہ بھی ذاتی مفاد اور اگر بن جائے وہ بھی ذاتی مفاد اور جذباتی لگاؤ کے علاوہ اور کچھ نہیں۔

تحریکوں میں اختلافات، تضادات، مسائل اور معاملات کا جنم لینا، موجود ہونا، حقیقت میں بھی کوئی نئی بات نہیں ہوتا لیکن سوال یہاں سے شروع ہوتا ہے کہ اختلاف، مسائل اور تضادات کا وزن، نوعیت، منطق، حقیقت، سطح اور حیثیت کیا ہے؟ ان کو کیسے لیا جاتا ہے اور کیسے بیان اور پیش کیا جاتا ہے اور کیسے حل کیا جاتا ہے؟ جن کے منفی اثرات کس حد تک اور کہاں تک کس انداز اور کس شکل میں مرتب ہونگے اور تشریح و وضاحت اور ظاہر کیسے ہونگے اور سننے سمجھنے والوں کی علمی و شعوری سطح کہاں پہ کھڑی ہے؟

01 مارچ 2017

اہداف اور مقاصد کا تعین

ڈاکٹر میکس ویل مالٹز (MALTZ MAXWELL) نے اپنی شہرہ آفاق کتاب سائیکو سائبر نیٹکس میں لکھتے ہیں کہ کامیاب شخصیت کے لئے پہلی شرط، اہداف کا تعین ہے، ہماری ساری صلاحیتیں اسی وقت سامنے آتی ہیں، جب ہمارے پاس اعلیٰ مقاصد یا اہداف ہوتے ہیں۔ ایک عام مشاہدہ ہے کہ لوگ ریٹائرمنٹ کے بعد طرح طرح کی بیماریوں کا شکار ہو جاتے ہیں اور کچھ جلد ہی زندگی سے بھی ریٹائر ہو جاتے ہیں، اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اب ان کے پاس کرنے کے لئے کچھ خاص نہیں ہوتا۔ جن کے پاس کرنے کے لئے ہمیشہ کچھ ہوتا ہے وہ پرامید رہتے ہیں، خواب دیکھتے ہیں، منصوبے بناتے ہیں اور آگے دیکھتے رہتے ہیں۔ اگر زندگی سے امید نکال دی جائے تو وہ ناکارہ ہو جاتی ہے اور مایوسی اور موت کی طرف بڑھنے لگتی ہے۔

زندگی میں ہم طرح طرح کے منصوبے بناتے ہیں۔ زندگی کی بہت سی نعمتیں اور آسانیاں حاصل کرنے کے بارے میں سوچتے ہیں لیکن ان کے ساتھ ساتھ ہمارے پاس ایک ہدف (Goal) ایسا بھی ہونا چاہیے جو ہماری ذات کے لئے نہ ہو بلکہ ہم اس کے ذریعے اپنے لوگوں کا کوئی بھلا کر سکیں۔ اگر ڈاکٹر کی قیمتی رائے کی تناظر میں دیکھا جائے تو آج ہم مجموعی حوالے سے ہر ایک اہم مقصد و فکر کو ذہن میں خوبصورت و سینگار اور سجانے کے علاوہ مقصد کے حصول کی خاطر کن کن اہداف و مقاصد اور ٹاگٹ کو اپنے ذہن میں لیکر منصوبہ بندی اور حکمت عملی مرتب کر کے عمل پیرا ہیں گو کہ ضرور صرف اور صرف حالات کے رحم و کرم پر چلنا کچھ کرنا، متحرک اور سرگرم ہونا موجود ہو لیکن شاید یہ حکمت عملی اور منصوبہ بندی کے معیار اور زمرے میں شمار نہ ہو، پھر وہ حکمت عملی، منصوبہ بندی برائے حالت مجبوری ہی ہوگا۔ پہلے سے طے شدہ اہداف و مقاصد اور ٹارگٹ ہر وقت نہیں بلکہ کبھی کبھار وقت و حالات کی تناظر میں ضرور تبدیلی کا تقاضہ کرتے ہیں لیکن تبدیلی کے مرحلے سے پہلے ایک ہدف نہیں بلکہ ذہن میں ہمیشہ مختلف اہداف موجود ہونا بھی ضروری ہے۔

02 مارچ 2017

رویے، عادات سے جنم لیتے ہیں

ماہرین نفسیات کے مطابق انسان کے زیادہ تر رویے عادت سے تشکیل پاتے ہیں، اور رویوں سے انسانی اعمال اور سرگرمیاں جنم لیتے ہیں، اگر ہم اپنے عادات کے غلام ہوئے، تو سوال یہاں سے پیدا ہوتا ہے کیا ہمارے تمام عادات اور اس سے پائے جانے والے رویے تحریکی تقاضات ولوازمات سے مکمل اور من وعن مماثلت رکھتے ہیں یا نہیں؟ یا پھر معاشرتی سماجی اور روایتی اثرات سے بننے والی عادات کی کوکھ سے پرورش پانے والی عادات ورویوں کو تحریکی تقاضات ولوازمات کے سانچوں میں ڈھالنے کی کوشش سے تحریکی تقاضے و لوازمات پورے ہونگے یا انسانی عادات اور خواہشات کی تسکین ہوگی، اگر انسان کی اپنی معاشرتی سماجی اور روایتی طرز اثرات سے بننے والی عادات اور اس کے بعد جنم لینی والے رویے تحریکی تقاضات کو پورا کرتے تو پھر تاریخ میں سب سے زیادہ تحاریک کی کامیابی اور کامرانی کی حصول کے حوالے سے ذہنی تربیت خصوصا رویوں کی تبدیلی پر زیادہ زور کس بات کی دلالت کرتا ہے؟

03مارچ2017

جب مورخ تاریخ لکھے گا

تو یہ بھی لکھے گا قوم کے سفید ریش بزرگ خواتین و بچوں کو دشمن گولیوں سے چھلنی کر رہا تھا یا انہیں غائب کر کے بدترین تشدد کا نشانہ بنا رہا تھا اور ان کی چیخ و پکار آسمان کو چھو رہی تھی تو عین اسی وقت قومی جہد کرنے کے دعویدار اس کام خیر میں مصروف عمل تھے کہ ہمارا گروہ ہماری تنظیم، ہماری قیادت ہمارا فکر، ہمارا طریقہ، ہماری سوچ، ہمارا علاقہ، ہماری پہچان سب سے اچھا، سب سے اعلیٰ۔

جب مورخ تاریخ لکھے گا

تو یہ بھی لکھے گا جب دشمن دھرتی کے خالی ہاتھ فرزندوں کے گاؤں کے گاؤں جلا رہا تھا، عین اسی وقت قوم کی آزادی کے نام پہ جہدکار آسائش و سہولت اور ذاتی ضرورتیں پورا کرنے میں مگن تھے۔

جب مورخ تاریخ لکھے گا

تو یہ بھی لکھے گا کہ جبر کے شکار قوم کا ہر طبقہ ہائے فکر چیخ چیخ کر جہدکاروں کو خدا اور رسول کے واسطے دے رہا تھا کہ ایک ساتھ، ایک لشکر، ایک ہمت، ایک طاقت اور ایک سوچ کے ساتھ ملکر دشمن کو نیست نابود کرو لیکن جہدکار ایک دوسرے کو نیچا دکھانے میں مصروف تھے

جب مورخ تاریخ لکھے گا

تو یہ بھی لکھے گا کہ دشمن کے بدنام زمانہ اذیت خانوں میں قوم کے بزرگ و جوان دشمن کے سامنے دن و رات بغیر کپڑوں کے بے عزتی اور بے پردگی کی انتہائی سخت تکلیف میں ندامت و شرمندگی محسوس کر رہے تھے اور خدا سے ہمیشہ اپنے عزت کی موت کی تمنا کر رہے تھے لیکن جہدکار ایک دوسرے سے عزت، شہرت و مقام کی خاطر بازی لے جانے کی تگ و دو میں لگے برملا اظہار اور دعوے کر رہے تھے کہ میں بڑا تجربہ کار، سینئر، مخلص اور قربانی دینے والا ہوں لہٰذا مجھے میرا عزت اور میرا مقام دینا چاہیے یہ میرا حق ہے اور میں اپنے اس حق کیلئے ضرور جھگڑا کروں گا، لڑوں گا۔

جب مورخ تاریخ لکھے گا

تو مذاق اڑاتے ہوئے یہ بھی لکھے گا کہ دشمن سے زیادہ خود جہد کا راجتماعی قربت یکجہتی اور متحد ہونے والی سوچ اور کوشش سے نفرت کرتے تھے۔

جب مورخ تاریخ لکھے گا

تو حیران و پریشان ہوکر یہ بھی لکھے گا کہ آزادی کی خاطر جہد کرنے کے دعویدا اس انتظار میں تھے کہ کسی سے کوئی غلطی ہوتا کہ نقطہ چینی اور تنقید کیلئے موضوع مل جائے۔

جب مورخ تاریخ لکھے گا

تو یہ بھی لکھے گا کہ جہد کاروں کی جہد سے وابستگی، ارادہ، عزم، شمولیت، صرف اور صرف وطن وقوم کی خاطر لیکن اس کے باوجود وہ چھوٹی چھوٹی چیزوں پہ خوش ہوتے اور ناراض ہوتے۔

جب مورخ تاریخ لکھے گا

تو غصے میں یہ بھی لکھے گا کہ دشمن قوم وطن، جہد اور جہد کاروں کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کی منصوبہ بندی کرنے میں مصروف تھا لیکن جہد کار سطحی و محدود سوچ میں پھنسے ہوئے تھے۔

جب مورخ تاریخ لکھے گا

تو یہ بھی لکھے گا کہ دشمن خوش تھا کہ جہد کاروں کے آپسی مجالس و دیوان میں دشمن کا ذکر درمیان سے غائب تھا اور خود جہد کار ایک دوسرے کی مخالفت اور تعریف کرنے میں زمین آسمان ایک کئے ہوئے تھے۔

جب مورخ تاریخ لکھے گا

لیکن مورخ کے لکھنے سے پہلے۔۔۔۔

بس بہت ہو چکا ہے۔۔

ابھی قوم وطن اور فکر۔۔۔۔

دشمن سے بدلہ۔۔۔۔

ایک قوت ایک طاقت کے ساتھ موثر انداز میں جواب۔۔۔۔

وگرنہ

مورخ ضرور لکھے گا

کیونکہ مورخ درباری مکاری اور مکھن لگانے والا انسان نہیں ہوگا

مورخ بے رحم ہوگا

منصف ہوگا

اس کے بہترین آنکھیں اور کان ہونگے۔

04مارچ2017

علم

راہ حق کانٹوں سے بھرا ہوا ہوتا ہے، جہاں قدم قدم پہ گرنے اور دوبارہ اٹھ کر صحیح سمت میں تسلسل کے ساتھ چلنا صرف اس صورت ممکن ہوگا، جب انسان کے پاس علم کی شمع ہو، تکلیف کو خوشی میں بدلنے کا گر اور سلیقہ ہو۔ پتہ نہیں کیوں انسان جیسے اشرف المخلوقات کا ذہن اکثر منفی پہلو کی طرف بہت تیزی سے دوڑتا ہوا نظر آتا ہے۔

07مارچ2017

قوت فیصلہ

انسانی دماغ دنیا کے کسی بھی جدید کمپیوٹر سے زیادہ تیز، پیچیدہ اور فعال ہے، یہ ہر وقت انسان کی جانب سے احکامات کا منتظر اور انہیں بجالانے کے انتظار میں رہتا ہے، بقول ماہر نفسیات اور سائنسدانوں کے یہ اتنا قابل ہے کہ 30 بلین بٹس bits معلومات کو صرف ایک سیکنڈ میں پروسس کر سکے کیونکہ انسان کا نروس سسٹم جس کا مرکز دماغ ہے تقریبا 28 بلین نیورونز (نرویلز) پر مشتمل ہے۔ یہ قدرتی طور پر مختلف سگنل لانے لیجانے کے لیے ہر وقت تیار اور خاص طور پر ڈیزائن کیا گیا ہے لیکن اس کے باوجود دنیا میں ایسے بے شمار اور لا تعداد انسان موجود ہیں، جن کی دماغ معمولی سے کمپیوٹر کی معیار کے مطابق بھی کارآمد نہیں ہوتا یعنی وہ معمولی سے غیر معمولی سطح تک فیصلہ کرنے کی سکت اس لئے نہیں رکھتے کہ انسان ہمیشہ کچھ کرنے کے وقت موقع اور حالت یا کسی بھی چیز کے بارے میں ملتا جلتا ردعمل اور نتائج کو اپنے دماغ میں لیکر فیصلہ کرنے میں ہار محسوس کرتا ہے اور قوت فیصلہ کی صلاحیت اس وقت مکمل مفلوج اور تذبذب کا شکار ہو جاتا ہے، جب انسان معمولات زندگی کے چھوٹے چھوٹے اقدامات سے لیکر کاروبار، کھیل کھود اور تحریکی زندگی اور سرگرمیوں کے حوالے سے ہمیشہ فائدہ ونقصان، غلط وصحیح، کامیابی وناکامی، مشکلات، سکون، خوشی اور تکلیف کے ملتے جلتے ردعمل کیفیت اور نتائج کو نہیں جانچتا۔

08مارچ2017

طاقتور انسانی دماغ

کسی بھی انسان کی کامیابی کا راز خود کو قبول کرنے میں پوشیدہ ہے، انسان جب تک خود اپنی ذات کو اول قبول نہیں کرتا، اس وقت تک انسان ناکام انسانوں کی فہرست میں شمار ہوگا، یعنی اپنے آپ کو کچھ نہ کچھ ضرور سمجھنا، اپنے آپ کو داخلی سطح پہ باصلاحیت تسلیم کرنا۔

اس کا ہرگز مطلب یہ نہیں کہ انسان اپنے آپ کو عقل کل سمجھ کر غرور و گھمنڈ میں مبتلا ہو جائے، بلکہ انسان اپنی شخصیت کے مثبت پہلوؤں پہ توجہ مرکوز کر کے مزید کچھ کرنے کی صلاحیت اور ہمت پیدا کرے، اپنے آپ کو عقل کل سمجھنے والے انسان بجائے کچھ کرنے اور سیکھنے کے الٹا زوال کی جانب گامزن ہوتے ہیں۔

لیکن مسلسل ناکامیوں کو اپنے ذہن میں رکھنے سے انسان احساس کمتری میں مبتلا ہوتا ہے اور احساس کمتری انسان کے دل و دماغ میں ہمیشہ دوسرے سے حسد بغض کینہ کو جنم دیتا ہے اس کے بعد انسان ذہنی تناؤ کا شکار ہو کر اپنے آپ کو ناکام تصور کرتے ہوئے ہار ماننے کو قبول کرتا ہے۔ پھر آہستہ آہستہ انسان کی تمام تر صلاحیت اور قوت فیصلہ مفلوج ہو کر انسان کو مکمل ناکارہ پرزہ بناتا ہے۔

اگر ایک کامیاب بااثر اور مثالی کردار کی خواہش رکھنا ہے تو ہمیشہ اور بار بار ہر وقت اور ہر حالت و کیفیت میں اپنے دل و دماغ میں یہ سوچ مسلسل سوار کرتے رہو کہ میں سب کچھ کر سکتا ہوں مجھ میں کچھ کرنے کی طاقت اور صلاحیت موجود ہے، یہ سوچ بذات خود انسانی دماغ کو طاقتور بنا دیتا ہے، پھر علم نفسیات کی تمام تحقیقات یہ ثابت کر چکے ہیں طاقتور اور صحت مند دماغ ہمیشہ انسان کو فعال اور متحرک بناتا ہے۔

12 مارچ 2017

جسمانی ونفسیاتی امراض کا تعلق

بیشتر ماہر نفسیات اور جدید نفسیاتی تحقیق کی محققین کی متفقہ رائے ہے کہ انسان کو بہت کم تعداد میں ایسے امراض لاحق ہوتے ہیں جن کی ابتداء انسانی جسم سے ہوتی ہے۔ باقی اکثریت کا تعلق برائے راست انسان کی نفسیات اور ذہن سے ہے جو اپنی شدت ونوعیت کی بدولت پھر برائے راست انسانی جسم پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ جس طرح ذہنی امراض ڈیلوژن آف پرسیکیوشن (Delusion of Persecution) ڈیلوژن آف پیسویٹی (Passivity Delusion of) آج کل اکثر لوگوں کو ناخوشگوار حالات اور موروثی وجہ سے بھی بہت زیادہ لاحق ہو رہے ہیں۔

ان امرض کے شکار افراد کی ذہن میں پہلے شک اور بدگمانی پیدا ہو جاتا ہے اور پھر وہ اپنے ارگرد کے لوگوں سے خطرہ محسوس کرتے ہیں، کھانے پینے کی چیزوں میں زہر کا اندیشہ رکھتے ہیں، دوسرے لوگوں کے آپسی گفتگو مجالس کو بھی اپنے خلاف باتیں اور سازشوں کی منصوبہ بندی سمجھتے ہیں۔ ان اعمال سے ان کی ذہنی تناؤ میں اضافہ ہو جاتا ہے، پھر وہ لوگوں کے بارے میں منفی رائے قائم کر کے ان لوگوں کے ہر مثبت عمل خیر خواہی ہمدردی نیکی اور سچائی کو منفی عمل، جھوٹ، دھوکہ، سازش، بدی اور دشمنی تصور کرتا ہے۔ ایسے افراد کا یہ خیال ہوتا ہے کہ جو کچھ وہ سوچتے ہیں وہ سب کو معلوم ہو جاتا ہے ایسے بھی محسوس ہوتا ہے کہ ان کے خیالات ان کے نہیں ہیں جبکہ دوسروں کے خیالات پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ یہ تو میرے خیالات ہیں، اس شخص کو کیسے معلوم ہو گئے۔

اسی طرح کے بہت سے جذبات اور ہیجانات برائے راست انسان پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ اسی طرح بہت سے ذہنی وجذباتی عوامل انسانی جسم کو متاثر کرتے ہیں، جن میں بہت زیادہ فکرمندی وتشویش سے معدے کا السر، خوف وصدمہ کی وجہ سے کمزوری وغشی، ذہنی تناؤ کے سبب سر درد، سر چکر بہت زیادہ پریشانیوں غصے میں ہائی بلڈ پریشر کا عارضہ، بہت زیادہ فکرمندی کی وجہ سے جلد پر جھریاں اور بال وقت سے پہلے سفید ہو جانا اور نظام ہضم کی بگاڑ وغیرہ شامل ہیں۔

یہ چند ایک مثالیں ہیں ورنہ انسان کے ذہنی وجذباتی عوامل اس کے جسم پر اثر انداز ہوکر بہت سے اور مختلف پیچیدہ ذہنی، جسمانی ونفسیاتی امراض پیدا کرنے کا باعث بنتے ہیں۔ جو انسان کے لئے یا باعث موت بنتے ہیں یا پھر انسان پوری زندگی نیم زندہ اور نیم مردہ حالت میں گزار دیتا ہے۔ نفسیاتی جذباتی اور ذہنی امراض کی تشخیص اور ان سے چھٹکارا پانا اتنا آسان بھی نہیں اور اتنا زیادہ مشکل بھی نہیں، جتنا تصور کیا جاتا ہے۔ البتہ جسمانی امراض کی طرح ذہنی امراض بھی ہمیشہ جتنے طویل ہونگے اتنا ہی زیادہ خطرناک ہونگے ان کو شروع سے ہی کنٹرول کرنا بہتر ہوگا۔

13مارچ2017

رسم ورواج، عقیدے کیسے بن جاتے ہیں

سائنسدانوں کی ایک ٹیم نے پانچ بندروں کو ایک کمرے میں بند کیا، پھر اس کمرے میں انہوں نے ایک سیڑھی کے اوپر کچھ کیلے رکھ دیئے، کیلوں کو دیکھ کر جب بھی کوئی بندر سیڑھی پر چڑھنا شروع کرتا، سائنسدان چھت پر لگے ایک شاور کا وال کھول دیتے، اس سے باقی بندروں کو کافی تکلیف ہوتی، نتیجتاً اس کے بعد جب بھی کوئی بندر سیڑھی پر چڑھنے کی کوشش کرتا دوسرے بندر اسے سیڑھی چڑھنے سے روک دیتے، اپنی دانست میں وہ ایسا کر کے پانی کی بوچھاڑ کو بھی روک دیتے تھے۔ تھوڑی دیر بعد پانی کا وال کمرے سے ہٹا دیا گیا، اور اگلا مرحلہ طے کیا گیا۔ کچھ دیر بعد اس کمرے کی صورتحال یہ تھی کہ کیلوں کے لالچ کے باوجود، پانی کی بوچھاڑ نہ ہوتے ہوئے بھی، کوئی بھی بندر سیڑھی پر چڑھنے کی ہمت نہیں کر پا رہا تھا۔ کافی دیر اسی طرح گزری تو سائنسدانوں نے ان میں سے ایک بندر کو تبدیل کر دیا۔ نئے بندر نے آتے ہی کیلے دیکھ کر سیڑھی پر چڑھنے کی کوشش کی لیکن دوسرے بندروں نے اسے مارنا شروع کر دیا۔ کچھ دیر پٹنے کے بعد اس بندر نے سیڑھی پر چڑھنے کی کوشش ترک کر دی یہ جانے بغیر ہی کہ آخر اس کی وجہ کیا ہے۔ پھر سائنسدان ایک ایک کر کے بندر تبدیل کرتے گئے، ہر نیا بندر کمرے میں آتے ہی کیلوں کو دیکھ کر سیڑھی چڑھنے کی کوشش کرتا اور دوسرے بندروں سے مار کھاتا۔ پھر مار کھانے کے بعد وہ بھی انہی بندروں کی سوچ کو اپنا لیتا اور پرانے بندروں کے ساتھ مل کر نئے بندروں کو سیڑھی چڑھنے سے روکنے کی کوشش میں اس کی مار لگاتا۔ اب کمرے میں سارے بندر ایسے تھے جنہیں شاور کے پانی سے بھیگنے کا تجربہ نہیں تھا لیکن سیڑھی کی جانب لپکنے والے بندر کو وہ بھی روکنے کی کوشش کرتے اور اس کی مار لگاتے۔ اگر یہ ممکن ہوتا کہ ان بندروں سے پوچھا جا سکتا کہ تم ایسا کیوں کرتے ہو؟ تو یقیناً ان کا جواب یہی ہوتا کہ۔۔۔ ہمیں نہیں معلوم۔۔۔ ہم نے تو اپنے اسلاف اور بزرگوں کو ایسا ہی کرتے دیکھا ہے۔ کیا آپ کو یہ جملہ غیر سائنسی نہیں لگتا؟

مختلف نوعیت کے سیاسی مذہبی اور قبائلی رسمیں اور روایتیں اس وقت اور اس حالت یعنی موسم غربت پسماندگی جہالت اور خطرات کے پیش نظر اس وقت کے دانش مند لوگوں نے کچھ نا کچھ طریقے اور ایجادات

مرتب کر کے روایات قائم کئے۔ البتہ باقی تمام عقائد، رسم اور روایتیں آج کی جدید دور میں اچھا اور برا وہ اپنی جگہ الگ ایک بحث ہیں لیکن سب سے بڑا المیہ یہ ہے شروع سے لیکر آج تک ہمارے سیاسی روایتیں یعنی فکر و مقصد کے علاوہ باقی سب کچھ یعنی مزاج رویئے، طبیعت، سرگرمیاں، پالیسیاں، حکمت عملی اور عوامی سطح پر رابطہ لین دین وغیرہ زیادہ تر قابض کی طریقہ کار سے لئے گئے، اور اسی کو لیکر اس پر سب کاربند ہیں۔

کبھی کبھار ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہم شعوری یا لاشعوری طور پر قابض کو اپنا آئیڈیل بنا کر من وعن اسی کو کاپی کر رہے ہیں۔ ہمیشہ روایتی ذہن ان بندروں کی طرح کبھی بھی آگے نہیں بڑھ پاتا اور وہ بعض صورتوں میں ان بندروں سے بھی پست جگہ پر جا گرتا ہے۔ اگر روایت پرستوں کے سامنے حقائق سورج کی طرح روشن ہو جائیں تب بھی وہ اس سورج کو اپنے روایتی سوچ کے ٹمٹاتے چراغ دکھا کر اپنی کم علمی اور کم شعوری کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔

یاد رکھا جائے آزادی کی تحریک یعنی اہم مقصد حاصل کرنے کی حصول کی خاطر چھوٹے چھوٹے مقاصد مفادات اور معمولی ہدف حاصل کرنے والی سوچ طریقہ کار اور مزاج ہرگز سود مند ثابت نہیں ہوتی کیونکہ تحریک آزادی کی اپنی طے شدہ اور منتخب شدہ اصول اور تقاضے ہوتے ہیں ان اصولوں اور تقاضوں سے منحرف غافل اور پورا کرنے سے گریزاں تحریک کبھی بھی اپنا مقصد حاصل نہیں کر سکتا ہے۔

14 مارچ 2017

تحریک، مزاج اور رویے

اس حقیقت میں کوئی دورائے نہیں کہ علم نفسیات میں جدید اور قدیم نفسیاتی تحقیقات کے پیش نظر انسان کی ابتدائی اور بچپن کا ماحول، تربیت اور پرورش کے اثرات سب سے زیادہ اور موثر و مضبوط انداز میں آگے چل کر بلواسطہ یا بلاواسطہ انسانی رویوں مزاج اور زندگی پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ پھر تحریکی سفر میں قومی و وطنی فکر اور آزادی جیسے انمول اور اہم مقصد کے علاوہ باقی تمام ذمہ داروں سے لیکر عام جہدکاروں کی رویوں اور مزاج کا مختلف ہونا اس وقت تک منطق کے طور پر ہمیشہ موجود ہوتے رہیں گے، جب تک تحریک میں مختلف اشکال میں پائے جانے والے رویوں اور مزاجوں کو تحریکی تقاضات، مفادات، نظم وضبط اور اصولوں میں ڈھلنے و ذہنی تربیت اور ذہنی تبدیلیوں کیلئے تحریکوں میں مختلف سطح کے جامع اور سلسلہ وار طریقہ و پالیسی مکمل توجہ اور دلچسپی کے ساتھ ہمیشہ موجود ہونا چاہیے۔

بصورت دیگر تحریک میں مختلف اور بنیادی مسائل اور تضادات کے علاوہ اکثریت کا تعلق ہمیشہ برائے راست مختلف رویوں اور مزاجوں کی ٹکراؤں عدم برداشت ایک دوسرے پر رویوں کو مسلط اور نازل کرنے والے رجحان سے تضاد، بگاڑ، انتشار، خلفشار اور انارکی اور بحران جیسے حالات اور واقعات پیدا ہوتے ہیں کیونکہ جہاں بھی فکری و ذہنی طور پر سوچ کمزور و مفلوج ہو، صرف اور صرف آزادی کے نعرے تک کی باخبری اور علم ہو، اس وقت تک ہر ایک اپنی مخصوص مزاج اور رویے کو مکمل تحریکی تقاضوں، اصولوں اور نظم وضبط سے منتھی کرتا رہتا ہے، پھر (ہر ایک والی سوچ) بذات خود تضادات کی ماں ہوتی ہے۔

15 مارچ 2017

آؤ، اک سستے کام کیلئے مہنگا سودا کریں

آؤ ایک بڑا اور مہنگا سودا کرتے ہیں، سستے قوم اور سستے وطن کی خاطر شاید اس میں ہماری قومی بھلائی قومی آزادی اور قومی بقاء کا راز پوشیدہ ہو۔

آؤ ہم اپنے دل پر صبر و برداشت کا ایک بڑا پتھر رکھ کر ان دنوں کے واقعات کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے بھُلا دیں، جن سے ہمارے بدمست اور بے لگام دشمن کو وہ فائدے نصیب ہوئیں، جن کیلئے وہ کئی برسوں سے منتظر تھا۔

آؤ ہم ان ماں بہنوں اور بیواؤں کو دل و جان سے اپنا سمجھ کر ان کی تاریک و لمبی راتوں میں آہوں و سسکیوں، سرخ آنکھوں اور زرد چہروں پر ذرا رحم کریں، جن کے لختِ جگر کو ہمیشہ ہم آزادی کا خواب دکھاتے رہے۔

آؤ ہم تاریخ کی اس حقیقت کو ایک بار پھر سچا ثابت کر دیں کہ ہم بہادر غیریت مند، جھوٹ، چاپلوسی اور منافقت سے مبرا اپنی سرزمین پر غیروں کی آمد اور قبضے کو کبھی بھی برداشت نہ کرتے ہوئے اپنی آپسی رنجش، اختلاف اور جھگڑوں کو ایک طرف رکھ کر اپنا رخ اور توجہ سب سے پہلے غیروں اور دشمنوں کی طرف کر دیتے ہیں۔

آؤ ہم اپنے آج کے وقتی آپسی دل آزاری، اختلافات، ضد اور جذباتی پن کو دشمن کی موجودہ یلغار اور بے رحم پالیسیوں کے پیشِ نظر دفن کر دیں۔

آؤ ہم اپنی تمام سابقہ غلطیوں، کوتاہیوں کو دل و جان سے قبول کر کے سبق حاصل کرتے ہوئے تمام بیکار اور منفی رویوں کو مثبت رویوں میں تبدیل کر کے مثبت سوچ کے ساتھ ایک جان ہو کر دشمن کی خوشیوں کو چیخ و پکار اور رونے میں بدل دیں۔

16 مارچ 2017

یہ اکیسویں صدی ہے، چاکرو گہرام کا عہد نہیں

ہم چاکرو گہرام کی عہد میں نہیں جی رہے ہیں کہ اپنی ضد وانا، آپسی رنجشوں کو چاکرو گہرام کے دور کے اثرات و تسلسل سے تشبیہ دیتے ہوئے جان خلاصی کی خاطر چاکرو گہرام کو بطور مثال پیش کریں، میری رائے کے مطابق یہ ایک غلط رجحان ہے۔ کیا عرب قوم میں آج تک وہ جہالت، وہ رویے، وہ افعال موجود اور قابل عمل ہیں جب وہ اپنی لڑکیوں کو زندہ دفن کرتے تھے؟ کیا یورپ آج بھی اپنے ماضی کے رویوں اور مزاج کو تسلسل کے ساتھ برقرار رکھے ہوئے ہیں؟ کیا چاکرو گہرام کی آنکھوں کے سامنے دشمنوں کی یلغار پہ یلغار، گوادر اور سی پیک جیسے چیلنج، استحصالی اور سامراجی منصوبے اور قومی نسل کشی جاری و ساری تھا؟ کیا ان کے دل و دماغ میں کیوبا ویتنام، ایسٹ تیمور، کوسوو کی آزادی اور کردوں کی دشمن کے خلاف دیدہ دلیری سے نبرد آزما ہونے کی حقیقت واضح طور پر عیاں تھی؟

یہ اکیسویں صدی ہے، زبان زدعام میں قوموں کی ترقی خوشحالی کی صدی ہے، شعور و علم اور ٹیکنالوجی کی صدی ہے، آج اگر دنیا گلوبل ولیج بن چکا ہے تو بحیثیت قوم ہم بھی دنیا میں وجود رکھنے والی قوم ہیں، ہماری سوچ اور سوچنے کے معیار کی سوئی کہاں کھڑی ہے؟ ہم کیوں اپنی ضد وانا، کم علمی، بے شعوری، کم عقلی، نالائقی، لاپرواہی، غیر ذمہ داریوں اور منفی سوچوں کو خوبصورت ہار بنا کر چاکرو گہرام کے گلے میں ڈال دیتے ہیں۔

17 مارچ 2017

جسمانی حرکات وسکنات کی زبان

امریکی سائنسدان تھامس ایلوا ایڈیسن بیسویں صدی کا حیران کن کردار تھا، وہ بیسویں صدی کا سب سے بڑا موجد تھا اور اگر آپ بیسویں صدی کو ایڈیسن کی صدی ڈکلیئر کر دیں تو شاید یہ غلط نہ ہوگا، اس کا بچپن بڑا دلچسپ تھا، اسے پڑھنے کا شوق تھا لیکن جب اس کی والدہ اسے اسکول چھوڑ کر آتی تو وہ والدہ سے پہلے گھر پہنچ جاتا، وہ کلاس میں بیٹھتے ہی سو جاتا یا کھیل کود میں مشغول ہو جاتا، دوستوں کو تنگ کرتا یا ٹیچرز کی نقلیں اتارنا شروع کر دیتا۔

اگلے ہفتے امتحانات تھے، اس نے بالکل تیاری نہیں کی تھی لیکن رزلٹ آیا تو وہ اعلیٰ نمبروں سے پاس تھا، اس کی والدہ اسکول چلی گئی، اس کے استاد نے والدہ کے سامنے وضاحت کی ''میں جانتا ہوں ایڈیسن نے پیپروں میں کچھ نہیں لکھا لیکن میں یہ بھی جانتا ہوں یہ بچہ پوری کلاس میں سب سے زیادہ ذہین ہے۔ یہ جس خود اعتمادی کے ساتھ کلاس میں بیٹھتا ہے، سبق سنانے کے لئے کھڑا ہوتا ہے، بے خوفی سے سوال کرتا ہے، یہ جس خود اعتمادی کے ساتھ اپنے دوستوں سے بات کرتا ہے، ڈائس پہ آتا ہے اور گفتگو کرتا ہے میں اس کی اس باڈی لینگوئج سے متاثر ہوں۔ مجھے پتہ ہے اس بچے نے پیپر میں کچھ نہیں لکھا لیکن اس کی باڈی لینگوئج بتاتی ہے کہ یہ بچہ سب کچھ جانتا ہے۔ علم کے متعلق اسکا رویہ بتاتا ہے کہ وہ ایک دن یہ بڑا انسان بنے گا۔

علم رٹنا نہیں بلکہ زندگی، فطرت اور حقیقت کے متعلق ہمارا رویہ ہے، یہی رویہ ہی کلرک اور سائنسدان کے بیچ فرق کرنے کی لکیر ہے۔

19 مارچ 2017

چند باتیں

☆۔لوگوں کی آراء اور شور کے دباؤ میں اپنے وہ فیصلے، حکمت عملی، منصوبہ بندی اور طریقہ کار کبھی بھی تبدیل نہیں کرنا جو سوچ و بچار حقائق، منطق اور شعور کی بنیاد پر مرتب کیا گیا ہو کیونکہ لوگوں کی آراء اور شور ہمیشہ وقتی، جذباتی اور موسمی ہوتی ہے اور موسم کا بدلنا ایک فطری عمل ہے۔

☆۔کسی کے نقطہ نظر اور سوچ کے بجائے اگر کسی کے ذات کے حوالے سے انسان کی دل و دماغ میں نفرت کے آثار نمودار ہوں تو پھر اس نقطہ نظر اور سوچ کے حق میں لاکھ ٹھوس دلیل اور حقائق سامنے آئیں، دل و دماغ اس وقت تک قبول نہیں کرتا ہے جب تک نفرت کا نشانہ بننے والی ذات کا وجود برقرار ہو۔

☆۔کیفیت مثبت ہو یا منفی، اس کا اثر انسانی ذہن پر ضرور سوار ہوتا ہے۔

☆۔ہمیشہ گلے، شکوے اور شکایت کرنے والی مزاج بذات خود ایک نفسیاتی بیماری اور انسان کی اندر سے کھوکھلا پن ہونے کی واضح نشانی کرتا ہے۔

☆۔وہ انسان کبھی بھی کسی بھی حالت میں ناکام اور مایوس نہیں ہوگا جب اس کے پاس کردار نبھانے کیلئے طویل المیعاد پروگرام موجود ہو۔

21مارچ2017

سڑک

خوشبو بھی کس قدر عجیب چیز ہوتی ہے نا، اکثر جب کسی گلاب کے پاس سے میرا گذر ہوتو وہ سالوں سے منتظر کسی محبوب کی مانند اپنی خوشبو سے لپٹ جاتی ہے اور وہ خوشبو اس خوبصورت انداز سے چھوتی ہے کہ میرے سوئے ہوئے روح کے ہر پرزے کو تازگی بخشتی ہے۔ اسی طرح اگر میں کسی نالے کے پاس سے گزروں تو بدبو ایسے ٹکراتی ہے جو میرے روح کو شدید ناگوار گزرتا ہے اور میں اس سے دور بھاگنے لگتا ہوں۔ مگر کچھ بو ایسے بھی ہوتے ہیں جو نا گلاب جیسی خوشبو رکھتے ہیں اور نا ہی نالے جیسی بدبو پھر انکا مقام کیا؟

آج بڑے دنوں بعد میرا دل کسی سنسان سڑک پر چلنے کو مچل اٹھا، جہاں صرف میں اپنے آپ کو دیکھوں، جہاں بس میرے اپنے قدموں کی آہٹ میری کانوں میں گونجے اور جہاں صرف میں اپنے ضمیر کے بو کو ہی محسوس کرسکوں۔

خیر میں نے ایک سنسان سڑک پر چلنا شروع کیا، ہلکی ہوا کے ساتھ سڑک کنارے چند درختوں کے پتے اپنے دھن میں جھوم رہے تھے، دنیا کے شور شور سے بے خبر معصوم پرندے خوب چہچہا رہے تھے۔ اچانک سب کچھ ساکن ہوگیا، میرے قدم، ہوا، درختوں کے پتے، ان معصوم پرندوں کی آواز بھی خاموش ہوچکی تھی، لہو کی بو آرہی تھی، میں خود تو زخمی نہیں، میں تو مکمل سلامت ہوں پھر کون ہوگا پتہ نہیں۔ پھر کیوں مجھے لہو کی بو آرہی ہے۔ کیا مجھے خوف و وہم لاحق ہوچکی ہے یا میرا ناک مجھے دھوکہ دے رہا ہے۔ نہیں! حقیقت میں مجھے لہو کی بو آرہی ہے، پتہ نہیں کیوں، آخر کیوں؟ کچھ سمجھ ہی نہیں آرہا تھا، کچھ بھی نہیں دکھا، کیا میں اندھا ہو چکا ہوں؟ نہیں میری دونوں آنکھیں سلامت ہیں، میں سب کچھ دیکھ سکتا ہوں۔ اپنے آپ کو دوسروں کو سب کچھ دیکھ سکتا ہوں، لیکن خون کی بو پھر بھی آرہی ہے۔ کہیں کسی قصائی کی دکان یا گوشت مارکیٹ میں تو نہیں ہوں؟ نہیں! یہ تو کسی انسان کے لہو کی بو لگتی ہے۔ میرے آس پاس ویرانے میں کوئی دوکان بھی نہیں ہے، صرف اور صرف ایک لمبا چوڑا سیاہ رنگ کا ٹوٹا ہوا سڑک ہے اور سڑک کے ایک طرف خشک درخت ہیں، جھاڑیاں ہیں، سوکھی اور بکھرے ہوئے پتے ہیں، دور دور وقفے وقفے سے گاڑیاں نظر آتی ہیں اور کچھ نہیں۔ وہ گاڑیاں بھی مجھے نظر

آرہے ہیں، بہت اچھے ہیں، چھونے کیلئے دل بھی جھوم رہا ہے، اسکے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ لوگ بھی نظر آرہے ہیں، اچھے لباسوں میں ملبوس، بہت خوبصورت خوش باش لگ رہے ہیں، اپنے اپنے بچوں کے ساتھ کبھی ادھر کبھی ادھر آجارہے ہیں۔ جب قریب سے گزرتے ہیں فیملی والوں سے بہت اعلیٰ اور قیمتی پرفیوم میک اپ اور پاوڈر کی خوشبو کی مہک آتی ہے۔ سب اپنی خوش گپیوں میں مگن ہیں، وہ بہت خوش ہیں، سب خوش ہیں، مجھے بھی ان کی طرح خوش رہنے، عیش عشرت کی جینے کا بے حد خواہش ہے۔ بنگلہ، گاڑی، بیوی بچے، نوکر چاکر، سیر تفریح، بہت بہت شوق ہے۔ بچوں کو پڑھانا، ان کی سالگرہ منانا، شاپنگ کیلئے جانا کیونکہ میرے بچے مجھے بہت بہت عزیز ہیں۔ زندگی آرام، آسودگی، لذت کا نام ہے، مجھے سب کچھ چاہیئے جو دوسروں کے پاس ہیں، میں بھی دوسروں کی طرح جینا چاہتا ہوں اور میرے بچے بھی۔

جب سنسان خاموش تاریکی ہر طرف چھا جاتی ہے، ہواؤں کے جھونکوں میں صرف ہوا کی آواز کے علاوہ مکمل سناٹا اور کچھ نہیں اور ہر طرف کتوں کی بھونکنے کی آواز اور ساتھ میں چڑیوں کی چہچہاہٹ کانوں میں پڑتی ہے، شاید وہ اپنے بچھڑے ہوئے دوستوں، رشتہ داروں کے غائب ہونے پر چوں چوں کرتے ہیں، کبھی کبھار محسوس ہوتا ہے کہ وہ اپنے گھونسلہ کھو چکے ہیں۔ شاید وہ ڈھونڈتے رہے ہونگے یا اپنے گھونسلے میں اپنے بچوں کو نہیں دیکھ رہے ہیں، کوئی شکاری انہیں لے گیا ہے۔ پھر اک دم خاموشی کا سماء، سب خاموش اور کچھ نہیں۔ پھر جب سب چلے جاتے ہیں اور میں تنہا اور اکیلے رہ جاتا ہوں تو مجھے لہو کی بو آرہی ہوتی ہے۔ پتہ نہیں میں پاگل ہورہا ہوں؟ مجھے کچھ بھی سمجھ نہیں آرہا، مجھے کیا ہورہا ہے اور کیوں ہورہا ہے؟ پاگل بھی نہیں ہوں، سب کچھ جانتا ہوں۔ سنتا، سمجھتا ہوں، میرے بال بھی صاف، کپڑے بھی صاف وستھرا اور استری بھی ہیں۔ وقت پر روٹی کھاتا ہوں، سوتا ہوں، جاگتا ہوں اور پاگلوں کی طرح بھی نہیں لگتا ہوں۔ دوسرے لوگ بھی مجھے پاگل کہہ کر نہیں پکارتے ہیں اور گلیوں میں بچے بھی مجھے تنگ نہیں کرتے ہیں اور میں بھی لوگوں کو نہ پتھر مارتا ہوں نہ گالی دیتا ہوں۔

سب کچھ برابر، لیکن پھر بھی مجھے لہو کی بو آرہی ہے، پتہ نہیں کیوں، کہاں سے اور کیسے؟ مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا ہے میں کچھ نہیں جانتا ہوں، پھر بھی مجھے بار بار ہر بار لہو کی بو محسوس ہورہا ہے۔ کہاں سے اور کیوں اور کس کا ہے مجھے یہ احساس نہیں ہورہا ہے آخر کیوں، ویسے ضمیر کا رشتہ بھی احساس کے ساتھ ہے، میرا ضمیر بھی

زندہ ہے، میں بار بار کہتا ہوں میرا ضمیر زندہ، میں باضمیر ہوں اور ہوں بھی، لیکن پھر بھی احساس میری طرف کیوں نہیں آتا؟ میرا ضمیر مجھ سے ناراض ہے کیا؟ پتہ نہیں؟ میں کچھ نہیں جانتا اور کیوں نہیں جانتا ہوں یہ بھی پتہ نہیں، بس مجھے لہو کی بو آرہی ہے اور میں فیصلہ نہیں کر پارہا کہ اس بو کو میں محسوس کہاں سے کر رہا ہوں؟

آخر میری نظریں اس حقیقی اور ظلم کی داستان سناتی ایک ایسے منظر پر پڑتی ہے، جو مجھے بتاتا ہے کہ اگر بو خوش نہ ہو اور بدبھی نہ ہو تو وہ ایک ایسی بو ہوتی جسکی فطرت تلخ ہوتی ہے، جس چیز سے وہ آتی ہے اسکا رنگ سرخ ہوتا ہے اور جسکو بے ضمیر لوگ بدبو سمجھ کر اس سے دور بھاگتے ہیں اور باضمیر لوگ خوشبو سمجھ کر ایک حقیقت تسلیم کر کے اپنا مقدر سمجھتے ہیں اور اس بو کے سہارے اپنا کردار ایک سخت اور مشکل ترین زندگی کے حوالے کرتے ہیں۔ اور تب مجھے یہ سمجھ میں آجاتا ہے کہ جب یہ بو میرے سماعت سے ٹکرائی تو میرے روح کے بجائے میرا ضمیر تازہ ہوا۔

دراصل وہاں خون سے لتھڑے دونو جوانوں کی لاش مجھ سے کچھ ہی فاصلے سڑک کنارے، سفید اور نیلے کپڑوں میں لہو سے لت پت زرد چہرے کے ساتھ پڑے تھے۔ کیا ان کا کوئی نہیں ہے؟ ان کا سب کچھ ہے۔ یہ تن تنہا ہیں، ان کی تنہائی میں ہجوم ہے، شور ہے، مہر ہے، عزت ہے، محبت اور خوشحالی ہے اور کچھ نہیں بس لہو ہے، لہو کے سوا کچھ نہیں اور سرد ہواؤں میں لہو کی خوشبو کی مہک ہے۔ جسم پر پھٹے ہوئے لہو سے لت پت کپڑے ہیں، جسم پر زخم ہیں، عشق نے جسم کو زخم دیئے ہیں، زخم کے نشانات ہیں، محبوبہ کے درد وغم میں، تکلیف میں اور محبوبہ کو دکھانے اور ثابت کرنے کیلئے میں تمہارا عاشق تھا، عاشق رہونگا تا قیامت۔ کون ہے، پتہ نہیں، گمنام ہیں۔

23مارچ2017

منفی رویوں سے مثبت نتائج کی امید رکھنا خود منفی رویہ ہے

باریک بینی سے غور کیا جائے انسانی زندگی سے وابستہ اکثر معمولی و غیر معمولی مسائل و معاملات کا تعلق برائے راست نفسیاتی مسائل سے جڑے ہوتے ہیں، جب انسانی رویے و مزاج، اعمال کی شکل اختیار کرتے ہیں تو پھر اعمال سے پیدا ہونے والی تمام منفی اثرات کو نفسیاتی مسائل کا نام دیا جاتا ہے۔ صرف انسانی اعمال سے منفی اثرات مرتب نہیں ہوتے بلکہ مثبت اعمال، مثبت سوچ، مثبت رویوں کا شاخسانہ ہوتے ہیں۔

اسی طرح ہمیشہ منفی رویوں کے منفی اثرات ضرور سامنے آئیں گے، منفی رویوں سے مثبت نتائج اور مثبت اثرات کی امید رکھنا بذات خود منفی رویہ ہوتا ہے۔ جس طرح زمین میں خربوزے کے بیج اگانے سے خربوزے کا ہی فصل ہوگا ٹماٹر کا نہیں۔

24مارچ2017

تحریکی لوازمات

آزادی کی تحریکیں بذات خود ہموار راستوں کے مخالف سمت، کھٹن و ناہموار راستوں پر سفر کرنے کا نام ہے۔ تحریک سے متاثر اور جنگ زدہ عوام اور علاقوں کی نامساعد حالات و تکالیف اور کربناک صورتحال سے بے احساس ہوکر اور لاتعلق رہ کر بغیر بنیادی معلومات کے بیگانگی اختیار کرنا ہمیشہ جہدکاروں میں ایک غیر منطقی رجحان کو پروان چڑھائے گا۔

25مارچ2017

عظیم ماں

اے عظیم ماں! تم کیوں روتی ہے، تیرے جانثار بیٹے شب و روز تیرے شہید اور عظیم بیٹے کے قاتلوں سے بدلہ لینے کی تگ و دو میں مصروف عمل اور بے چین ہیں۔

اے عظیم ماں! تو کیوں روتی ہے، تیرے جانثار اور بے شمار بیٹے اپنی تمام انفرادی سوچ اور احساسات کو خاک میں ملا کر فکر و عمل، مقصد اور دشمن کے علاوہ اور کوئی بات بھی کرنے کو تیار نہیں ہیں۔

اے عظیم ماں! تیرے جانثار بیٹوں کا درد، تکلیف اور پریشانی صرف اور صرف عظیم مقصد کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں ہے۔ تیرے تمام جانثار بیٹوں کے درمیان کوئی انا، ضد، ہٹ دھرمی، حسد، بغض، غصہ، ناراضی، لالچ اور خودغرضی نہیں ہے۔ تمام انتہائی صبر، برداشت، مہر و محبت کے ساتھ تیرے عظیم بیٹے کے مشن کو پایہ تکمیل تک پہنچا رہے ہیں۔

اے عظیم ماں! تو کیوں پریشان، تیرے جانثار بیٹے کب سے ذاتی، محدود اور چھوٹے چھوٹے سوچوں کو تیری شان و عظمت کی خاطر مکمل فنا کر چکے ہیں۔

اے عظیم ماں! تو اپنے شہید بیٹے کا بدلہ لینے کیلئے کیوں نا امید ہے، تیرے جانثار بیٹوں کا دن رات یہی گلہ، شکوہ، شکایت اور تکرار ہے کہ جلد از جلد دشمن کو کہاں اور کس طرح عبرت ناک سبق سکھا کر صفحہ ہستی سے مٹا دیں۔

اے عظیم ماں! اپنی سرخ آنکھوں سے خون کے آنسو پونچھ لے کیونکہ تیرے جانثار بیٹے اب دشمن کی ماؤں کو بھی آنسوؤں کا ناختم ہونے والا سلسلہ شروع کرا چکے ہیں۔

اے عظیم ماں! تم کیوں دشمن اور اس کے زرخرید ایجنٹوں کے جھوٹے پروپیگنڈوں اور بے معنی باتوں پر یقین کرتی ہو، جو وہ بار بار کہتے ہیں کہ آپ کے جانثار بیٹے ایک دوسرے کو برداشت نہ کرتے ہوئے ہر ایک دوسرے سے تضاد اور اختلاف کا شکار ہو کر ایک دوسرے کے گریبان پکڑنے میں مصروف ہے۔

اے عظیم ماں! تیرے عظیم بیٹے کی طرح تیرا ہر جانثار بیٹا، بہادری مخلصی اور قربانی کے جذبے سے سرشار ہو کر

خوف و بزدلی جیسے لعنتی سوچ سے کوسوں دور بھاگ کر میدان جنگ میں بہادری کی موت کو ترجیح دینے کیلئے بے چین ہے اور تڑپ رہا ہے۔

اے عظیم ماں! تمہارا قصور اور گناہ ہے، تم غلط اور خوامخواہ اس طرح سوچتی اور سمجھتی ہو اور غلط فہمی کا شکار ہو کر اپنے جانثار بیٹوں پر شک اور بدگمانی کر رہی ہو۔

اے عظیم ماں! بس امید زندہ رکھو، تیری امیدوں کا صحرا میں اٹھنے والے طوفانی لہروں میں تیری آنکھوں کی ٹھنڈک اور خوشی کے آنسو ایک دن ضرور چمک اٹھیں گی۔

26مارچ2017

زندگی

مجموعی یا انفرادی طور پر انسان اپنی زندگی سے کبھی بھی شکوہ و شکایت نہ کرے، کیونکہ زندگی دراصل انسان کی اپنی ہی تشکیل و تعین کردہ خیالات و سوچ کا فطری ردعمل۔ مختلف زندگی چاہتے ہو تو مختلف خیالات تشکیل دو۔ ہم کچھ نہیں سوائے اپنے خیالوں کے۔

27مارچ2017

مخصوص ومحدود سوچ، ماحول اور کیفیت سے نکل کر تحقیق وتخلیق سے لیکر علم وشعور، سوچ وبچار کر کے اور روایتی لفاظی سے پرہیز کرتے ہوئے حقیقی سائنسی نقطہ نظر اور زمینی حقائق کے مطابق معاملات، مسائل اور چیزوں کے بارے میں مکمل آگاہی رکھنا، نئے تجربات وخیالات کو تسلیم کرنا ہی ذہنی ترقی و تبدیلی کے زمرے میں آتا ہے، اور ساتھ ہی اپنے ناکام تجربات کو مدنظر رکھ کر ان کا از سر نو جائزہ لینا، غور کرنا، نئے جوش وعزم اور شعور کے ساتھ نئی حکمت عملی اور پختہ ارادوں کے ہمراہ عمل کے لئے مستقل مزاجی کے ساتھ متحرک رہنا ہی شعور کی علامت ہے۔

اپنی ماضی کے ناکام تجربات پہ پشیمانی وافسوس کا اظہار کر کے غیر فعال، بے عمل وناامید ومایوس ہونا غیر مستقل مزاجی کی پہچان ہے، اور اپنے فکر وعمل اور مقصد پہ مضبوطی کے ساتھ ڈٹے رہنا اور ایک ہی محدود دائرے میں چکر لگانے کے بجائے مسلسل نئی علم کی تلاش میں رہنا اور نئے خیالات کے سفر کو جاری رکھنے سے ہی سماج میں تبدیلی کے آثار نمودار ہو کر لوگوں کی سوچ ورائے پہ اثر ڈالتا ہے۔

صباء انسٹی ٹیوٹ آف ریسرچ اینڈ پبلیکیشنز